شرعی منکرات اسلام کی روشنی میں

کتاب المعاصی والمنکرات

- حسد
- بغض، عداوت، کینہ اور کپٹ
- ترک تعلق
- دوسروں کی تحقیر واہانت

جلد اوّل

تالیف

مولانا ڈاکٹر محمد اسجد قاسمی ندوی صاحب

شیخ الحدیث جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرعی منکرات اسلام کی روشنی میں

کتاب المعاصی والمنکرات

(جلد اول)

- حسد
- بغض، عداوت، کینہ اور کپٹ
- ترک تعلق
- دوسروں کی تحقیر واہانت

تالیف:

مولانا ڈاکٹر محمد اسجد قاسمی ندوی صاحب

شیخ الحدیث جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد

باھتمام:

مرکز الکوثر التعلیمی والخیری مرادآباد

Contact No.: +91- 9412866177

تفصیلات

نام کتاب	:	كتابُ المعاصی و المنکرات (جلد اول)
تالیف	:	مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی صاحب
		شیخ الحدیث جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد
طبع اول	:	۱۴۴۴ھ مطابق ۲۰۲۳ء
کمپیوٹر کتابت	:	محمد شعیب سیتاپوری
صفحات	:	۳۸۴
باہتمام	:	مرکز الکوثر التعلیمی والخیری مرادآباد

ملنے کے پتے:

جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد یوپی، رابطہ: مولانا عظیم الدین صاحب: 9411971407

فرید بک ڈپو دہلی

مکتبہ عکاظ دیوبند

مکتبہ ندویہ لکھنؤ

اسلامک بک فاؤنڈیشن نئی دہلی

مرکز دعوت وارشاد دارالعلوم الاسلامیہ بستی یوپی

مولانا عبدالسلام خان قاسمی 179 کتاب مارکیٹ، وزیر بلڈنگ، بھنڈی بازار ممبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

راقم اس کاوش کا انتساب

اپنے والد ماجد

حضرت مولانا محمد باقر حسین قاسمی رحمہ اللہ تعالیٰ

اور اپنے بافیض اساتذۂ کرام

کی طرف کرتے ہوئے مسرت وسعادت محسوس کرتا ہے۔

جزاهم اللّٰه خيرا وأكرمهم فى الدارين.

❑❑❑

حدیث نبوی

لَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَكُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا، اَلْمُسْلِمُ أَخُ الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ، وَلَا يَخْذُلُهُ، وَلَا يَحْقِرُهُ، التَّقْوَى هٰهُنَا، وَيُشِيْرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ، بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، دَمُهُ وَمَالُهُ وَ عِرْضُهُ. (مسلم: البر والصلة: باب تحريم ظلم المسلم: ٦٥٤١، عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه)

ایک دوسرے سے حسد نہ رکھو، ایک دوسرے کو کاروباری نقصان مت پہنچاؤ، ایک دوسرے سے نفرت وبغض مت رکھو، ایک دوسرے سے منھ مت پھیرو، بلکہ اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہو، اور خرید وفروخت میں ایک کے سودے پر دوسرا سودا نہ کرے، ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، اس پر کوئی ظلم وزیادتی نہ کرے، مدد کے وقت اسے بے سہارا نہ چھوڑے اور اسے حقیر نہ سمجھے، پھر آپ نے تین بار اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: تقویٰ یہاں ہوتا ہے، آدمی کے برا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے، ہر مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان کے لئے قابلِ احترام ہے، اس کا خون، اس کا مال اور اس کی آبرو سب کچھ۔

کلماتِ عالیہ

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند

باسمہٖ سبحانہ و تعالیٰ

”كتاب المعاصی والمنكرات“ یعنی شرعی منکرات اسلام کی روشنی میں جناب مولانا محمد اسجد صاحب قاسمی ندوی کی تازہ تصنیف ہے، اس سے قبل بھی مولانا کی متعدد تصانیف شائع ہوکر اصحاب علم اور ارباب ذوق سے دادِ تحسین حاصل کرچکی ہیں۔

اللہ رب العزت نے مولانا محمد اسجد صاحب کو درس وتدریس اور وعظ وخطابت کے ساتھ تصنیف وتالیف کا بھی ستھرا ذوق عطا فرمایا ہے، جو ان کی تصانیف سے ظاہر ہے۔

پیش نظر ”كتاب المعاصی والمنكرات“ چار ابواب پر مشتمل ہے، جن میں حسد، بغض وعداوت، ترک تعلق اور دوسروں کی تحقیر واہانت کی حقیقت، ان کی اقسام، ان کے دواعی واسباب اور ان کے نقصانات کے ساتھ ان کے علاج کے تعلق سے مفصل بحث کی گئی ہے، ہر بحث مکمل اور سیر حاصل ہے۔

یہ کتاب کی پہلی جلد ہے، امید ہے کہ دیگر منکرات اور منہیات پر بھی اسی انداز کی تحریر آجائے گی تو ان شاء اللہ اپنے موضوع پر ایک بہترین ذخیرہ مہیا ہوجائے گا، اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرماویں اور ہم سب کو عمل کی توفیق بخشیں۔

ابوالقاسم نعمانی غفرلہٗ
مہتمم دارالعلوم دیوبند
۲۱/۶/۱۴۴۴ھ = ۱۴/۱/۲۰۲۳ء

تقریظ

حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصورپوری دامت برکاتہم استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

نحمده ونصلي علىٰ رسوله الكريم، أما بعد!

اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو بہترین صلاحیتوں سے نواز کر اُنہیں اپنے دین کی خدمت کے لئے منتخب فرمالیتے ہیں۔ اُنہی خوش نصیب اَفراد میں ہمارے محترم دوست حضرت مولانا محمد اسجد صاحب قاسمی ندوی زیدکرمہم مہتمم وشیخ الحدیث جامعہ عربیہ اِمدادیہ مرادآباد بھی شامل ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے وفورِ علم کے ساتھ ساتھ اُردو اور عربی دونوں زبانوں میں قوتِ بیان اور حسن تحریر کی نعمت سے مالا مال فرمایا ہے۔ اِصلاحی اور دعوتی موضوعات پر موصوف کے بیانات نہایت مرتب، پرمغز اور مستند معلومات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ نیز موصوف کا اشہب قلم دعوت دین کے میدان میں رواں دواں رہتا ہے؛ چناں چہ اب تک بہت سی مفید تالیفات منظر عام پر آ چکی ہیں، اور عوام وخواص میں مقبول ہیں۔

اِس وقت مولانا موصوف کی ایک جدید تالیف ’’کتاب المعاصی والمنکرات‘‘ (جلد اول) پیش نظر ہے، جس میں بعض تباہ کن منکرات جیسے: حسد، بغض وعناد اور ترکِ تعلق کے بارے میں آیات واَحادیث شریفہ، آثار سلف اور اکابر کے مفید اور عبرت آموز واقعات وملفوظات کا بڑا ذخیرہ بہت ہی مرتب اور دل نشین انداز میں جمع کردیا گیا ہے۔

احقر نے اِس کتاب سے استفادہ کیا، تو اندازہ ہوا کہ یہ کتاب نہ صرف یہ کہ حضرات

قارئین کی اصلاح کا ذریعہ بنے گی؛ بلکہ دیگر واعظین ومقررین کو بھی اس کے ذریعہ اس موضوع پر گفتگو میں آسانی میسر آئے گی، اِن شاءاللہ تعالیٰ۔

دلی دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فاضل مؤلف زیدمجدہم کو بے حد جزائے خیر سے نوازیں، اس کتاب کو قبولیت عطا فرمائیں، آمین۔

والسلام

احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

خادم تدریس دارالعلوم دیوبند

۲۸/ جمادی الاخریٰ ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۱/ جنوری ۲۰۲۳ء

حرفِ چند

الحمد للّٰه رب العالمین، والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین، وعلی آله وصحبه أجمعین.

عاجز راقم الحروف نے معروف حدیث نبوی ”لَا تَحَاسَدُوْا، وَلَا تَبَاغَضُوْا، وَلَا تَدَابَرُوْا، وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا... الخ“ اوراس کے مختلف طرق میں منقول ہدایات کی روشنی میں کچھ لکھنے کا عمل شروع کیا تو موضوعات کی اہمیت اور مندرجات کے تنوع وتوسع کے پیش نظر سلسلہ طویل اور ضخیم ہوتا چلا گیا، پھر اشاعت کے مقصد سے نظر ثانی کی گئی تو اندازہ ہو گیا کہ جتنا کام اب تک ہو چکا ہے اس کی مقدار تین جلدوں کی ضخامت سے زائد ہو چکی ہے، اور ابھی بھی کام کا ایک حصہ باقی اور زیر ترتیب ہے، اس سلسلے کی پہلی جلد کے طور پر قلب و باطن سے متعلق منکرات و معاصی (حسد، بغض، ترک تعلق اور تحقیر) کا انتخاب کیا گیا، بزرگوں کی ہدایت اور احباب کے مشورے سے اس سلسلے کا نام ”کتاب المعاصی والمنکرات“ طے پایا۔

کتاب کو چار ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے، پہلا باب حسد اور اس کے متعلقات کے بارے میں ہے، دوسرا باب بغض، کینہ اور عداوت سے متعلق ہے، تیسرا باب ”ترک تعلق“ کی تفصیلات کا خلاصہ ہے اور چوتھا باب ”تحقیر“ کے عنوان سے ہے، کوشش کی گئی ہے کہ جو کچھ لکھا جائے قرآن مجید، حدیث وسنت، سیرت نبویہ اور آثار سلف کی روشنی میں لکھا جائے۔

راقم الحروف نے انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں بری طرح پھیلے ہوئے اور جڑ پکڑ چکے ان خطرناک معاصی اور منکرات کا اور ان کے تعلق سے شرعی ہدایات وتنبیہات، ان کے سنگین مضرات ومفاسد، ان سے اجتناب کی برکات ومنافع، ان سے بچنے کی تدبیروں اور طریقوں نیز

عالی مقام سلف اور صالح بندوں کے اسوہ وکردار کی کچھ روشن تصویروں کا ذکر صرف اسی جذبے اور مقصد سے کیا ہے کہ اس سے پوری امت کو تحریک اور بیداری کا پیغام ملے، اور یہ مجموعہ راقم آثم اور جملہ قارئین وناظرین کے لئے ذریعۂ اصلاح وانقلاب ثابت ہو۔ وما ذلک علی اللّٰہ بعزیز.

راقم مخدوم گرامی حضرت اقدس مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب مدظلہم مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند اور عالم ربانی حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری دامت برکاتہم استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند کی ذرہ نوازی اور کرم فرمائی پر بہ صمیم قلب شکرگذار ہے کہ ان بزرگوں نے احقر کی گذارش پر اپنے کلمات عالیہ سے نوازا۔ فجزاهما اللّٰہ خیرا الجزاء.

ناسپاسی ہوگی اگر اپنے مخلص ومعاون احباب بہ طور خاص جناب مولانا محمد شعیب قاسمی صاحب، جناب مولانا مفتی محمد ساجد قاسمی صاحب اور جناب مولانا عظیم الدین قاسمی صاحب اساتذہ وکارکنان جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد کے حسن تعاون کا شکریہ ادا نہ کیا جائے، اللہ تعالیٰ ان حضرات کو ہر خیر سے نوازیں۔ علمی، تعلیمی، اصلاحی اور تصنیفی امور کی یکسوئی اور تسلسل کے ساتھ انجام دہی میں راقم اپنے اہل خانہ اور بہ طور خاص اپنے فرزندوں عزیزان حافظ ہشام اسجد، حافظ حذیفہ اسجد ومعاذ اسجد سلمہم اللہ کے حسن تعاون اور دلچسپی پر بصدق قلب دعا گو ہے۔ وفقهم اللّٰہ للمزید من الخیر.

یہ مجموعہ ناظرین وقارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے راقم بارگاہِ ایزدی میں بے انتہا شکرگذار اور الحاح وتضرع کے ساتھ حسن قبول کا امیدوار ہے، اللہ رب العزت اس کاوش کو راقم کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائیں اور خلق خدا کو اس سے بیش از بیش نفع عطا فرمائیں۔

محمد اسجد قاسمی ندوی

خادم الحدیث النبوی الشریف

جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد

۱۲؍رجب المرجب ۱۴۴۴ھ

۴؍فروری ۲۰۲۲ء

❒❖❒

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حسن ترتیب

انتساب ---------- ٣

حدیث نبوی ---------- ٤

کلمات عالیہ: حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم ---------- ۵

تقریظ: حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری دامت برکاتہم ---------- ٦

حرفے چند ---------- ٨

باب اول: حسد	٢١-٢٤٤

❑ حسد ---------- ٢٣

○ حسد کی حقیقت ---------- ٢٣

○ حسد کے درجات اور اقسام ---------- ٢٦

❑ حسد: قرآن مجید کی روشنی میں ---------- ٣٢

❑ حسد اور احادیث کی روشن تعلیمات ---------- ٤٧

❑ حسد اور سلف کے اقوال وآثار ---------- ٦٢

❑ حسد کے اسباب ومحرکات ---------- ٨۵

○ (١) عداوت، بغض اور کینہ ---------- ٨۵

○ (٢) اپنی نااہلی اور دوسروں کا ہنر اور کمال ---------- ٨٧

○ (٣) تکبر، گھمنڈ اور دوسروں کی تحقیر ---------- ٨٧

○ (٤) تعجب ---------- ٨٨

○ (۵) معاصرت ---------- ٨٩

○ (۶) جاہ پرستی اور حب دنیا ---------- ۹۱
○ (۷) نفس کی خباثت ---------- ۹۳
○ (۸) اللہ کے فیصلے پر راضی نہ ہونا ---------- ۹۴
○ (۹) بروں کی صحبت ---------- ۹۴
○ (۱۰) قرابت اور پڑوس ---------- ۹۴
□ حسد کے نقصانات اور مفاسد ---------- ۹۶
○ (۱) پانچ نقصانات ---------- ۹۶
○ (۲) بے سکون زندگی ---------- ۹۷
○ (۳) پانچ سزائیں ---------- ۹۸
○ (۴) چار مفاسد ---------- ۹۸
○ (۵) سات خطرناکیاں ---------- ۱۰۰
○ (۶) تین باتیں ---------- ۱۰۱
○ (۷) حسد کا شر اور ضرر ---------- ۱۰۱
○ (۸) اللہ پر اعتراض اور تقدیر سے شکوہ ---------- ۱۰۲
○ (۹) نیکیوں کا ضائع اور طاعات کا خراب ہو جانا ---------- ۱۰۴
○ (۱۰) کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہو جانا ---------- ۱۰۵
○ (۱۱) رذالت، کمینگی اور خباثت ---------- ۱۰۷
○ (۱۲) لوگوں کی نگاہوں میں قابل نفرت بن جانا ---------- ۱۰۷
○ (۱۳) بے سکون زندگی اور دنیا کا عذاب ---------- ۱۰۷
○ (۱۴) جسمانی امراض ---------- ۱۰۷
○ (۱۵) ایمان کی کمزوری ---------- ۱۰۸
○ (۱۶) اللہ کا غضب ---------- ۱۰۸
○ (۱۷) آخرت کا سخت عذاب ---------- ۱۰۸

- (۱۸)ذلت اور محرومی کی لعنت ---- ۱۰۸
- (۱۹)دل کا اندھا پن ---- ۱۰۹
- (۲۰)اجتماعیت کا خاتمہ ---- ۱۰۹
- (۲۱)مبالغہ آرائی ---- ۱۰۹
- (۲۲)تجسس ---- ۱۰۹
- (۲۳)دوسروں کی خوبیاں چھپانا ---- ۱۱۰
- (۲۴)ناشکری ---- ۱۱۰
- (۲۵)نقصان پہونچانا ---- ۱۱۰
- (۲۶)قطع رحمی ---- ۱۱۰
- (۲۷)برکت کا خاتمہ ---- ۱۱۱
- (۲۸)دعا کی عدم قبولیت ---- ۱۱۱
- حاصل ---- ۱۱۱

حاسد کی علامات ---- ۱۱۳

- (۱)شماتت ---- ۱۱۴
- (۲)غیبت ---- ۱۱۵
- (۳)بہتان ---- ۱۱۵
- (۴)چاپلوسی اور خوشامد ---- ۱۱۵
- (۵)رنگ بدلنا، جسمانی نقل وحرکت اور آنکھوں کا انداز ---- ۱۱۵
- (۶)سلام سے ہچکچاہٹ ---- ۱۱۶
- (۷)دوسروں کی طرف توجہ اور محسود سے اعراض ---- ۱۱۶
- (۸)محسود کی باتوں کو گراں سمجھنا ---- ۱۱۶
- (۹)محسود کی رائے کی مخالفت ---- ۱۱۶

حسد کا علاج اور اس سے بچنے کی کارگر تدبیریں ---- ۱۱۸

○ (۱) صلاحیتوں اور جذبات کا صحیح استعمال ---------- ۱۱۸
○ (۲) اتباع شریعت اور رجوع الی اللہ ---------- ۱۱۹
○ (۳) انسانوں سے توجہ ہٹا کر اللہ کی طرف متوجہ ہونا ---------- ۱۲۰
○ (۴) عقل کا استعمال اور حسد کے نقصانات کا استحضار ---------- ۱۲۰
○ (۵) دنیا اور جاہ کی محبت دل سے نکالنا ---------- ۱۲۰
○ (۶) اللہ کے فیصلوں پر دل سے راضی رہنا ---------- ۱۲۱
○ (۷) موت کی بہ کثرت یاد ---------- ۱۲۲
○ (۸) ماشاء اللہ کہنے کا اہتمام ---------- ۱۲۲
○ (۹) اپنے پاس موجود نعمتوں میں غور و فکر ---------- ۱۲۲
○ (۱۰) اپنے سے کم تر پر نگاہ ---------- ۱۲۴
○ (۱۱) مراقبہ ---------- ۱۲۵
○ (۱۲) صبر ---------- ۱۲۶
○ (۱۳) تعوذ و استعاذہ ---------- ۱۲۶
○ (۱۴) تقویٰ ---------- ۱۲۶
○ (۱۵) استغفار و دعا ---------- ۱۲۶
○ (۱۶) توبہ ---------- ۱۲۸
○ (۱۷) شکر ---------- ۱۲۸
○ (۱۸) صدقہ ---------- ۱۲۹
○ (۱۹) قرآن کی تلاوت اور تدبر ---------- ۱۲۹
○ (۲۰) اخلاص ---------- ۱۳۰
○ (۲۱) اپنے ساتھ لوگوں کی بے تعلقی اور نفرت کو ختم کرنے کی فکر ---------- ۱۳۱
○ (۲۲) محسود کے لئے دعائے خیر ---------- ۱۳۱
○ (۲۳) محسود کا ذکر خیر ---------- ۱۳۲

○ (۲۴)محسود کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنا ---------- ۱۳۵
○ (۲۵)محسود سے نیازمندانہ ملاقات اورگفتگو ---------- ۱۳۶
○ (۲۶)محسود کےضرر پر اظہار رنج وغم ---------- ۱۳۶
○ (۲۷)محسود کا احترام ---------- ۱۳۶
○ (۲۸)محسود سے سلام میں پہل اور مصافحہ ---------- ۱۳۶
○ (۲۹)مثبت اور تعمیری کاموں میں مشغولیت ---------- ۱۳۷
○ (۳۰)نیک اور پاک نفس لوگوں کی صحبت ---------- ۱۳۷
○ نسخۂ حکمت ---------- ۱۳۷

□ محسود کے لئے شرعی ہدایات ---------- ۱۴۱

○ (۱)تعوذ واستعاذہ ---------- ۱۴۱
○ (۲)تقویٰ ---------- ۱۴۱
○ (۳)صبر ---------- ۱۴۲
○ (۴)توکل ---------- ۱۴۲
○ (۵)اعراض اور بے توجہی ---------- ۱۴۳
○ (۶)توجہ الی اللہ ---------- ۱۴۳
○ (۷)توبہ واستغفار ---------- ۱۴۴
○ (۸)صدقہ ---------- ۱۴۴
○ (۹)حاسد کے ساتھ حسن سلوک ---------- ۱۴۵
○ (۱۰)توحید اور ایمان کا استحکام ---------- ۱۴۵
○ (۱۱)دعا ---------- ۱۴۶
○ (۱۲)حاسد کے لئے دعا کا اہتمام ---------- ۱۴۷
○ (۱۳)نعمتوں اور کمالات کو چھپانا ---------- ۱۴۸
○ (۱۴)حاسد سے قلت اختلاط ---------- ۱۵۰

○ (۱۵) حاسد کو نصیحت ---------- ۱۵۲
○ (۱٦) ضبط، درگذر اور احسان ---------- ۱۵۲
□ حسد کے کچھ نمایاں نمونے ---------- ۱۵۳
○ (۱) ابلیس کا حسد ---------- ۱۵۳
○ (۲) قابیل کا حسد ---------- ۱۵۵
○ (۳) برادرانِ یوسف کا حسد ---------- ۱۵۷
○ (۴) یہود ونصاریٰ کا حسد ---------- ۱۵۹
○ (۵) کفار قریش کا حسد ---------- ۱٦۱
○ (٦) منافقین کا حسد ---------- ۱٦۱
○ (۷) حضرت عائشہؓ پر افترا پردازی ---------- ۱٦۲
○ (۸) حضرت عثمانؓ کی شہادت ---------- ۱٦۳
○ (۹) امام اعظم ابو حنیفہؒ کے حاسد ---------- ۱٦۳
○ (۱۰) امام محمدؒ کا حاسدین کو حکیمانہ جواب ---------- ۱٦۸
○ (۱۱) قاضی ایاس بن معاویہؒ کا واقعہ ---------- ۱٦۹
○ (۱۲) ایک اعرابی کا واقعہ ---------- ۱۷۱
○ (۱۳) حسد کی نقد سزا ---------- ۱۷۲
○ (۱۴) محمود وایاز ---------- ۱۷۲
○ (۱۵) امام ابن تیمیہؒ اور ان کے حاسدین ---------- ۱۷٦
□ علماء اور دینی خدام کا باہمی حسد ---------- ۱۷۸
○ (۱) تحقیر کی نیت سے دعائیہ کلمات کا استعمال ---------- ۱۹۲
○ (۲) عالم کے علم اور کام کی تنقیص ---------- ۱۹۲
○ (۳) بدعقیدگی یا کج فکری وغیرہ کا الزام ---------- ۱۹۲
○ (۴) عالم کی غلطیوں، کوتاہیوں اور لغزشوں کا تجسس ---------- ۱۹۳

○ (۵)عالم سے علم حاصل نہ کرنے کی تلقین ---------- ۱۹۳
○ (٦)کسی عالم کے علمی مرکز اور سرچشمہ کی تحقیر ---------- ۱۹۳
○ (۷)بے جا مباحثہ اور جھک بازی ---------- ۱۹۴
○ (۸)چغل خوری ---------- ۱۹۴
○ (۹)احسان جتانا ---------- ۱۹۵
❑ ’قابیل کے گروہ کے بجائے ’ہابیل‘ کی صف میں رہنے کی ہدایت ---------- ۲۰۰
❑ حسد عربی اشعار میں ---------- ۲۰٦
❑ حسد اور ازدواجی زندگی ---------- ۲۱۴
❑ حسد اور اولاد کی تربیت ---------- ۲۲۴
❑ ہر صاحب نعمت کو حسد کا شکار ہونا پڑتا ہے ---------- ۲۲٦
❑ آپ حاسد کو کبھی خوش نہیں کرسکتے ---------- ۲۲۸
❑ اپنے حاسد اور مخالف سے نفع اٹھایئے ---------- ۲۳۱
❑ اپنے حاسدین کا شکریہ ادا کیجیے ---------- ۲۳۴
❑ دوست نما دشمنوں سے ہوشیار رہیے ---------- ۲۳۸
❑ کامیابی کا راز ---------- ۲۴۲

باب دوم: بغض، عداوت، کینہ اور کپٹ	۲۴۵-۳۰٦

❑ بغض، عداوت، کینہ اور کپٹ ---------- ۲۴۷
○ بغض اور کینہ کی حقیقت ---------- ۲۴۷
❑ بغض اور کینہ قرآن کی روشنی میں ---------- ۲۵۲
❑ بغض اور کینہ احادیث نبویہ کے آئینے میں ---------- ۲۵٦
❑ بغض اور کینہ سلف کے اقوال اور کردار کے تناظر میں ---------- ۲۷۰

❑ بغض اور کینہ کے بنیادی اسباب ---------- ۲۷۹
○ (۱) غیظ و غضب کی زیادتی ---------- ۲۷۹
○ (۲) زجر و توبیخ اور عتاب کی کثرت ---------- ۲۸۰
○ (۳) غیبت اور چغلی ---------- ۲۸۰
○ (۴) جھوٹ اور خیانت ---------- ۲۸۰
○ (۵) سخت مزاجی، بدخلقی اور دل کی سختی ---------- ۲۸۱
○ (۶) تجسس ---------- ۲۸۱
○ (۷) غیرت ---------- ۲۸۲
○ (۸) ناانصافی ---------- ۲۸۲
○ (۹) ظلم اور زیادتی ---------- ۲۸۲
○ (۱۰) جھگڑا اور نزاع ---------- ۲۸۲
○ (۱۱) خودغرضی اور مفاد پرستی ---------- ۲۸۳
○ (۱۲) تکبر ---------- ۲۸۳
○ (۱۳) حسد ---------- ۲۸۳
○ (۱۴) خباثت نفس ---------- ۲۸۴
❑ بغض اور کینے کی نمایاں علامات ---------- ۲۸۵
○ (۱) دوسروں کے عیوب کی تلاش ---------- ۲۸۵
○ (۲) شماتت (دوسروں کی مصیبت پر خوشی) ---------- ۲۸۵
○ (۳) کلمۂ خیر سے خاموشی ---------- ۲۸۶
○ (۴) حقیر سمجھنا ---------- ۲۸۶
○ (۵) افشائے راز ---------- ۲۸۶
○ (۶) مذاق اڑانا ---------- ۲۸۶
○ (۷) ایذا رسانی ---------- ۲۸۷

- (۸) عیب گوئی اور غیبت ---------- ۲۸۷

بغض اور کینے کے سنگین نقصانات ---------- ۲۸۸

- (۱) اللہ کی ناراضگی اور ناپسندیدگی ---------- ۲۸۸
- (۲) انسانوں کی نفرت اور ناپسندیدگی ---------- ۲۸۸
- (۳) عبادات کی لذت سے محرومی ---------- ۲۸۹
- (۴) معاشرتی زندگی سے فرار اور تنہائی پسندی ---------- ۲۸۹
- (۵) امت میں تفرقہ اور انتشار ---------- ۲۸۹
- (۶) سنگین گناہوں میں مبتلا ہو جانا ---------- ۲۹۰
- (۷) بے سکونی اور اضطراب ---------- ۲۹۰
- (۸) ایمان کی کمزوری ---------- ۲۹۰
- (۹) شیطانی مداخلت ---------- ۲۹۱
- (۱۰) امن وامان کا خاتمہ ---------- ۲۹۱
- (۱۱) بدنیتی ---------- ۲۹۱
- (۱۲) بداعتمادی ---------- ۲۹۱
- (۱۳) ناانصافی ---------- ۲۹۲
- (۱۴) بدخلقی ---------- ۲۹۲
- امام غزالیؒ کا تجزیہ ---------- ۲۹۲

بغض اور کینے کے علاج اور اس سے حفاظت کی مؤثر تدبیریں ---------- ۲۹۴

- (۱) غصہ اور انتقام کی آگ کو سرد کرنے کی کوشش ---------- ۲۹۴
- (۲) بغض کے تقاضوں کے خلاف عمل ---------- ۲۹۵
- (۳) حسن سلوک اور احسان ---------- ۲۹۵
- (۴) عدل وانصاف ---------- ۲۹۶

○ (۵) کوتاہیوں سے اعراض اور کم سے کم سرزنش ---- ۲۹۶
○ (٦) صبر ---- ۲۹۷
○ (۷) تعلقات بگاڑنے والے امور سے اجتناب ---- ۲۹۷
○ (۸) تعلقات کو خوشگوار بنانے والے امور کا اہتمام ---- ۲۹۷
○ (۹) دنیا کی حرص اور ریس سے اجتناب ---- ۲۹۷
○ (۱۰) جس سے عداوت ہے اس کا ذکر خیر اور اس کے حق میں دعا کا اہتمام ---- ۲۹۸
○ (۱۱) خامیوں کے بہ جائے خوبیوں پر نظر ---- ۲۹۸
○ (۱۲) بغض وعداوت پر آنے والی وعیدوں میں غور وفکر ---- ۲۹۹
○ (۱۳) عفوو درگذر ---- ۲۹۹
○ (۱۴) سلام، مصافحہ اور ہدیہ ---- ۳۰۰
□ مخالفین سے نمٹنے کے مؤثر طریقے ---- ۳۰۲
○ (۱) حسن سلوک ---- ۳۰۲
○ (۲) کم سے کم میل جول ---- ۳۰۲
○ (۳) اپنی کمیوں پر نظر اور اپنی اصلاح کی فکر ---- ۳۰۳

باب سوم: ترک تعلق	۳۰۷-۳۲۸

□ ترک تعلق ---- ۳۰۹
○ حقیقت ---- ۳۰۹
○ ترک تعلق کی حدود اور شرعی حکم ---- ۳۱۰
□ قرآنی ہدایات ---- ۳۱۵
□ ترک تعلق احادیث کی روشنی میں ---- ۳۱٦
□ ترک تعلق سلف کے اقوال وکردار کے آئینے میں ---- ۳۲۴

- ترکِ تعلق کے بنیادی اسباب اور نمایاں نقصانات ---------- ۳۲۸

باب چہارم: دوسروں کی تحقیر واہانت	۳۲۹-۳۷۴

- دوسروں کی تحقیر واہانت ---------- ۳۳۱
- قرآنی ہدایات ---------- ۳۳۲
- احادیث نبویہ ---------- ۳۳۸
- سلف کے فرمودات اور کردار کی روشنی ---------- ۳۶۰
- تحقیر کے نمایاں نقصانات ---------- ۳۶۹
- تحقیر کے اسباب اور اس سے اجتناب کی تدبیریں ---------- ۳۷۱
- کتابیات ---------- ۳۷۵ - ۳۸۰
- مصنف کی مطبوعہ علمی کاوشیں ---------- ۳۸۱ - ۳۸۴

باب اول:

حسد

حسد

حسد روحانی امراض اور نفسانی منکرات میں انتہائی خطرناک مرض اور منکر ہے، قرآنی صراحت کے مطابق اس کا تعلق انسان کے نفس سے ہوتا ہے (البقرہ:۱۰۹) قرآن نے بار بار ظاہری اور باطنی دونوں طرح کے فواحش اور گناہوں سے سختی سے روکا ہے (الاعراف:۳۳، الانعام:۱۵۱، الانعام:۱۲۰وغیرہ) حسد باطنی اور قلبی گناہوں میں بہت مہلک اور تباہ کن گناہ ہے، اس گناہ کے نقصانات بے حدوانتہا ہیں، معاشرہ کے اتحادواجتماعیت کو پارہ پارہ کردینے اور جذبۂ اخوت کو ختم کردینے میں اس کی کارفرمائی بہت زیادہ اور نمایاں رہتی ہے، پھر جو افراد ''حسد'' کی لعنت میں مبتلا ہوجاتے ہیں وہ اپنا دین اور دنیا دونوں داؤں پر لگادیتے ہیں۔

قرآن کی آیات، رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور سلف امت کے اقوال وارشادات میں حسد کی حقیقت، درجات و مراتب، اقسام واحکام، مفاسد ومضرات، اثرات ونقصانات، علامات واسباب، محرکات و بواعث، حفاظت کی تدبیریں، علاج اور طریقوں، نمونوں اور مثالوں اور ''محسود'' (جس سے حسد کیا جارہا ہو) کے لئے عمومی ہدایات اور ہر موضوع پر کافی شافی رہنمائیاں ملتی ہیں، ان میں سے متعدد اہم امور یہاں ذکر کئے جارہے ہیں:

حسد کی حقیقت

کسی اللہ کے بندے کو جو نعمتیں اللہ کی طرف سے حاصل ہوں (خواہ وہ دینی ہوں یا دنیاوی، علمی ہوں یا عملی، جسمانی ہوں یا روحانی، اخلاقی ہوں یا مالی) ان نعمتوں کے زوال اور خاتمے کی تمنا کرنا شریعت کی اصطلاح میں ''حسد'' کہلاتا ہے۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں:

هُوَ تَمَنِّى زَوَالِ النِّعْمَةِ عَنْ صَاحِبِهَا، سَوَاءٌ كَانَتْ نِعْمَةَ دِيْنٍ اَوْ دُنْيَا. (رياض الصالحين: باب تحريم الحسد: ٦٠١)

حسد کی حقیقت نعمت والے سے نعمت چھن جانے کی تمنا کرنا ہے، خواہ دین کی نعمت ہو یا دنیا کی۔

امام راغبؒ لکھتے ہیں:

اَلْحَسَدُ تَمَنِّى زَوَالِ نِعْمَةٍ مِنْ مُسْتَحِقٍّ لَهَا، وَرُبَّمَا كَانَ مَعَ ذٰلِكَ سَعْيٌ فِيْ إِزَالَتِهَا. (نضرة النعيم: ٤٤١٨/١٠)

حسد نعمت کے حقدار سے نعمت کے خاتمے کی تمنا ہے، بسا اوقات اس تمنا کے ساتھ نعمت کے خاتمے کی کوشش بھی شامل ہوتی ہے۔

علامہ جرجانیؒ نے لکھا ہے:

اَلْحَسَدُ تَمَنِّى زَوَالِ نِعْمَةِ الْمَحْسُوْدِ إِلَى الْحَاسِدِ.

(التعريفات: ٨٧)

دوسرے کی نعمت چھن جانے اور خود کو مل جانے کی تمنا کا نام حسد ہے۔

یہی بات علامہ مناویؒ نے لکھی ہے:

هُوَ ظُلْمُ ذِى النِّعْمَةِ بِتَمَنِّى زَوَالِهَا عَنْهُ وَصَيْرُوْرَتِهَا إِلَى الْحَاسِدِ. (نضرة النعيم: ٤٤١٨/١٠)

نعمت والے سے نعمت ختم ہو کر خود کو مل جانے کی تمنا کر کے نعمت والے پر ظلم کرنا حسد ہے۔

علامہ طاہر بن عاشورؒ کے بقول:

دوسرے کے کمالات اور نعمتوں کو دیکھ کر ان کے حصول کی لالچ کرتے

ہوئے اس سے ان کے چھن جانے کی تمنا کے طور پر دل میں پیدا ہونے والے احساس کا نام حسد ہے۔(موسوعۃ الاخلاق:۴/۳۳۳)

جاحظ نے لکھا ہے:

اَلْحَسَدُ هُوَ التَّأَلُّمُ بِمَا يَرَاهُ الْإِنْسَانُ لِغَيْرِهِ وَ مَا يَجِدُهُ فِيْهِ مِنَ الْفَضَائِلِ، وَالْإِجْتِهَادُ فِي إِعْدَامِ ذَلِكَ الْغَيْرِ مَا هُوَ لَهُ، وَهُوَ خُلُقٌ مَكْرُوْهٌ وَقَبِيْحٌ بِكُلِّ أَحَدٍ.(نضرة النعيم: ١٠/٤٤١٧)

دوسرے کے پاس موجود نعمتوں، خوبیوں اور کمالات پر کڑھنا اور اس سے ان چیزوں کے خاتمے کی فکر کرنا حسد ہے، یہ انتہائی ناپسند اور ہر شخص کے لئے بہت بری خصلت ہے۔

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحبؒ لکھتے ہیں:

کسی کے عیش وآرام کو دیکھ کر دل کو صدمہ، رنج اور جلن ہونا اور اس کے آرام وعیش کی نعمت کے ختم ہو جانے کو پسند کرنا حسد کہلاتا ہے جو حرام ہے۔

(روح کی بیماریاں اور ان کا علاج:۱/۱۳۶)

اہل علم کے ان سب اقوال کا خلاصہ یہی ہے کہ کسی کو جو بھی نعمت، کمال، فضیلت اور خوبی حاصل ہو، اس پر کڑھنا، تکلیف محسوس کرنا، پھر اس سے اس کے چھن جانے کی تمنا کرنا اور اس کے لئے کوشش کرنا حسد کہلاتا ہے۔

علامہ کفویؒ نے حسد اور بخل کے فرق کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ دوسرے سے اللہ کی نعمت روک لی جائے، اس حد تک حسد اور بخل دونوں مشترک ہوتے ہیں، البتہ فرق یہ ہوتا ہے کہ بخل میں آدمی دوسرے سے کچھ چھینتا نہیں ہے بلکہ اپنی طرف سے دینے سے رک جاتا ہے، جب کہ حاسد کی تمنا یہ ہوتی ہے کہ اس کے سوا کسی کو کچھ نہ ملے، اور جس کو ملا ہے اس سے چھن جائے۔(نضرۃ النعیم:۱۰/۴۴۱۸)

حسد کے درجات اور اقسام

حسد کے تین درجات ہیں:

(۱) ایک درجہ یہ ہے کہ صرف صاحبِ نعمت سے نعمت چھن جانے کی تمنا دل میں ہو، خواہ خود اس تمنا کرنے والے کو وہ نعمت میسر آئے، یا نہ آئے، حسد کی سب سے بدترین صورت یہی ہے، منافقین اسی حسد میں مبتلا تھے کہ وہ اہل ایمان سے ایمان کی نعمت چھن جانے کے متمنی تھے اور انہیں اپنی طرح کا فر دیکھنا چاہتے تھے۔

(۲) دوسرا درجہ یہ ہے کہ آدمی دوسرے کو حاصل شدہ نعمت کے بارے میں یہ تمنا کرے کہ یہ نعمت مجھے مل جائے، لیکن چونکہ یہ نعمت اسے دوسرے سے سلب کئے جائے بغیر مل نہیں سکتی ہے، اس لئے ضمناً اس کی یہ آرزو بھی ہوتی ہے کہ صاحب نعمت سے یہ نعمت سلب کر لی جائے، یہ صورت بھی قابل مذمت ہے۔

(۳) تیسرا درجہ یہ ہے کہ صاحب نعمت سے نعمت چھن جانے کی تمنا نہ ہو بلکہ اس جیسی نعمت خود حاصل ہونے کی آرزو ہو تو یہ بالکل معیوب نہیں ہے، بلکہ اصلاً یہ ''حسد'' نہیں ہے، ''رشک'' ہے جو دنیوی امور میں جائز اور دینی امور میں پسندیدہ ہے۔

امام غزالیؒ نے ''حسد'' کے چار مراتب ذکر کئے ہیں، لکھتے ہیں:

> حسد کے چار مراتب ہیں: پہلا مرتبہ یہ ہے کہ دوسرے شخص سے نعمت کا زوال چاہے، خواہ وہ نعمت اسے حاصل نہ ہو، اس طرح کے حسد میں انتہائی درجہ کے خبیث لوگ مبتلا ہوتے ہیں، دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ دوسرے سے نعمت کا زوال اس لئے چاہے کہ وہ نعمت اسے مل جائے، جیسے کوئی شخص خوبصورت عورت، عالیشان مکان اور جاہ ومنصب کا خواہشمند ہو، اس صورت میں وہ نعمت کا طلب گار ہے، دوسرے سے چھن جانے کا خواہش مند نہیں ہے، تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ وہ شخص کسی مخصوص نعمت کا طلب گار نہ ہو بلکہ اس جیسی نعمت چاہتا ہو، چنانچہ جب وہ اس جیسی نعمت کے حصول سے عاجز

ہوجائے تو یہ خواہش کرے کہ دوسرے کے پاس بھی یہ نعمت باقی نہ رہے، تاکہ دونوں برابر ہوجائیں، چوتھا درجہ یہ ہے کہ وہ اس جیسی نعمت چاہتا ہو، لیکن نہ ملنے کی صورت میں یہ خواہش بھی نہ رکھتا ہو کہ دوسرا بھی اس سے محروم ہوجائے یہ آخری درجہ قابل معافی ہے، اگر دنیاوی امور کے سلسلے میں ہو، اور مستحب ہے اگر دینی امور میں ہو، تیسرے درجہ میں خیر وشر دونوں ہی پہلو ہیں، دوسرا درجہ تیسرے سے ہلکا ہے، پہلا درجہ ہر حال میں مذموم ہے۔ (احیاء العلوم: ترجمہ مولانا ندیم الواجدی: ۴/۲۳-۲۴)

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں:

حسد کے تین درجات ہیں: پہلا درجہ یہ ہے کہ دل میں یہ خواہش ہو کہ مجھے بھی ایسی نعمت مل جائے، اب اگر اس کے پاس رہتے ہوئے مل جائے تو بہت اچھا ہے ورنہ اس سے چھن جائے اور مجھے مل جائے، یہ حسد کا پہلا درجہ ہے۔

حسد کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ جو نعمت دوسرے کو ملی ہوئی ہے وہ نعمت اس سے چھن جائے اور مجھے مل جائے، اس میں پہلے قدم پر یہ خواہش ہے کہ اس سے وہ چھن جائے اور دوسرے قدم پر یہ خواہش ہے کہ مجھے مل جائے، یہ حسد کا دوسرا درجہ ہے۔

حسد کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ دل میں یہ خواہش ہو کہ یہ نعمت اس سے کسی طرح چھن جائے، اور اس نعمت کی وجہ سے اس کو جو امتیاز اور جو مقام حاصل ہوا ہے، اس سے وہ محروم ہوجائے، پھر چاہے وہ نعمت مجھے ملے یا نہ ملے، یہ حسد کا سب سے رذیل ترین، ذلیل ترین، خبیث ترین درجہ ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے، آمین۔ (اصلاحی خطبات: ۵/۶۱)

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا ملفوظ ہے:

حسد کے تین درجے ہیں: (۱) کیفیات نفسانیہ: جس میں تو انسان معذور، مجبور ہے، (۲) عمل اس کے مقتضاء پر: اس میں انسان مازور (گنہگار) ہے، (۳) مخالفت اس مقتضاء کی: اس میں انسان ماجور (ثواب پانے والا) ہے، یعنی حسد

کے غلبہ سے کسی کی مذمت کا تقاضا ہوا، اُس کی مدح کرو، اس سے اعراض (منھ پھیرنے) کو دل چاہے تو اس سے ملو، اس کی تعظیم کرو، اس کے ساتھ احسان کرو۔ (اپنی اصلاح کا مکمل نصاب: ۲/۷۹ ۳)

حسد کی ایک قسم اور صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی کی نعمت اور خوبی دیکھ کر بے اختیار دل میں کڑھن، جلن اور تکلیف پیدا ہو جائے کہ یہ مجھ سے آگے کیسے بڑھ گیا؟ اور اسے یہ خوبی اور نعمت کیسے حاصل ہوگئی؟ پھر یہ تکلیف وخیال دل ہی تک رہے، اس کا کوئی اثر قول وعمل سے ظاہر نہ ہونے دیا جائے تو اس پر شرعاً کوئی مواخذہ نہیں ہے، اس لئے کہ یہ غیر اختیاری ہے، البتہ آدمی کو اسے خطرناک اور برا ہی سمجھنا چاہیے، اچھا نہیں سمجھنا چاہیے، اس لئے کہ یہ خیال اگر چہ غیر اختیاری ہے اور براہ راست گناہ نہیں ہے، لیکن اگر یہ کچھ عرصے باقی رہ جائے تو بالآخر گناہ میں مبتلا کرہی دے گا اور اس کے نتیجے میں دوسرے کے خلاف بدخواہی کا کوئی نہ کوئی اقدام ضرور صادر ہو جائے گا، اس لئے ایسے خیال کو فوراً ختم کرنے کی فکر ہونی چاہیے، اس کو دل میں باقی رکھنا اور اس کی پرورش کرنا بدترین نتائج کا پیش خیمہ بن سکتا ہے، ملحوظ رہے کہ ایسے خیال کو ختم کرنے کی آسان تدبیر یہ ہے کہ:

(۱) اس خیال کو دل سے برا سمجھا جائے۔

(۲) جس کے بارے میں خیال آیا ہے اس کی خوبیاں پیش نظر لائی جائیں اور دوسروں کے سامنے اس کا ذکر خیر کیا جائے۔

(۳) اس کے حق میں دعا کا اہتمام کیا جائے کہ اللہ اسے مزید ترقیات اور خوبیاں عطا فرمائے۔

(۴) اپنے لئے استغفار کا اہتمام کیا جائے۔

دوسری قسم اور صورت یہ ہے کہ دوسرے کی نعمت وکمال دیکھ کر دل میں اذیت اور کڑھن بھی پیدا ہو جائے اور دل میں شدت سے یہ آرزو اور تمنا بھی پیدا ہو جائے کہ اس سے یہ نعمت

چھن جائے اوراس کے کمال کا خاتمہ ہو جائے، یہ صورت پہلی صورت سے خطرناک ہوتی ہے، اوراس میں اورزیادہ اہتمام اور فکر کیساتھ ضرورت ہوتی ہے کہ اس خیال وتمنا کو دل سے کھرچ دیا جائے، اسے پنپنے کا موقع نہ دیا جائے، ورنہ یہ قول وعمل کی شکل اختیار کرسکتی ہے، ملحوظ رہے کہ اس صورت میں ''حسد'' دل ہی دل میں رہتا ہے، قول یا عمل تک نہیں پہونچتا، اس لئے اس کا تعلق ''حقوق اللہ'' سے رہتا ہے، لہٰذا صاحب معاملہ سے معافی مانگے بغیر صرف توبہ واستغفار سے تلافی ہوسکتی ہے، اوراللہ کی طرف سے معافی مل سکتی ہے۔

تیسری قسم اورصورت یہ ہے کہ دوسرے کی نعمت اورخوبی دیکھ کر قلبی کڑھن اوراس کے زوال کی خواہش بھی پیدا ہو جائے، مزید اس نعمت کے چھن جانے کے لئے قولی وعملی کارروائی بھی صادر ہو جائے، مثلاً غیبت، چغلی اور پروپیگنڈہ مہم شروع کردے، یہ سب سے خطرناک مرحلہ ہے، اس صورت میں حسد کا تعلق حقوق العباد سے ہو جاتا ہے، اب یہ جرم صاحب معاملہ سے معاف کرائے بغیر معاف نہیں ہوسکتا۔

چوتھی قسم اورصورت یہ ہے کہ دوسرے کی نعمت دیکھ کر اس کے چھن جانے کی تمنا اوراس پر کڑھن نہ ہو بلکہ اپنے لئے اس جیسی نعمت کے حصول کی تمنا پیدا ہو جائے، یہ صورت جائز ہے اوراسے شریعت کی اصطلاح میں ''غبطہ'' (رشک) کہا جاتا ہے۔

امام رازیؒ لکھتے ہیں:

إِذَا أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَىٰ أَخِيكَ بِنِعْمَةٍ، فَإِنْ أَرَدْتَ زَوَالَهَا فَهَذَا هُوَ الْحَسَدُ، وَإِنِ اشْتَهَيْتَ لِنَفْسِكَ مِثْلَهَا فَهَذَا هُوَ الْغِبْطَةُ.

(مفاتيح الغيب:۳/٦٤٦)

جب اللہ تمہارے بھائی کو کسی نعمت سے نواز دے، تو اگر تم اس نعمت کے چھن جانے کی خواہش کرو، تو یہ حسد ہے، اوراگر تم اپنے لئے اس جیسی نعمت کی خواہش کرو تو یہ رشک ہے۔

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

اگر دوسرے کی نعمت کے چھن جانے کی خواہش دل میں نہ ہو، بلکہ صرف یہ خیال ہو کہ یہ نعمت مجھے بھی مل جائے، اگر چہ یہ حسد تو نہیں ہے، بلکہ یہ رشک ہے، لیکن اس کا بہت زیادہ استحضار کرنا اور سوچنا بالآخر حسد تک پہونچا دیتا ہے، لہٰذا اگر دنیا کے مال و دولت کی وجہ سے کسی پر رشک آ گیا تو یہ بھی کوئی اچھی بات نہیں ہے، اس لئے کہ یہی رشک بعض اوقات دل میں مال و دولت کی حرص پیدا کر دیتا ہے، اور بعض اوقات یہ رشک آگے چل کر حسد بن جاتا ہے۔

لیکن اگر دینداری کی وجہ سے رشک پیدا ہو رہا ہے تو یہ اچھی بات ہے، اس لئے کہ حدیث شریف میں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَيْنِ، رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالاً فَسَلَّطَهُ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا. (بخاری:العلم: باب الاغتباط فی العلم والحکمة: ۷۳)

اس حدیث میں حسد سے مراد رشک ہے، یعنی حقیقت میں رشک کے قابل صرف دو انسان ہیں، ایک وہ انسان قابل رشک ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے اور وہ اس مال کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر رہا ہے، اور اس کو اپنے لئے ذخیرۂ آخرت بنا رہا ہے، یہ شخص قابل رشک ہے، دوسرا وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا ہے اور اس علم کے ذریعہ سے لوگوں کو نفع پہنچا رہا ہے، اپنی تقریر اور تحریر سے لوگوں کو دین کی بات پہنچا رہا ہے، یہ شخص بھی قابل رشک ہے کہ خود بھی نیک عمل کر رہا ہے اور دوسروں کو نیکی کی ترغیب دے رہا ہے، اور جو لوگ اس کی ترغیب اور تعلیم کے نتیجے میں دین پر عمل پیرا ہوں گے ان کا ثواب بھی اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا، لہٰذا اگر دین کی وجہ سے کوئی شخص رشک کر رہا ہے کہ فلاں شخص دینداری میں مجھ سے آگے بڑھا ہوا ہے، یہ رشک پسندیدہ ہے اور بڑی اچھی بات ہے۔

لیکن دنیا کے مال ودولت کی وجہ سے دوسرے پر رشک کرنا کہ فلاں کے پاس مال زیادہ ہے، فلاں کے پاس دولت زیادہ ہے، فلاں کی شہرت زیادہ ہے، فلاں کی عزت زیادہ ہے، ان دنیاوی چیزوں پر رشک کرنا بھی اچھی بات نہیں، اس لئے کہ ان چیزوں میں زیادہ رشک کرنے کے نتیجے میں بالآخر حرص پیدا ہوگی، اور اس کے بعد حسد پیدا ہونے کا بھی اندیشہ ہے، اس لئے اس رشک کی بھی زیادہ ہمت افزائی نہیں کرنی چاہئے، بلکہ جب کبھی ایسا خیال آئے تو اس وقت آدمی یہ سوچے کہ اگر فلاں نعمت اس کو حاصل ہے تو اللہ نے مجھے بھی بہت سی نعمتیں عطا فرمائی ہیں، جو اس کے پاس نہیں ہیں، اور جو نعمتیں مجھے نہیں ملیں تو میری بھلائی اور مصلحت بھی اس میں ہے کہ مجھے وہ نعمت نہ ملے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مصلحت کی وجہ سے ہی مجھے وہ نعمت نہیں عطا فرمائی، اگر وہ نعمت مجھے حاصل ہوجاتی تو خدا جانے کس مصیبت کے اندر مبتلا ہوجاتا، بہرحال ان باتوں کو سوچے اور اس رشک کے خیال کو بھی اپنے دل سے نکالنے کی کوشش کرے۔ (اصلاحی خطبات: ۵/ ۷۹-۸۱)

❍❖❍

حسد: قرآن مجید کی روشنی میں

(۱) وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّاراً حَسَداً مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ. (البقرۃ:۱۰۹)

بہت سے اہل کتاب اپنے دلوں میں حسد کی بنا پر یہ چاہتے ہیں کہ تمہارے ایمان لانے کے بعد تمہیں پلٹا کر پھر کافر بنادیں، باوجودیکہ حق ان پر واضح ہو چکا ہے۔

عہدِ رسالت میں اللہ عزوجل نے اہل ایمان کو قرآن وایمان کی جو بے بہا دولت ونعمت عطا فرمائی تھی، پھر انجام کار جس کے صلے میں اللہ کی رضا، مقامِ قرب، سعادت دارین اور جنت کی نعمتیں ملنی تھیں، بد باطن یہودی ان سب سے جلتے تھے، اوران کے دلوں میں ہمہ وقت یہی تمنا اور آرزو رہتی تھی کہ یہ نعمت مسلمانوں سے سلب کرلی جائے، مذکورہ آیت میں اللہ نے یہود کی اس تمنا اور حسد کی صراحت فرمائی ہے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہورہا ہے کہ حسد دراصل ان لوگوں کا طریقہ ہے جو حق سے محروم ہوں اور باطل پر اڑے رہتے ہوں، چونکہ اہل ایمان کو باطل پرستوں کی مشابہت سے مکمل گریز ضروری ہے، اس لئے حسد- جو حرام ہے- سے بچنا بھی لازم ہے، حاسد انسان ہمیشہ حسد کی آگ میں جلتا رہتا ہے، اللہ کے بندوں پر اللہ کی طرف سے جس قدر انعامات ہوتے ہیں، حاسد کے دل کی جلن اسی قدر سوا ہوتی جاتی ہے، اسے گوارا نہیں ہوتا کہ دوسروں پر اللہ کا انعام ہو، گویا وہ اللہ کے فیصلے پر معترض رہتا ہے، پھر اُس پر خود جو نعمتیں اللہ کی ہوتی ہیں وہ

انہیں حقیر سمجھتا ہے، تبھی تو وہ دوسروں کو حاصل نعمتوں پر حسد میں مبتلا ہوتا ہے۔

قرآن نے یہاں حسد کے ذکر کے بعد ''مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ'' کے الفاظ سے واضح کر دیا ہے کہ ان کا حسد کسی جائز بنیاد پر نہیں، اندر کے خبث وعناد کی بنیاد پر تھا، اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حسد کی بیماری روحانی، نفسانی اور قلبی ہوتی ہے، اور اس سے بچے بغیر اپنے قلب و روح اور نفس و باطن کو پاک صاف نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذاً لَّا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيراً، أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِن فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُم مُّلْكاً عَظِيماً. (النساء:٥٣-٥٤)

تو کیا ان کو کائنات کی بادشاہی کا کوئی حصہ ملا ہوا ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو یہ لوگوں کو گٹھلی کے شگاف کے برابر بھی کچھ نہ دیتے، یا یہ لوگوں سے اس بنا پر حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے ان کو اپنا فضل کیوں عطا کر رکھا ہے؟ سو ہم نے تو ابراہیم کے خاندان کو کتاب اور حکمت عطا کی تھی اور انہیں بڑی سلطنت دی تھی۔

اس آیت میں بھی یہود کے حسد کا تذکرہ ہے، یہود حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں ہیں، انہیں توقع تھی کہ حضور اکرم ﷺ ان کے خاندان سے ہوں گے، مگر جب آپ ﷺ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں مبعوث فرمائے گئے تو یہود حسد میں مبتلا ہو گئے، قرآن نے اس کا ذکر کیا ہے کہ اللہ کا فضل ''شرف نبوت'' کی صورت میں اولاد اسماعیل میں آیا، تو یہود اس پر حسد میں مبتلا ہو گئے ہیں۔

مفسر ابوالسعودؒ فرماتے ہیں کہ:

یہاں یہود کو زجر و توبیخ کی جا رہی ہے کہ وہ تمام رذائل میں سب سے بدتر چیز حسد کے شکار ہو گئے ہیں، اور اس طرح وہ اللہ کے فیصلوں پر اعتراض کر رہے ہیں۔

(موسوعۃ الاخلاق:۴/۳۳۹)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو جو علم وفضل اور جاہ وجلال عطا کیا تھا، اس پر یہودی جلتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آیت نمبر ۵۳ و ۵۴ میں ان کے اسی حسد وبغض کی شدید مذمت کی ہے، اوران کے حسد کو نامعقول قرار دیتے ہوئے دو وجہیں بیان کی ہیں، ایک وجہ آیت نمبر ۵۳/ میں بیان کی اور دوسری آیت نمبر ۵۴/ میں، لیکن دونوں کا حاصل ایک ہے، یعنی تمہارا حسد کس بات پر ہے، اگر اس پر ہے کہ اصل صاحب سلطنت تم ہو، تمہاری ہی سلطنت ان کو مل گئی، اس کا غلط ہونا تو کھلا ہوا ہے کہ تم سلطنت سے خود محروم ہو اور تمہیں کچھ حصہ سلطنت کا مل جاتا تو تم ایک کوڑی بھی کسی کو نہ دیتے، اور اگر تمہارا حسد اس پر ہے کہ گو سلطنت ہمارے پاس سے ان کے پاس نہیں گئی تو پھر بھی ان کو کیوں ملی، ان کو سلطنت سے کیا علاقہ؟ تو اس کا جواب یہ دیا کہ یہ بھی انبیاء کے خاندان سے ہیں جن میں سلطنت پہلے سے ہوتی آئی ہے، اس لئے کسی اجنبی جگہ سلطنت نہیں آئی، لہٰذا تمہارا حسد کرنا نامعقول ہے۔

حسد خواہ دنیاوی کمال پر ہو یا دینی کمال پر دونوں حرام ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے قول ”أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِنَ الْمُلْكِ“ سے امر اول کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے، اور ”اَلْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ“ سے امر ثانی کی طرف۔ (معارف القرآن:۲/ ۴۳۹-۴۴۰)

(۳) وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْأَلُوا اللّٰهَ مِن فَضْلِهِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا. (النساء: ۳۲)

اور جن چیزوں میں ہم نے تم کو ایک دوسرے پر فوقیت دی ہے، ان کی تمنا نہ کرو، مردوں نے جو عمل کئے، وہ ان کا حصہ ہے، اور عورتوں نے جو عمل کئے وہ ان کا حصہ ہے، ہاں: اللہ سے اُس کے فضل وکرم کی التجا کرتے رہو، بے شک اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔

کچھ خواتین نے اس تمنا کا اظہار کیا تھا کہ وہ مرد ہوتیں تو جہاد میں شرکت کی فضیلت انہیں بھی حاصل ہوجاتی، یہ بات بھی ان کے ذہنوں میں آئی کہ میراث میں مردوں کا حصہ ان کے مقابلے میں زیادہ ہے، وہ مرد ہوتیں تو انہیں زیادہ ملتا، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی تھی، جس میں یہ اصول واضح فرمادیا گیا ہے کہ جو امور انسان کے دائرۂ اختیار سے باہر ہیں ان میں اللہ نے اپنی حکمت سے کسی کو کسی لحاظ سے فوقیت عطا کی ہے اور کسی کو کسی اعتبار سے، کسی کو مرد بنایا کسی کو خاتون، کسی کو طاقتور بنایا کسی کو کم زور، کسی کو زیادہ حسن دیا کسی کو کم، اللہ ہر ایک کی صلاحیت سے خوب واقف ہے، اور اسی کے علم میں ہے کہ کس سے کیا ذمہ داری متعلق رکھی جائے، اور ذمہ داری کے تناسب سے کس کے کیا حقوق طے کئے جائیں، اس لئے دوسرے کو جو ملا ہے اسے اللہ کا فیصلہ اور سراپا خیر وحکمت سمجھ کر راضی رہنا چاہیئے، اور نہ حسد کا شکار ہونا چاہیئے کہ ان سے وہ نعمتیں چھین جائیں، اور نہ ان کی تمنا کر کے اپنے کو بے وجہ حسرت میں مبتلا کرنا چاہیئے، ہاں جو امور انسان کے اختیار میں ہوتے ہیں ان میں بہتر سے بہترین کی طرف بڑھنے کی کوشش ہونی چاہیئے، ان میں اللہ کے قانون کے مطابق جو جیسا عمل کرے گا ویسا نتیجہ برآمد ہوگا، اور ان میں مرد وعورت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

بہر حال: اس آیت کی اصل تعلیم دوسروں کو حاصل شدہ غیر اختیاری فضائل کی تمنا کرنے سے ممانعت ہے، اس لئے کہ اس کا نتیجہ ''حسد'' پیدا ہوجانے کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، اور حسد انسانی اخلاق میں بے انتہا ضرر رساں خصلت ہے اور بے شمار نزاعات اور مفاسد کا سبب ہے، اس آیت میں فساد کے اسی دروازے کو بند کردیا گیا ہے۔

(۴) سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انطَلَقْتُمْ إِلَى مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ قُل لَّن تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِن قَبْلُ فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا. (الفتح: ۱۵)

عنقریب جب تم مالِ غنیمت لینے چلو گے تو جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ
کہیں گے: ہم کو بھی اجازت دو کہ ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں، یہ چاہتے ہیں
کہ خدا کے حکم کو بدل ڈالیں، آپ فرما دیجئے: تم لوگ ہرگز ہمارے ساتھ نہیں
چل سکتے، اللہ نے پہلے ہی یہ فرما دیا ہے، تو اب وہ کہیں گے: بلکہ تم لوگ تو ہم
سے حسد کرتے ہو، حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ بہت کم سمجھتے ہیں۔

صلح حدیبیہ کے بعد محرم ۷ھ میں آپ ﷺ نے غزوۂ خیبر کا ارادہ فرمایا، اور اعلان کر دیا کہ جو لوگ صلح حدیبیہ کے سفر میں ہمراہ تھے، انہیں کو خیبر کے سفر میں جانے کی اجازت ہوگی، خیبر مالداروں کا علاقہ تھا، وہاں کامیابی اور خوب دولت حاصل ہونے کی امید تھی، اس لئے جو منافقین صلح حدیبیہ کے سفر میں شریک نہیں تھے، وہ بھی خیبر جانے کے آرزومند تھے، مگر جب انہیں شریکِ سفر نہیں کیا گیا تو وہ الزام لگانے لگے کہ مسلمان ہم سے حسد کرتے ہیں، اور ہمیں مالِ غنیمت میں شرکت سے محروم کرنا چاہتے ہیں، مذکورہ آیت میں منافقوں کے اسی تبصرے کا ذکر کیا گیا ہے، اور وضاحت فرمائی گئی ہے کہ ان کی طرف سے مسلمانوں پر ''حسد'' کا الزام بالکل بے بنیاد ہے، ان کو خیبر نہ لے جایا جانا اللہ کے حکم کے مطابق ہے، مسلمان ان کے لئے اپنے دلوں میں کوئی حسد نہیں رکھتے۔

واقعہ یہ ہے کہ خود منافقین اہل ایمان سے بدترین حسد اور بغض رکھتے تھے، اور بے بنیاد الزامات اور تہمتیں مسلمانوں پر لگایا کرتے تھے، حسد اہل نفاق کی خاص عادت ہوتی ہے، سچے اہل ایمان اس گندگی سے دور رہا کرتے ہیں۔

(۵) وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ
عَظِيمٍ، أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَةَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم
مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ

لِیَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضاً سُخْرِیّاً وَرَحْمَتُ رَبِّکَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُونَ. (الزخرف: ۳۱-۳۲)

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ قرآن (مکہ اور طائف) دونوں شہروں کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ اتارا گیا؟ کیا آپ کے پروردگار کی رحمت کو یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں؟ ہم نے ان کے درمیان ان کی دنیوی زندگی کی روزی تقسیم کر رکھی ہے، اور ایک کو دوسرے پر کئی درجہ فوقیت عطا کر رکھی ہے، تا کہ ایک دوسرے سے خدمت لیتے رہیں، اور آپ کے پروردگار کی رحمت ان چیزوں سے بہتر ہے جو یہ سمیٹتے پھر رہے ہیں۔

ان آیات میں اہل کفر کے اُس حسد کا ذکر ہے جو انہیں آپ ﷺ کو نبوت وقرآن کی نعمت عطا کئے جانے پر تھا، ایک صاحب فکر نے خوب لکھا ہے:

اہل مکہ کا ایک نامعقول مطالبہ یہ تھا کہ وہ کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو نبی بنانا ہی تھا تو مکہ اور طائف کے کسی بڑے سردار پر قرآن کیوں نہیں اُتارا گیا؟ بعض مفسرین نے مکہ اور طائف کے بعض سرداروں کے نام بھی ذکر کئے ہیں کہ لوگ کہا کرتے تھے کہ اگر نبی ہونا ہی تھا تو ان کو ہونا چاہئے، اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ عجیب بات ہے کہ نبوت ورسالت تو اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، وہی اس کے مالک ہیں، لیکن یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی تقسیم اپنی مرضی سے نہ کریں، اِن لوگوں کی مرضی سے کریں، کوئی بھی سمجھ دار اس بات کو قبول نہیں کرسکتا کہ کوئی چیز ہو تو آپ کی ملکیت، لیکن اس کو تقسیم کرنے لگیں دوسرے لوگ، یہ ایسے ہی ہے جیسے تم مال ودولت کو دیکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کسی کو زیادہ دے دیتے ہیں اور کسی کو کم، یہ اللہ کی مرضی ہے اور اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ اگر سارے کے سارے لوگ دولت وثروت کے لحاظ سے برابر ہو جائیں تو کوئی دوسرے کی خدمت کرنے والا اور ایک دوسرے کا کام کرنے والا نہ رہے اور زندگی کا پورا نظام معطل ہو کر رہ جائے، اخیر میں فرمایا گیا کہ ان کو مال ودولت پر ناز ہے

اور یہ اسی کو بڑا سمجھتے ہیں، جس کے پاس مال و اسباب ہوں، مگر نبوت و ہدایت اللہ کی ایسی نعمت ہے جو ان نعمتوں سے کہیں بڑھ کر ہے۔ (آسان تفسیر: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی: ۲/۵۱۳-۵۱۴)

(٦) إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ، أُدْخُلُوهَا بِسَلَامٍ آمِنِينَ، وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَاناً عَلَى سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ. (الحجر: ٤٥-٤٧)

متقی لوگ باغات اور چشموں میں رہیں گے، ان سے کہا جائے گا کہ جنت کے ان باغات میں سلامتی کے ساتھ بے خوف ہوکر داخل ہوجاؤ، ان کے سینوں میں جو کچھ رنجش ہوگی، اُسے ہم نکال پھینکیں گے، وہ بھائی بھائی بن کر آمنے سامنے اونچی نشستوں پر بیٹھے ہوں گے۔

ان آیات سے اور قرآن کی دیگر متعدد آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے دل اور سینے ہر قسم کی آلائش سے بالکل پاک صاف کردیئے جائیں گے، ایک روایت میں بتایا گیا ہے کہ اہل ایمان جب پل صراط سے گزر کر جہنم سے نجات حاصل کرلیں گے تو ان کو جنت و دوزخ کے درمیان ایک پل کے اوپر (جو پل صراط کا آخری حصہ ہوگا) روک لیا جائے گا، اوران میں باہم اگر کسی سے کوئی رنجش تھی یا کسی کا کسی پر حق تھا تو وہاں پہونچ کر ایک دوسرے سے انتقام لے کر اپنے معاملات صاف کرلیں گے، اس طرح وہ حسد و بغض اور کینہ کپٹ سے پاک صاف ہوکر جنت میں داخل ہوں گے۔ (بخاری: المظالم: باب قصاص المظالم: ۲۴۴۰)

مختلف روایات میں اہل جنت کے لئے "قُلُوبُهُمْ عَلَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ، لَا تَبَاغُضَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَحَاسُدَ" (ان سب کے دل ایک دل کی مانند صاف وشفاف ہوں گے، ان میں نہ باہم بغض ہوگا اور نہ حسد) کے الفاظ آئے ہیں۔ (بخاری: بدء الخلق: باب ماجاء فی صفۃ الجنۃ: ۳۲۵۴)

معلوم ہوا کہ دلوں کا حسد سے پاک صاف ہونا اہل جنت کی خاص صفت ہے، اس لئے ہر صاحب ایمان کو دنیا کی زندگی میں اس صفت سے آراستہ ہونے کی ہر ممکن کوشش اور فکر کرنی چاہئے۔

حضرت تھانویؒ کے ملفوظات میں مذکور ہے:

یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ اہل جنت کے درجات متفاوت ہوں گے، ایک درجہ اور دوسرے درجہ میں بڑا فرق ہوگا، انسانی فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ چھوٹے درجہ والے کو بڑے درجہ والے پر اگر حسد بھی نہ ہوتو کم ازکم غبطہ اور اس کے نتیجہ میں ایک قسم کی حسرت ہوتی ہے، جنت میں حسد تو نہیں ہوگا کیونکہ وہ فعل حرام ہے، مگر یہ سوال ہوتا ہے کہ غبطہ بھی ہوا تو ایک قسم کی حسرت اور کلفت تو ہوگی اور جنت سب کلفتوں سے پاک جگہ ہے، وہاں کسی کو کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہئے، (اس کا جواب یہ ہے کہ) جنت کے حالات کو دنیا پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، وہاں حق تعالیٰ سب کو ایک 'وصفِ قناعت' عطا فرمائیں گے کہ ہر شخص اپنے مقام پر خوش اور مگن رہے گا، بڑے درجہ کے لوگوں کو دیکھ کر اس کے دل میں کوئی حسرت و بے چینی پیدا نہ ہوگی۔ (مجالس حکیم الامت:۴۱)

(۷) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَ تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لاَ يَأْلُونَكُمْ خَبَالاً وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الآيَاتِ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ، هَاأَنتُمْ أُوْلاءِ تُحِبُّونَهُمْ وَلاَ يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ كُلِّهِ وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ، إِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لاَ يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئاً إِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُونَ

مُحِيطٌ. (آل عمران: ۱۱۸-۱۲۰)

اے ایمان والو! اپنے سے باہر کے کسی شخص کو راز دار مت بناؤ، یہ لوگ تمہاری بدخواہی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے، ان کی دلی خواہش یہ ہے کہ تم تکلیف اٹھاؤ، بغض ان کے منھ سے ظاہر ہو چکا ہے، اور جو کچھ عداوت وہ سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں وہ کہیں زیادہ ہے، ہم نے پتے کی باتیں تمہیں کھول کھول کر بتادی ہیں، بشرطیکہ تم سمجھ سے کام لو، دیکھو: تم تو ایسے ہو کہ ان سے محبت رکھتے ہو، مگر وہ تم سے محبت نہیں رکھتے، اور تم تو تمام آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہو، اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم قرآن پر ایمان لے آئے، اور جب تنہائی میں جاتے ہیں تو تمہارے خلاف غصے کے مارے اپنی انگلیاں چباتے ہیں، ان سے کہہ دو کہ اپنے غصے میں خود مر رہو، اللہ سینوں میں چھپی ہوئی باتیں خوب جانتا ہے، اگر تمہیں کوئی بھلائی مل جائے تو ان کو برا لگتا ہے، اور اگر تمہیں کوئی گزند پہونچے تو یہ اس سے خوش ہوتے ہیں، اگر تم صبر اور تقویٰ سے کام لو تو ان کی چالیں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہونچا ئیں گی، جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ سب اللہ کے علم وقدرت کے احاطے میں ہے۔

ان آیات میں منافقین کے مارِ آستین گروہ کے کردار کی بہت سچی تصویر کشی کی گئی ہے، اہل ایمان سے ان کو جو نفرت ہے، عداوت وبغض کا جو زہر ان میں بھرا ہوا ہے، حسد اور جلن میں جس درجہ وہ مبتلا ہیں، ان آیات میں سب کچھ آشکارا کر دیا گیا ہے، اہل ایمان کو خبر دار کر دیا گیا ہے کہ تم ان کے زبانی دعووں اور جھانسوں میں مت آؤ، انہیں اپنا راز دار مت بناؤ، تمہارے دل ان کی محبت سے آباد نہ ہوں، وہ تمہارے بدخواہ ہیں، ان کے دل کی تمنا اور آرزو یہ ہے کہ تم پریشانیوں میں مبتلا رہو، ان کے سینوں میں بغض اور حسد کا ڈیرہ ہے، وہ تمہارے پیچھے سازشیں

کرتے ہیں، تمہاری راحتیں ان کے لئے اذیت کا سامان ہوتی ہیں اور تمہاری کلفتیں ان کے لئے باعثِ فرحت و مسرت ہوتی ہیں۔

منافقوں کے اس باطنی کردار کا خلاصہ دو باتیں ہیں: (۱) حسد (۲) بغض، اور اہل ایمان کو ان کی سازشوں کے نقصانات سے محفوظ رکھنے کی دو تدبیریں بتائی گئی ہیں: (۱) صبر (۲) تقوی۔

معلوم ہوا کہ "حسد" اہل نفاق کی خاص علامت ہے اور ہر منافق اس میں مبتلا ہو کر ہی رہتا ہے۔

(۸) وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ أَوْلِيَاءَ. (النساء: ۸۹)

وہ چاہتے ہیں کہ کاش تم بھی کفر اختیار کر لیتے، جیسے انہوں نے کفر کا ارتکاب کیا ہے، تا کہ تم سب برابر ہو جاؤ، لہذا ان میں سے کسی کو دوست مت بناؤ۔

اس آیت میں بھی یہ بتایا گیا ہے کہ کفار اور منافقین کو اہل ایمان کے پاس موجود "ایمان" کی گراں قدر اور بیش بہا نعمت و دولت سے بے انتہا حسد ہوتا ہے، اور ان کے دلوں کی چاہت اور تمام تر کوشش یہ ہوتی ہے کہ اہل ایمان سے دولتِ ایمان چھن جائے، اور وہ انہیں کی طرح کفر میں داخل ہو جائیں، تا کہ سب برابر ہو جائیں، قرآن نے اہل ایمان کو ان کے حسد اور سازش سے ہوشیار رہنے اور انہیں دوست نہ بنانے کی خاص تاکید کی ہے۔

(۹) وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ. (الحشر: ۹)

انصار کی خوبی یہ ہے کہ جو کچھ مہاجرین کو دیا جاتا ہے وہ اپنے سینوں میں

اُس پر کوئی حسد نہیں رکھتے، بلکہ خود ضرورت مند ہونے کے باوجود انہیں اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں، اور جو اپنے دل کی تنگی سے بچا لئے جائیں، وہی دراصل کامیاب ہیں۔

یہاں انصارِ مدینہ کے امتیازات اور فضائل کا ذکر جمیل ہو رہا ہے، ان کا ایک امتیاز ان کے دلوں کا حسد کی نفسیات سے پاک صاف ہونا ہے، ان کی دوسری خصوصیت ''ایثار'' (دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دینا) ہے، تیسرا کمال دل کی تنگی، بخل اور حرص سے محفوظ رہنا ہے، متعدد مفسرین نے اس آیت میں ''حَـاجَةً'' کی تفسیر ''حسد'' سے کی ہے (زاد المسیر: ۲۳/۸) حسد سے حفاظت بہت اعلیٰ درجہ کی اخلاقی خوبی اور کمال ہے، انصار مدینہ کو اس کمال کا وافر حصہ عطا ہوا تھا، مہاجرین کے لئے ان کی فراخ دلی اور جذبۂ ایثار تاریخ انسانیت میں بے نظیر نمونے کا مقام رکھتا ہے۔

(۱۰) قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، مِن شَرِّ مَا خَلَقَ، وَمِن شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ، وَمِن شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ، وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ. (الفلق)

آپ کہہ دیجئے: میں صبح کے مالک کی پناہ مانگتا ہوں، تمام مخلوقات کے شر سے، اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ پھیل جائے، اور ان عورتوں کے شر سے جو گرہوں میں پھونک مارتی ہیں، اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے۔

قرآن مجید کی آخری دونوں سورتیں (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) ''مُعَوِّذَتَیْنِ'' کہلاتی ہیں، ان میں مختلف شرور سے اللہ کی پناہ طلب کی گئی ہے، بعض یہودیوں نے ''حسد'' کے جذبے میں آپ ﷺ پر سحر کر دیا تھا اور اس کے اثر سے دنیاوی امور میں آپ ﷺ کو قدرے بھول ہونے لگی تھی، اسی واقعے کے پس منظر میں یہ سورتیں نازل ہوئی ہیں جو ہر طرح کے شرور سے

امن وحفاظت کی دعا پر مشتمل ہیں۔

سورۃ الفلق میں پہلے تو عمومی طور پر تمام مخلوقات کے شر سے پناہ چاہی گئی ہے، پھر تین چیزوں کا خصوصیت سے ذکر آیا ہے:

(۱) اندھیری رات کے شر سے پناہ چاہی جارہی ہے، اس لئے کہ دنیا میں شر اور نقصان کی بیشتر صورتیں رات کی ظلمتوں ہی میں نقصان پہونچاتی ہیں، جنات وشیاطین، موذی جانوروں، رہزنوں اور چوروں اور دشمنوں کے حملوں اور آبروریزی سب کا پھیلاؤ رات ہی میں ہوتا ہے، جادو کی تاثیر بھی رات کے اوقات میں زیادہ ہوتی ہے۔

(۲) جادوگرنیوں کے شر سے پناہ مانگی جارہی ہے، جادو کا عمل عام طور پر عورتوں ہی کے ذریعہ ہوتا ہے، آپ ﷺ کے ساتھ جادو کا جو واقعہ پیش آیا تھا، اس میں مشہور یہودی ’’لبید بن اعصم‘‘ کے کہنے پر اس کی بیٹیوں کا مرکزی کردار تھا۔

(۳) حاسد کے حسد کے شر سے حفاظت طلب کی جارہی ہے، آپ ﷺ پر جادو کا اقدام اسی حسد کی وجہ سے ہوا تھا، ہر صاحب کمال کو حاسدین کا سامنا کرنا ہوتا ہے، آپ ﷺ سب سے بڑے صاحب کمال تھے اس لئے آپ کو ہر طرف سے حاسدین کے گروپوں کا مقابلہ تھا، اس لئے خصوصیت سے یہاں حسد اور حاسد سے پناہ چاہی جارہی ہے، منقول ہے کہ آپ ﷺ کے دادا جناب عبدالمطلب آپ کے بچپن میں آپ کے لئے یہ کلمات کہا کرتے تھے:

أُعِيذُهُ بِالْوَاحِدِ
مِنْ شَرِّ كُلِّ حَاسِدِ

میں ان کو ہر حاسد کے شر سے خدائے واحد کی پناہ میں دیتا ہوں۔ (اشکر حسادک:۲۰۶)

غور کیا جائے کہ اس سورۃ میں ’’حَاسِدٍ‘‘ کے ساتھ ’’إِذَا حَسَدَ‘‘ (جب وہ حسد کرنے لگے) کی قید بھی ذکر ہوئی ہے، اس کی حکمت یہ ہے کہ جب تک حاسد دل میں کڑھتا

رہے، حسد کی وجہ سے ایذا رسانی کا کوئی عملی اقدام نہ کرے، اس وقت تک تو نقصان صرف اسی کی ذات تک محدود رہتا ہے (کہ وہ جلن اور کڑھن اور فضول حسرت میں مبتلا اور غمزدہ رہتا ہے، وہ دوسرے کے لئے ایسا شر نہیں بنتا کہ اس سے پناہ مانگی جائے) مگر جب وہ عملی یا قولی اقدام کرتا ہے تب دوسروں تک اس کا نقصان متعدی ہو جاتا ہے، اس لئے اس صورت میں خاص حفاظت کی دعا مانگی گئی ہے۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں:

جیسے قابل مذمت و عیب مخلوقات میں ''شیطان'' سب سے بڑھ کر قابل عیب ہوتا ہے، اسی طرح تمام انسانی شرور میں سب سے خطرناک اور بے شمار گناہوں اور مفاسد کا مجموعہ اور سر چشمہ ''حسد'' کا شر ہوتا ہے، اسی لئے یہاں تمام شرور کے بعد سب سے آخر میں سب سے بڑے شر کا تذکرہ کرتے ہوئے '' وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ'' فرمایا گیا ہے۔ (مفاتیح الغیب: ۱/ ۲۲۶)

حضرت حسین بن الفضلؒ فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ جَمَعَ الشُّرُوْرَ وَخَتَمَهَا بِالْحَسَدِ لِيُعْلَمَ أَنَّهُ أَخَسُّ الطَّبَائِعِ.

اللہ نے یہاں تمام شرور کو جمع کر دیا، اور آخر میں حسد کا ذکر فرمایا تا کہ معلوم ہو جائے کہ سب سے خسیس حرکت وہی ہے۔ (موسوعۃ الاخلاق: ۴/ ۳۳۸)

ایک صاحب قلم نے لکھا ہے:

حسد کی تشریح کرتے ہوئے ابن منظور لکھتے ہیں: کسی کی خوشحالی اور عزت کو دیکھ کر جلنا اور یہ آرزو کرنا کہ کاش یہ دولت اس کے بجائے مجھے ملتی، اس عزت و فضیلت سے اس کے بجائے میں بہرہ ور ہوتا، اور اگر یہ چیزیں میرے نصیب میں نہ تھیں تو کم از کم اس سے چھین لی جاتیں، اس کو بھی ان سے محروم کر دیا جاتا۔

یہ جذبہ انسان کی کمینگی اور خستِ طبع پر دلالت کرتا ہے، لیکن بات یہاں تک محدود نہیں رہتی، بسا اوقات یہ بڑے بڑے جور وستم کا سبب بن جاتا ہے، جو انسان حسد کی آگ میں جل رہا ہوتا ہے وہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھا نہیں رہتا بلکہ ایسی تدبیریں سوچتا ہے، ایسی سازشیں کرتا ہے، اس قسم کے گٹھ جوڑ کرتا ہے جس سے وہ اپنی ناپاک آرزو کو پورا کر سکے، اس سے ایسی ایسی مذموم حرکتیں سرزد ہوتی ہیں جو شرفِ انسانی سے کوئی مناسبت نہیں رکھتیں، قابیل نے ہابیل کو حسد کی وجہ سے ہی قتل کیا تھا، ابوجہل اور دیگر اکابر قریش یہ جانتے ہوئے بھی کہ حضور سچے نبی ہیں، محض حسد کی وجہ سے دین اسلام کو قبول نہیں کرتے تھے۔

جس انسان پر اللہ تعالیٰ کا کوئی خصوصی کرم ہوتا ہے، اس کے بدخواہ اکثر پیدا ہو جاتے ہیں، وہ ان کی عزت کرتا ہے، ان کی دلجوئی کرتا ہے، جہاں تک بن پڑے ان کی خدمت سے بھی گریز نہیں کرتا، اس کے باوجود حاسدوں کے سینوں میں حسد کی آگ بھڑکتی رہتی ہے، وہ بلا وجہ جلتے رہتے ہیں، انسان نہ تو خود ہر حاسد کو پہچان سکتا ہے اور نہ حاسدوں کے منصوبوں سے آگاہ ہو سکتا ہے اور اگر آگاہ ہو بھی جائے تو بسا اوقات ان کا تدارک کرنے سے قاصر ہوتا ہے، اس لئے حکم دیا جارہا ہے کہ تم اپنے رب کریم کے دامن عاطفت میں پناہ لے لو، بے شک ان حاسدوں کی شر انگیزیوں سے وہی بچ سکتا ہے جسے اس کی پناہ حاصل ہو جائے۔ (ضیاء القرآن: ۵/۷۳۱-۷۳۲)

علامہ ابن سماکؒ نے لکھا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ سُوْرَةَ الْفَلَقِ وَجَعَلَهَا عَوْذَةً لِخَلْقِهِ مِنْ صُنُوْفِ الشَّرِّ، فَلَمَّا انْتَهٰى إِلَى الْإِعَاذَةِ مِنَ الْحَسَدِ جَعَلَهَا خَاتِمًا إِذْ لَمْ يَكُنْ بَعْدَهُ فِي الشَّرِّ نِهَايَةٌ. (اشكر حسادك: ۱۹۲)

بلاشبہ اللہ نے سورۂ فلق نازل فرمائی اور اسے اپنی مخلوقات کے لئے مختلف شرور سے امن وحفاظت و پناہ کا ذریعہ بنایا، پھر جب حسد سے پناہ

طلب کرنے کا ذکر آیا تو اسے سورۃ کا اخیر بنادیا، اس لئے کہ حسد کے بعد اس سے بڑا کوئی شر نہیں ہوسکتا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں علامہ جلال الدین سیوطیؒ کا یہ ارشاد نقل کیا جائے:

عَشَرَةُ أَشْيَاءَ تَمْنَعُ عَشَرَةَ أَشْيَاءَ: اَلْفَاتِحَةُ تَمْنَعُ غَضَبَ الرَّبِّ، يٰسِيْن تَمْنَعُ عَطَشَ الْقِيَامَةِ، اَلدُّخَانُ تَمْنَعُ مِنْ أَهْوَالِ الْقِيَامَةِ، اَلْوَاقِعَةُ تَمْنَعُ اَلْفَقْرَ وَالْفَاقَةَ، اَلْمُلْكُ تَمْنَعُ عَذَابَ الْقَبْرِ، اَلْكَوْثَرُ تَمْنَعُ خُصُوْمَةَ الْخُصَمَاءِ، اَلْكَافِرُوْنَ تَمْنَعُ الْكُفْرَ عِنْدَ النَّزْعِ، اَلاِخْلَاصُ تَمْنَعُ النِّفَاقَ، اَلْفَلَقُ تَمْنَعُ حَسَدَ الْحَاسِدِيْنَ، وَالنَّاسُ تَمْنَعُ الوَسْوَاسَ.

دس سورتیں دس چیزوں سے بچاتی اور محفوظ رکھتی ہیں:

(۱) سورۃ الفاتحہ: اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچاتی ہے۔

(۲) سورۃ یٰسین: قیامت کے روز پیاس سے بچائے گی۔

(۳) سورۃ دخان: قیامت کے روز اس کی ہولناکیوں سے محفوظ رکھے گی۔

(۴) سورۃ واقعہ: فقر وفاقہ سے بچاتی ہے۔

(۵) سورۃ الملک: عذاب قبر سے محفوظ رکھتی ہے۔

(۶) سورۃ الکوثر: دشمنوں کی دشمنی سے محفوظ رکھتی ہے۔

(۷) سورۃ الکافرون: نزع یعنی جان کنی کے وقت کفر سے بچاتی ہے۔

(۸) سورۃ اخلاص: نفاق سے محفوظ رکھتی ہے۔

(۹) سورۃ الفلق: حاسدوں کے حسد سے بچاتی ہے۔

(۱۰) سورۃ الناس: انسانوں کو مختلف قسم کے وسوسوں سے محفوظ رکھتی ہے۔

(روزنِ تاریخ سے: ۴۱۱)

حسد اور احادیث کی روشن تعلیمات

حضور اکرم ﷺ سے منقول احادیث وروایات میں ''حسد'' کے حوالے سے بنیادی اور روشن رہ نما تعلیمات ملتی ہیں، آپ ﷺ کے مختلف خطبوں اور ہدایات میں امت کے نام دیگر مختلف امور کے ساتھ ''لا تَحَاسَدُوا'' (باہم حسد مت کرو) کا خاص پیغام ملتا ہے، ذیل میں ان میں سے چند احادیث کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) حضرت ابوہریرہؓ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

إِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ، فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ أَوِ الْعُشْبَ. (ابوداؤد: الادب: باب فی الحسد: ٤٩٠٣)

تم حسد کے مرض سے خوب خوب بچو، اس لئے کہ حسد آدمی کی نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی یا گھاس پھوس کو کھا جاتی ہے۔

حضرت انسؓ نے آپ ﷺ سے نقل کیا ہے:

اَلْحَسَدُ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ. (ابن ماجة: الزهد: باب الحسد: ٤٢١٠)

حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

حضرت حسن بن علیؓ کے الفاظ یہ ہیں:

اَلْغِلُّ وَالْحَسَدُ يَاكُلانِ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ. (كنز العمال: ١٨٦/٣، رقم: ٧٤٤١)

کینہ اور حسد نیکیوں کو ایسے ہی کھا لیتے ہیں جیسے آگ لکڑی کو کھا لیتی ہے۔

آگ کے وہ شعلے جو دھیرے دھیرے سلگتے ہیں، ان کی خاصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ جس چیز تک پہونچتے ہیں، اسے یک بارگی جلا کر ختم کرنے کے بہ جائے تھوڑا تھوڑا کر کے اسے کھاتے رہتے ہیں، بالآخر اسے ختم کر ڈالتے ہیں، حسد کا روگ بالکل انہیں شعلوں کی مانند ہوتا ہے، حسد کی آگ انسان کے دل ودماغ میں دھیرے دھیرے سلگتی ہے، اور انسان کی ایک ایک نیکی کو کھاتی چلی جاتی ہے اور انسان کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ وہ بالکل محروم اور خالی ہاتھ ہو گیا ہے، شریعت اسلام میں چند گنے چنے جرائم ہی ایسے ہیں جو انسان کے سابقہ نیک کاموں کو ملیامیٹ کر ڈالتے ہیں، ان میں کفر وشرک تو سب سے نمایاں ہیں، ان کے بعد شانِ رسالت میں گستاخی اور بے ادبی بھی انہیں جرائم میں ہے، مذکورہ احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ حسد کا گناہ بھی انہیں سنگین جرائم میں داخل ہے جو انسان کے کئے کرائے کو غارت کر دیتے ہیں، انسان کی اس سے بڑی حماقت کیا ہو سکتی ہے کہ جو نیکیاں اس نے اپنے لئے ذخیرۂ آخرت کے طور پر جمع کی ہیں، انہیں حسد کے بے لذت مہلک گناہ میں مبتلا ہو کر برباد کر ڈالے۔

دوسروں کے بارے میں اچھی رائے رکھنا، ان کی ترقیات وکمالات سے خوش ہونا، ان کے لئے دعا کا اہتمام کرنا اور ان کا ذکرِ خیر کرنا اعلیٰ درجہ کی نیکی، عظیم صدقہ اور ہر صاحب ایمان سے شریعت کا اولین مطالبہ ہے، مگر جب دل میں ''حسد'' پیدا ہو جاتا ہے تو آدمی سب سے پہلے اس نیکی سے محروم ہوتا ہے، اب اس کی زبان دوسروں کے لئے خیر کے بہ جائے شر کے ساتھ کھلتی ہے، اس کے دل میں دوسروں کے لئے محبت کے بہ جائے نفرت کے جذبات ہوتے ہیں، اس طرح وہ دوسروں کے حق میں کلمۂ خیر کہنے کی نیکی تک سے محروم ہو جاتا ہے جو بلاشبہ بہت بڑی محرومی ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

حسد کو صوفیائے کرام نے آگ سے تشبیہ دی ہے، کیونکہ ''حسد'' کے نتیجے میں

انسان کے دل میں ’’جلن‘‘ پیدا ہو جاتی ہے، مثلاً کسی دوسرے کو اچھی حالت میں دیکھا اور اس کو اپنے سے بڑھتا ہوا دیکھا تو طبیعت میں ایک جلن پیدا ہو جاتی ہے، چنانچہ حسد کے بارے میں ایک عربی شاعر نے کہا ہے ۔

أَلنَّارُ تَأْكُلُ بَعْضَهَا إِنْ لَمْ تَجِدْ مَا تَاكُلُ.

جس کا مفہوم یہ ہے کہ حسد کی مثال آگ جیسی ہے اور آگ کی خاصیت یہ ہے کہ جب اس کو دوسری چیز کھانے کو ملے تب تو یہ اس کو کھاتی رہے گی، مثلاً لکڑی کو آگ لگی ہوئی ہے تو وہ آگ لکڑی کو کھاتی رہے گی، لیکن جب لکڑی ختم ہو جائے گی تو آگ کا ایک حصہ خود اپنے دوسرے حصے کو کھانا شروع کر دے گا، یہاں تک کہ وہ آگ بھی ختم ہو جائے گی، اسی طرح حسد کی آگ بھی ایسی ہے کہ حسد کرنے والا پہلے تو دوسرے کو خراب کرنے اور دوسرے کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے، لیکن جب حاسد دوسرے کو نقصان نہیں پہنچا سکتا تو پھر خود حسد کی آگ میں جل جل کر بیمار ہو جاتا ہے اور اس کو ظاہری بیماری لگ جاتی ہے، کتنے لوگ ہیں جو اس حسد کی آگ میں جل جل کر خود ختم ہو گئے ۔ (اصلاحی مجالس: ۴/ ۱۴۸)

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوریؒ کے مواعظ میں ہے:

حدیث شریف میں حرق یعنی جلانے کے بجائے اکل یعنی کھا جانے کو جو فرمایا گیا ہے اس کے متعلق حق تعالیٰ نے میرے قلب میں ایک عجیب حکمت وارد فرمائی ہے وہ یہ کہ بعض چیزوں کو آگ جلا کر پہلے سے بھی زیادہ قابل قدر اور قیمتی بنا دیتی ہے، مثلاً ببول اور املی کی لکڑی کو جلا کر کوئلہ بنا لیتے ہیں، تو کوئلہ زیادہ بیش قیمت ہو جاتا ہے، پس حسد کے متعلق حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حسد، اعمال حسنہ کو کھا جاتا ہے یعنی کسی درجہ میں اعمال کی نافعیت باقی نہیں رہتی، یہ کمال بلاغت ہے ۔ (اپنی اصلاح کا مکمل نصاب: ۲/ ۳۷۵-۳۷۶)

انسان جب کسی سے حسد کرتا ہے تو پھر قول و عمل سے اس کو ہر نقصان پہونچانے کی

کوشش کرتا ہے، اس کی غیبت کرتا ہے، چغلی کھاتا ہے، الزام تراشی کرتا ہے، اس کو بدنام کرنے کے لئے جھوٹا پروپیگنڈہ کرتا ہے، ہر ناکردنی اور ناگفتنی اس کی طرف منسوب کرتا ہے، اور ان سب کا یہ انجام تو اسے ضرور بھگتنا ہی ہوگا کہ میدان محشر میں اسے اپنی نیکیاں ''محسود'' (جس سے حسد کر رہا ہے) کو دینی پڑ جائیں گی، اس طرح وہ گویا خود اپنی نیکیاں اپنے ہاتھوں برباد کر رہا ہے، اور اس کا حسد اس کے اعمال خیر کو کھاتا اور تباہ کرتا جارہا ہے، مذکورہ حدیث میں یہی حقیقت سمجھائی گئی ہے۔

(۲) حضرت زبیرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

دَبَّ إِلَيْكُمْ دَاءُ الْأُمَمِ قَبْلَكُمْ: اَلْحَسَدُ وَالْبُغْضَاءُ، هِيَ الْحَالِقَةُ، لاأَقُولُ: تَحْلِقُ الشَّعْرَ، وَلٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّيْنَ، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ: لا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤمِنُوا، وَلا تُؤمِنُوا حَتّٰى تَحَابُّوا، أَفَلا أُنَبِّئُكُمْ بِمَا يُثَبِّتُ ذٰلِكَ لَكُمْ؟ أَفْشُوا السَّلامَ بَيْنَكُمْ. (ترمذی: الورع: ۲۵۰۶)

اگلی امتوں کی مہلک بیماری (حسد اور بغض) تمہاری طرف چلی آرہی ہے، یہ بالکل صفایا کردینے اور مونڈ دینے والی ہے، میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ بالوں کو مونڈنے والی ہے، بلکہ یہ دین کا صفایا کردیتی ہے، اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم ایمان کے بغیر جنت میں نہیں جاسکو گے، اور باہمی محبت کے بغیر تمہارا ایمان معتبر نہیں ہو پائے گا، کیا میں تم کو محبت کو پختہ کردینے والا عمل نہ بتادوں؟ وہ یہ ہے کہ تم باہم سلام کو رواج دو۔

اس حدیث میں بہ ظاہر خطاب صحابہ کرام کو ہے، لیکن قرآن وحدیث کی صراحتوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ نے صحابہ کی تطہیر وتزکیہ فرمادیا تھا، اور ان کے دلوں کو حسد وبغض کی ناپاک نفسیات سے پاک کردیا تھا، قرآن میں **''رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ''** (وہ باہم رحم دل ہیں) اور

"فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا" (اللہ نے تمہارے دل جوڑ دیئے، تم اللہ کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے ہو) اور "وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ" (اللہ نے ان کے دل جوڑ دیئے ہیں) فرما کر بتا دیا گیا ہے کہ صحابہ کے دل باہم الفت و محبت سے لبریز اور بغض وحسد سے بالکل صاف تھے۔

معلوم ہوا کہ حقیقت میں اس حدیث میں خطاب صحابہ کے بعد قیامت تک آنے والی امت کو ہے، اور آپ ﷺ کے بعد آئندہ ادوار میں مسلمانوں میں بغض وحسد کی جو تباہی آنے والی تھی وہ من جانب اللہ آپ پر منکشف کردی گئی، اور آپ نے اس حدیث میں پوری امت کو اس مہلک بیماری سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ پچھلی امتوں میں یہ روگ خوب خوب تھا، اب یہ میری امت کی طرف بڑھتا آرہا ہے، اور اس روگ کا راست اثر ایمان اور یقین پر ہوگا، اور یہ دین وایمان کا بالکل صفایا کرڈالے گا، اس لئے اہل ایمان کو بہت چوکنا اور محتاط ہونے کی ضرورت ہے، ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے دل اور سینے کی خاص حفاظت کا اہتمام کرے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک دن صحابہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تم فارس اور روم جیسی عظیم طاقتوں پر غالب وفاتح ہوجاؤ گے تو پھر کیا کردار وعمل ہوگا؟ اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے عرض کیا تھا کہ ہم اللہ کے حکم کے مطابق شکر وحمد کے کلمات کہیں گے اور اللہ کے فضل کی دعا کریں گے، آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، ایسا نہیں ہوگا، بلکہ:

تَتَنَافَسُونَ، ثُمَّ تَتَحَاسَدُونَ، ثُمَّ تَتَدَابَرُونَ، ثُمَّ تَتَبَاغَضُونَ.

(مسلم: الزهد: باب الدنيا سجن المؤمن: ٧٤٢٧)

تم پہلے دنیا کی طرف لپکو گے، پھر باہم حسد کرو گے، پھر قطع تعلق کرو گے، پھر ایک دوسرے سے بغض وعداوت رکھو گے۔

غور کیا جائے تو یہ حدیث بھی آپ ﷺ کی پیش گوئی ہے، اور اس میں آگاہی دی جارہی ہے کہ امت کو جب فتوحات حاصل ہوں گی، اور دنیوی ترقیات کے دروازے کھلیں گے تو ایک بڑا طبقہ دنیا کی حرص، مال وجاہ کی ہوس اور طمع اور پھر حسد، کینہ، بغض، عداوت، اختلاف اور قطع تعلق کے گناہوں میں مبتلا ہوکر رہے گا، اس لئے بے انتہا خبردار رہنے کی ضرورت ہے۔

(۴) حضرت ابوہریرہؓ آپ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

إِنَّهُ سَيُصِيبُ أُمَّتِي دَاءُ الْأُمَمِ، قَالُوا: وَمَادَاءُ الْأُمَمِ؟ قَالَ: الْأَشَرُ وَالْبَطَرُ وَالتَّكَاثُرُ وَالتَّنَافُسُ فِي الدُّنْيَا وَالتَّبَاعُدُ وَالتَّحَاسُدُ حَتّٰى يَكُوْنَ الْبَغْيُ ثُمَّ الْهَرَجُ. (نضرة النعيم: ۱۰/۴۴۲۳ بحواله المعجم الأوسط للطبراني)

بلاشبہ عنقریب میری امت کو وہی روگ لگ جائے گا جو پچھلی امتوں کو لگ چکا ہے، صحابہ نے عرض کیا: پچھلی امتوں کا روگ کیا تھا؟ آپ نے فرمایا: غرور وتکبر، ناشکری اور دوسروں کی تحقیر، فخر اور اتراہٹ، دنیا کی ریس، ایک دوسرے سے نفرت اور دوری، باہم حسد، پھر ظلم وزیادتی اور قتل ناحق کا عام ہوجانا۔

اس ارشاد میں زبان نبوت سے ان امراض کی واضح طور پر نشان دہی کردی گئی ہے جو پچھلی امتوں میں پیدا ہوئے اور بالآخر ان کی بربادی کا باعث بنے، پھر بتایا گیا کہ یہی روگ اس امت کو بھی لاحق ہوں گے اور تباہ وبرباد کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے، یہاں آٹھ روگوں کا ذکر ہے:

(۱) غرور، تکبر اور فخر واتراہٹ

(۲) ناشکری اور نعمتوں کی ناقدری

(۳) دوسروں کی توہین اور تذلیل وتحقیر

(۴) دنیا کی ریس اور مقابلہ آرائی اور مال وجاہ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ

جانے کی ہوس

(۵) باہمی نفرت، دوری اور قطع تعلق

(٦) ایک دوسرے سے حسد اور جلن اور دوسروں کی نعمتوں کے چھن جانے کی تمنا

(۷) ظلم، زیادتی اور ستم

(۸) معمولی معمولی باتوں پر ناحق قتل اور خون

آج ہم اپنی موجودہ صورتِ حال کا دیانت دارانہ تجزیہ کریں تو یہ تمام امور امت کے بہت بڑے طبقے کو چمٹے ہوئے نظر آتے ہیں اور زبان نبوت سے جاری پیش گوئی کے یہ بول حرف بہ حرف سچے دیکھے جاسکتے ہیں۔

(۵) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

وَاللّٰهِ! لَيَنْزِلَنَّ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَماً عَادِلاً، فَلَيَكْسِرَنَّ الصَّلِيْبَ، وَلَيَقْتُلَنَّ الْخِنْزِيْرَ، وَلَيَضَعَنَّ الْجِزْيَةَ، وَلَتُتْرَكَنَّ الْقِلَاصُ فَلا يُسْعٰى عَلَيْهَا، وَلَتَذْهَبَنَّ الشَّحْنَاءُ وَالتَّبَاغُضُ وَالتَّحَاسُدُ، وَلَيُدْعَوُنَّ إِلَى الْمَالِ فَلا يَقْبَلُهُ أَحَدٌ. (مسلم: الایمان: باب نزول عیسی: ۳۹۱)

خدا کی قسم! حضرت عیسیٰ بن مریم آسمان سے منصف فیصل بن کر ضرور اتریں گے، وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو قتل کردیں گے، جزیہ کا حکم ساقط کردیں گے، اونٹنیوں کو چھوڑ دیا جائے گا، انہیں اہتمام سے پالا نہیں جائے گا، دلوں کے کینے، بغض اور حسد ختم ہوجائیں گے، مال لینے کے لئے بلایا جائے گا مگر کوئی ایسا مستحق نہیں ملے گا جو اسے قبول کرے۔

اس حدیث میں بالکل اخیر دور اور قیامت سے کچھ عرصہ پہلے کی پیش گوئی ہے، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم کے مطابق آسمان سے زمین پر اتریں گے، ان کے نزول کی جو برکات اہل ایمان کو حاصل ہوں گی ان میں ایک برکت دلوں کے کینوں، عداوتوں، بغض،

حسداورنفرتوں کے خاتمہ کی شکل میں ظاہر ہوگی۔

واضح رہے کہ باہم حسد وعداوت کا عام ہونا قیامت کی ان علامتوں میں بتایا گیا ہے جو اِس وقت ظاہر ہوچکی ہیں، جیسا کہ پچھلی روایات میں آچکا ہے، مگر اِس حدیث میں بالکل اخیر دور کا تذکرہ ہے، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اور صبح قیامت بالکل قریب ہوگی، اس وقت ایک مختصر مدت کے لئے دنیا میں خیر کا غلبہ ہوگا اور اسی وقت دلوں کا بغض اور حسد بالکل ختم ہوجائے گا۔

(۶) حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا:

أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ؟

سب سے افضل انسان کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ مَخْمُوْمِ الْقَلْبِ صَدُوْقِ اللِّسَانِ.

ہر پاک دل اورراست باز انسان۔

صحابہ نے عرض کیا:

صَدُوْقُ اللِّسَانِ نَعْرِفُهُ فَمَا مَخْمُوْمُ الْقَلْبِ؟

سچے اورراست باز کو تو ہم جانتے ہیں، مگر پاک دل سے کیا مراد ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

هُوَ التَّقِيُّ النَّقِيُّ، لَا إِثْمَ فِيهِ وَلَا بَغْيَ وَلَا غِلَّ وَلَا حَسَدَ.

پاک دل سے مراد وہ شخص ہے جو پرہیزگار و پاکباز ہو، ہر گناہ، ظلم، کینہ، بغض اور حسد سے پاک صاف رہتا ہو۔ (ابن ماجہ: الزہد: باب الورع: ۴۲۱۶)

واضح ہوا کہ اللہ کی نگاہ میں سب سے افضل انسان وہ ہے جس کی زبان بھی محفوظ ہو اور دل بھی محفوظ ہو، زبان کے محفوظ رہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ صداقت اورراست بازی کا اہتمام

کرے اور کسی کا دل دکھانے والے بول نہ بولے، اور دل کے محفوظ ہونے سے مراد حسد وبغض اور کینے کپٹ سے دل کا پاک رہنا ہے۔

(۷) حضرت انسؓ کو خطاب کر کے آپ ﷺ نے فرمایا:

يَا بُنَيَّ! إِنْ قَدَرْتَ عَلَى أَنْ تُصْبِحَ وَتُمْسِيَ لَيْسَ فِي قَلْبِكَ غِشٌّ لِأَحَدٍ فَافْعَلْ. (الترغيب والترهيب: الترهيب من الحسد: ۵٤۸/۳)

اے میرے بیٹے! اگر تمہاری صبح وشام اس طرح گذر سکے کہ تمہارے دل میں کسی کے لئے کوئی کھوٹ (بغض وحسد) نہ ہو، تو تم ضرور ایسا کرنا۔

اس روایت میں آپ ﷺ نے براہ راست اپنے خادمِ خاص حضرت انسؓ کو اور بالواسطہ پوری امت کو یہ ہدایت فرمائی ہے کہ ہر ممکن کوشش ہونی چاہئے کہ دل بغض اور حسد کی گندگی سے پاک صاف رہے، بعض روایات میں یہ اضافہ بھی ہے کہ دلوں کا کینہ وحسد سے پاک صاف رہنا نبوی طریقہ اور اسوہ ہے، جس کی اتباع اور اطاعت جنت میں داخل ہونے کی ضمانت ہے۔

(۸) حضرت ابو ہریرہؓ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

وَلَا يَجْتَمِعُ فِي جَوْفِ عَبْدٍ الْإِيْمَانُ وَالْحَسَدُ. (ایضاً:۵٤٦/۳)

کسی بندے کے دل میں ایمان اور حسد یکجا نہیں ہو سکتے۔

اس حدیث کا سبق بالکل نمایاں ہے کہ اہل ایمان کو اپنے ایمان کی سلامتی کے لئے اپنے دلوں کو حسد کی گندگی سے بے انتہا پاک صاف رکھنے کی ضرورت ہے، دلوں میں ایمان کا نور جگمگاتا اور دمکتا رہے، اور انسان اس کی لذت وحلاوت سے شادکام ہوتا رہے، اس کے لئے حسد اور بغض سے بہت دور اور بیزار رہنا بنیادی چیز ہے۔

(۹) حضرت ضمرہ بن ثعلبہؓ آپ ﷺ سے نقل کرتے ہیں:

لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا لَمْ يَتَحَاسَدُوْا. (ایضاً)

لوگ مسلسل خیر پر قائم رہتے ہیں جب تک ان میں باہم حسد نہیں ہوتا۔

بتایا گیا ہے کہ حسد سراسر شر ہے، اور اس کا انجام شر کے سوا کچھ نہیں ہوتا، وہ حاسد کے لئے بھی شر انگیزی کرتا ہے اور دوسروں کے لئے بھی، اس لئے جب تک حسد سے احتیاط نہ ہوگی شر کا خاتمہ نہیں ہوگا، اور لوگ خیر پر قائم نہیں رہ سکیں گے۔

(۱۰) حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَاحَسَدَتْکُمُ الْیَھُوْدُ عَلٰی شَیْئٍ مَا حَسَدَتْکُمْ عَلَی السَّلَامِ وَالتَّامِیْنِ. (ابن ماجۃ: الصلوٰۃ: باب الجھر بآمین: ۸۵۶)

یہودی تم سے کسی اور چیز پر اتنا حسد نہیں کرتے جتنا سلام اور آمین پر کرتے ہیں۔

ایک روایت میں اضافہ ہے:

فَأَکْثِرُوْا مِنْ قَوْلِ آمِیْنُ. (ایضاً: ۸۵۷)

لہٰذا تم کثرت سے آمین کہا کرو۔

سورۂ فاتحہ کے ختم پر ’’آمین‘‘ کہنا سنت ہے، آمین دعا کی قبولیت کی درخواست ہے، اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آمین کی برکت سے بندے کے سابقہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں، اور دعا کے بعد ’’آمین‘‘ کہنا گویا قبولیت کی مہر لگا دینا ہے، یہودیوں کو مسلمانوں سے بے انتہا حسد تھا، انہیں مسلمانوں کو حاصل دولتِ ایمان پر بھی حسد تھا، اور مذکورہ روایت بتا رہی ہے کہ انہیں سلام اور آمین پر بھی حسد تھا، سلام باہمی محبت کا خاص وسیلہ ہوتا ہے، اس لئے وہ اس پر جلن رکھتے تھے، اور آمین تمام دعاؤں کی قبولیت کے لئے پروانۂ خاص کا درجہ رکھتا ہے، اس لئے وہ خاص طور پر اس سے کڑھتے تھے، آپ ﷺ نے اہل ایمان کو کثرتِ سلام اور بہ کثرت آمین کہنے کی ترغیب دلائی ہے، اور بتادیا ہے کہ یہود کو سب سے زیادہ اسی پر حسد ہے، مگر اس کی پرواہ نہ کی جائے اور ان کی کثرت کا اہتمام کیا جائے۔

(۱۱) حضرت عبداللہ بن بسرؓ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

لَيْسَ مِنِّي ذُوحَسَدٍ وَنَمِيمَةٍ وَلَا كَهَانَةٍ وَلَا أَنَا مِنْهُ.

(کنزالعمال: ۳/۱۸۶: ۷۴۴۲)

حسد کرنے والا، چغل خوراور کاہن، ان تینوں کا مجھ سے اور میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس حدیث میں صاف صاف حسد اور حاسد سے بے تعلقی کا اظہار کردیا گیا ہے، حسد سے نفرت دلانے کے لئے اس سے زیادہ مؤثر اور کیا عنوان ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے واضح فرمادیا: نہ حسد کرنے والے کا مجھ سے کوئی ناطہ ہے اور نہ میرا اس سے کوئی واسطہ ہے، اب جو اہل ایمان حسد کی گندگی سے آلودہ ہیں انہیں دل پر ہاتھ رکھ سوچنا چاہئے کہ وہ حسد کی وجہ سے کس پستی کا شکار ہوگئے ہیں کہ آپ ﷺ اپنی طرف ان کا اوران کی طرف اپنا انتساب تک گوارا نہیں فرمارہے ہیں۔

(۱۲) حضرت کعبؓ آپ ﷺ سے نقل کرتے ہیں:

مَاذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلا فِي زَرِيْبَةِ غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنَ الْحِرْصِ عَلَى الْمَالِ وَالْحَسَدِ فِي دِيْنِ الْمُسْلِمِ. (الترغیب والترهيب: الترهيب من الحسد: ۳/۵٤۸)

دو بھیڑیئے جو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں، وہ بکریوں کو اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا کہ مال کی ہوس اور حسد کا روگ مسلمان کے دین کو نقصان پہونچاتے ہیں۔

اس حدیث میں بھی حسد کی خطرناکی جاگزیں کرنے کے لئے بہت مؤثر تعبیر اختیار کی گئی ہے، بھوکے بھیڑیئے بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں تو وہ ہر بکری کو لقمہ بناڈالتے ہیں، کسی بکری کو سلامت نہیں چھوڑتے، آپ ﷺ کی صراحت کے مطابق یہ نقصان ہلکا ہے، مگر

حسد کی وجہ سے انسان کے دین و ایمان کو جو نقصان لاحق ہوتا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ اور خطرناک ہے، دوسرے لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ حسد کی وجہ سے ایمان و دین کو لاحق ہونے والا نقصان جانی نقصان کے مقابلے میں بڑھا ہوا ہوتا ہے، اس لئے جتنی فکر جان کی سلامتی کی ہوتی ہے، اتنی بلکہ اس سے بھی زیادہ حسد سے بچنے اور ایمان کی حفاظت کی ہونی چاہئے۔

(۱۳) حضرت حسنؓ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

إِنَّ بُدَلاءَ أُمَّتِي لَمْ يَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِكَثْرَةِ صَلاةٍ وَلا صَوْمٍ وَلا صَدَقَةٍ، وَلٰكِنْ دَخَلُوْهَا بِرَحْمَةِ اللّٰهِ، وَسَخَاوَةِ الْأَنْفُسِ، وَسَلامَةِ الصُّدُوْرِ. (ایضاً: ۳/۵۵۱)

میری امت کے وہ بندے جو ولی صفت اور مقرب ترین ہیں، وہ نماز، روزہ اور صدقہ وغیرہ عبادتوں کی کثرت کی وجہ سے جنت میں نہیں جائیں گے، بلکہ اللہ کی رحمت، جذبۂ سخاوت اور دلوں کے حسد و بغض سے سلامتی اور حفاظت کی وجہ سے جائیں گے۔

اس حدیث میں بتایا جا رہا ہے کہ اولیاء اللہ اور مقرب بندوں کو جنت کا داخلہ اصلاً عبادتوں کی کثرت کے صلے میں نہیں بلکہ اللہ کی رحمت سے ان کے دلوں اور سینوں کے تمام رذائل اور غلاظتوں خصوصاً کینہ و حسد سے پاک صاف رہنے کے صلے میں ملے گا۔

سینے اور دل پاک صاف ہوں گے تو عبادات کی قلیل مقدار بھی کافی ہے اور اللہ کی خصوصی رحمت متوجہ ہوتی ہے، جبکہ اگر دل پاک نہ ہوں تو عبادات کی کثرت کا بھی کوئی وزن اللہ کی ترازو میں نہیں رہتا۔

(۱۴) حضرت ابوذرؓ آپ ﷺ کا ارشاد بیان کرتے ہیں:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَخْلَصَ قَلْبَهُ لِلإِيْمَانِ، وَجُعِلَ قَلْبُهُ سَلِيْمًا، وَلِسَانُهُ صَادِقًا، وَنَفْسُهُ مُطْمَئِنَّةً، وَخَلِيْقَتُهُ مُسْتَقِيْمَةً. (ایضاً)

یقیناً وہ شخص کامیاب ہے جس نے اپنے دل کو ایمان کے لئے خالص کرلیا، اور جس کا دل ہر گندگی سے پاک صاف ہوگیا، اور جس کی زبان سچی ہوگئی، اور جس کا دل مطمئن ہوگیا، اور جس کے اخلاق درست ہوگئے۔

اس روایت میں ''قلب سلیم'' (حسد اور بغض اور تمام گندگیوں سے پاک دل) والے کو واضح الفاظ میں ''فلاح'' (ہر قسم کی دنیوی واخروی کامیابی) کا مژدۂ جاں فزا زبانِ نبوت سے سنایا جارہا ہے۔

(۱۵) ایک حدیث قدسی کے الفاظ یہ ہیں جو حضرت زکریا علیہ السلام سے منقول ہے:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ: اَلْحَاسِدُ عَدُوٌّ نِعْمَتِيْ، مُتَسَخِّطٌ لِقَضَائِيْ، غَيْرُ رَاضٍ بِقِسْمَتِي الَّتِيْ قَسَمْتُ بَيْنَ عِبَادِيْ. (الدر المنثور:۸/٦٩٢)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: حاسد میری نعمت کا دشمن ہوتا ہے، میرے فیصلے پر ناراض ہوتا ہے، میں نے بندوں کے درمیان جو تقسیم رکھی ہے اس پر راضی نہیں ہوتا۔

اس حدیث قدسی میں واضح طور پر حسد کرنے والے کو اللہ کی نعمتوں کا دشمن اور اللہ کے فیصلوں سے ناراض بتا کر اس کے طرز عمل پر ناگواری کا اظہار کیا گیا ہے اور حسد کی قباحت اور خطرناکی دلوں کے ہر ہر ریشے میں پیوست کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۱٦) حضرت ابوعامر اشعریؓ نے آپ ﷺ کی یہ روایت نقل کی ہے:

أَخْوَفُ مَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِيْ أَنْ يَكْثُرَ فِيْهِمُ الْمَالُ فَيَتَحَاسَدُوْنَ وَيَقْتَتِلُوْنَ.

مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ خوف اس بات کا ہے کہ ان کو مال بہت حاصل ہوجائے گا، دولت کی فراوانی ہوگی، پھر اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ باہم

حسد کریں گے اور لڑائی کریں گے۔(احیاء العلوم:۳/ ۳۴۷)

بعض روایات میں الفاظ یہ ہیں:

لَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي إِلَّا أَنْ يَكْثُرَ لَهُمْ مِنَ الدُّنْيَا فَيَتَحَاسَدُوْنَ. (الترغيب والترهيب: الترهيب من الحسد: ٣/ ٥٤٧)

مجھے اپنی امت پر صرف اسی بات کا اندیشہ ہے کہ ان کے پاس دنیا (کی دولت) بہت ہو جائے گی، پھر وہ باہم حسد میں مبتلا ہو جائیں گے۔

ان احادیث میں آپ ﷺ نے اس خطرہ کا بڑی قوت سے اظہار فرمایا ہے کہ آپ کی امت میں مال ودولت کی ریل پیل ہوگی اور اس کے انجام بد کے طور پر حسد اور نزاعات عام ہو جائیں گے، آج یہ منظر کھلی آنکھوں دیکھا جا سکتا ہے۔

(۱۷) حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ لِنِعَمِ اللّٰهِ أَعْدَاءً، فَقِيْلَ: وَمَنْ هُمْ؟ قَالَ: اَلَّذِيْنَ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ. (احياء العلوم: ٣/ ٣٤٨ بحواله المعجم الاوسط للطبراني)

بلاشبہ اللہ کی نعمتوں کے کچھ دشمن ہوتے ہیں، صحابہ نے پوچھا: وہ کون ہوتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ کے عطا کردہ فضل وانعام پر لوگوں سے حسد رکھتے ہیں۔

(۱۸) اسی لئے ایک حدیث میں ایک خاص تدبیر بتائی گئی ہے:

إِسْتَعِيْنُوْا عَلَى قَضَاءِ الْحَوَائِجِ بِالْكِتْمَانِ، فَإِنَّ كُلَّ ذِيْ نِعْمَةٍ مَحْسُوْدٌ. (ایضاً)

اپنی ضروریات کی تکمیل میں خفیہ انداز اختیار کرنے کا اہتمام رکھو، اس لئے کہ ہر صاحب نعمت سے لوگوں کو حسد ہو ہی جاتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے حاسد افراد کی نگاہوں سے اپنی نعمتیں چھپانے کی کوشش ہونی چاہیے، تا کہ ان کے شر سے حفاظت رہے۔

(۱۹) ایک حدیث کے الفاظ ہیں:

ثَلاثَةٌ لاَ يُسْتَجَابُ دُعَاؤُهُمْ: آكِلُ الْحَرَامِ، وَمُكْثِرُ الْغِيْبَةِ، وَمَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ غِلٌّ أَوْ حَسَدٌ لِلْمُسْلِمِيْنَ. (الجامع لأحكام القرآن: ٢٠/٢٥٦)

تین آدمیوں کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں: (۱) حرام کھانے والا، (۲) بکثرت غیبت کرنے والا، (۳) جس کے دل میں مسلمانوں کے لئے کینہ یا حسد ہو۔

❍❖❍

حسد اور سلف کے اقوال و آثار

انبیائے سابقین، صحابۂ کرام اور سلف امت کے فرمودات وارشادات میں ''حسد'' کے بارے میں اہم ترین ہدایات موجود ہیں، ان میں حسد سے بچنے کی تلقین بھی ہے، حسد کے مفاسد اور نقصانات کا بیان بھی ہے اور حسد سے محفوظ رہنے کی تدبیروں کا ذکر بھی ہے، ذیل میں ان میں سے چند اقوال درج کئے جاتے ہیں:

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات میں منقول ہے کہ انہوں نے عرش الٰہی کے سائے میں ایک بندے کو قربِ الٰہی کے اعلیٰ مقام پر دیکھا، تو اللہ تعالیٰ سے عرض گذار ہوئے:

يَا رَبِّ! مَنْ هَذَا الْعَبْدُ؟ لَعَلِّيْ أَعْمَلُ مِثْلَ عَمَلِهِ.

اے میرے رب! یہ کون بندہ ہے، شاید میں اس جیسا عمل کرنے والا بن جاؤں۔

اللہ رب العزت نے فرمایا:

هَـذَا عَبْـدٌ كَانَ بَرًّا لِوَالِدَيْهِ، وَكَانَ لَا يَحْسُدُ النَّاسَ، وَكَانَ لَايَـمْشِـي بِالنَّمِيْمَةِ. (شعب الإيمان: باب في الحث على ترك الغل والحسد: ٥/٢٧١: ٦٦٢٥)

اس بندے کے تین خاص اعمال ہیں: (۱) یہ اپنے والدین کا فرماں بردار تھا، (۲) یہ کسی سے حسد نہیں کرتا تھا، (۳) چغل خوری نہیں کرتا تھا۔

ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں:

أُحَدِّثُكَ مِنْ عَمَلِهِ ثَلاثًا: كَانَ لا يَحْسُدُ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ، وَكَانَ لا يَعُقُّ وَالِدَيْهِ، وَلا يَمْشِيُ بِالنَّمِيْمَةِ. (تفسير الرازی: ١/٦٤٥)

میں تم کو اس کے تین عمل بتاتا ہوں: (۱) لوگوں کو اللہ نے اپنا جو فضل عطا کیا ہے، وہ ان پر حسد نہیں کرتا تھا، (۲) والدین کی نافرمانی نہیں کرتا تھا، (۳) وہ چغل خوری نہیں کرتا تھا۔

معلوم ہوا کہ حسد سے اجتناب کی برکت سے وہ بندہ اللہ کی بارگاہ میں اس قدر مقرب بن گیا کہ حضرت موسیٰ جیسے نبی کو اس پر رشک پیدا ہوا، اس سے حسد سے اجتناب کی اہمیت سمجھی جاسکتی ہے۔

(۲) حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس اللہ نے یہ وحی بھیجی:

لَاتَغْتَابُنَّ صَالِحًا مِنْ عِبَادِیُ، وَلا تَحْسُدَنَّ أَحَدًا مِنْهُمْ.

تم میرے کسی نیک بندے کی ہرگز غیبت مت کرنا، اوران میں سے کسی سے ہرگز حسد مت کرنا۔

یہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے عرض کیا:

يَا رَبِّ حَسْبِیُ. (الرسالة القشيرية: ١٥٦)

اے میرے رب! یہ نصیحت میرے لئے کافی ہے۔

معلوم ہوا کہ غیبت اور حسد دونوں سے اجتناب ہوتو دوسرے گناہوں سے بچنا آسان ہوجاتا ہے اور شریعت پر عمل کی راہ ہموار ہوجاتی ہے۔

(۳) حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں:

مَا كَانَتْ نِعْمَةُ اللّٰهِ عَلَى أَحَدٍ إِلَّا وَجَّهَ لَهَا حَاسِداً. (نضرة النعيم: ١٠/٤٤٢٦)

اللہ کی طرف سے کسی بندے کو کوئی نعمت ملتی ہے تو کوئی نہ کوئی حاسد بھی ضرور متوجہ ہو جاتا ہے۔

مزید فرمایا:

مَا مِنْ أَحَدٍ عِنْدَهُ نِعْمَةٌ إِلَّا وَجَدْتَ لَهُ حَاسِدًا، وَلَوْ كَانَ الْمَرْءُ أَقْوَمَ مِنَ الْقِدْحِ لَوَجَدْتَ لَهُ غَامِزًا. (دليل السائلين: انس اسماعيل ابو داؤد: ١٨٩)

جس کے پاس بھی کوئی نعمت ہوتی ہے تم اس کے لئے کوئی نہ کوئی حاسد ضرور پاجاؤ گے، اور اگر آدمی تیر سے بھی زیادہ سیدھا ہو تب بھی تم کو اس پر نقد اور اعتراض کرنے والا ضرور مل جائے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ نعمت کے ساتھ حسد کرنے والے ضرور ہوتے ہیں، بہت سے عقل مندوں کا یہ قول مذکور ہے:

لِكُلِّ نِعْمَةٍ حَسُوْدٌ. (نضرة النعيم: ١٠/ ٤٤٢٧)

ہر نعمت کے ساتھ حسد کرنے والا ضرور ہوتا ہے۔

اسی لئے حتی الامکان نعمتوں کو حاسدوں کی نگاہوں سے چھپانے کی ہدایت بھی کی گئی ہے، مگر ظاہر ہے کہ ہر نعمت چھپ نہیں سکتی، اس لئے صاحبِ نعمت کو حاسد کے حسد کا سامنا ضرور ہوتا ہے۔

(۴) حضرت علی مرتضیٰؓ کا قول ہے:

حسد کے ساتھ کبھی آرام نہیں ملتا، اور انتقام و بدلہ سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ (کلمات اکابر: مولانا محمد اسحاق بنارسی: ٦٠)

(۵) حضرت معاویہؓ کا قول ہے:

لَيْسَ فِي خِصَالِ الشَّرِّ أَعْدَلُ مِنَ الْحَسَدِ، يَقْتُلُ الْحَاسِدَ

قَبۡلَ أَنۡ یَصِلَ إِلَی الۡمَحۡسُوۡدِ. (نضرة النعیم: ١٠/ ٤٤٢٦)

شر کی خصلتوں اور بری عادتوں میں حسد کے بالمقابل کوئی اور خصلت نہیں ہے، محسود (جس سے حسد کیا جائے) تک اثر پہونچنے سے پہلے ہی حسد کی عادت حاسد کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ حسد کا اصل نقصان حاسد کو ہی ہوتا ہے، وہ حسد کی آگ میں جل رہا ہوتا ہے اور اپنا سکون غارت کر ڈالتا ہے۔

(٦) حضرت معاویہؓ ہی سے منقول ہے:

کُلُّ النَّاسِ أَقۡدَرُ عَلَی رِضَاهُ إِلَّا حَاسِدَ نِعۡمَةٍ، فَإِنَّهُ لا یُرۡضِیۡهِ إِلَّا زَوَالُهَا. (احیاء العلوم: ٣/ ٣٤٩)

ہر شخص کو خوش کرنا ممکن ہے، لیکن حاسد کو خوش نہیں کیا جا سکتا، اس لئے کہ اس کی خوشی تو نعمت کے زوال ہی سے ہوتی ہے۔

اسی لئے عربی شاعر نے کہا ہے:

کُلُّ الۡعَدَاوَاتِ قَدۡ تُرۡجَیٰ إِمَاتَتُهَا

إِلَّا عَدَاوَةُ مَنۡ عَادَاکَ مِنۡ حَسَدِ

ہر دشمنی کو ختم کیا جا سکتا ہے، مگر حسد کی بنیاد پر عداوت رکھنے والے کی عداوت کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ (ایضاً)

(٧) حضرت معاویہؓ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

یَا بُنَیَّ! إِیَّاکَ وَالۡحَسَدَ، فَإِنَّهُ یَتَبَیَّنُ فِیۡکَ قَبۡلَ أَنۡ یَتَبَیَّنَ فِیۡ عَدُوِّکَ. (الحسد: عبد الملك قاسم: ٢٤)

اے میرے بیٹے! حسد سے بچو، اس لئے کہ تمہارے دشمن پر اس کے اثرات بعد میں ظاہر ہوں گے، تم پر حسد کے اثرات پہلے نمایاں ہو جائیں

گے (یعنی تم اپنے ہاتھوں اپنی زندگی کا چین غارت کردو گے)۔

(٨) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بارے میں آتا ہے کہ انہیں کسی آدمی نے برا کہا تو انہوں نے اس سے فرمایا: تم مجھے برا کہہ رہے ہو، میرے اندر تین عادتیں ہیں: ایک تو یہ ہے کہ میں قرآن کی کوئی آیت پڑھتا ہوں اور اس پر غور کرتا ہوں تو میری تمنا یہ ہوتی ہے کہ تمام انسان قرآن کا ویسا ہی علم حاصل کرلیں جیسا علم مجھے حاصل ہے، دوسرے یہ کہ میں مسلمانوں کے جس حاکم کے بارے میں عدل وانصاف کی خبر سنتا ہوں، مجھے بے انتہا خوشی ہوتی ہے، حالانکہ میرا اپنا کوئی ذاتی مقدمہ فیصل ہونے کے لئے نہیں ہوتا، اور تیسرے یہ کہ مجھے مسلمانوں کے جس علاقے میں بھی بارش ہونے کی اطلاع ملتی ہے، مجھے بہت مسرت حاصل ہوتی ہے، حالانکہ میرے اپنے جانور نہیں ہیں جن کے لئے مجھے بارش کی ضرورت ہو (ان تینوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نے مجھے حسد سے پاک رکھا ہے، جو خیر مجھے حاصل ہے میری تمنا ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کو بھی حاصل ہوجائے، اور دوسروں کو جو خیر حاصل ہوتی ہے مجھے اس پر جلن کے بہ جائے خوشی اور مسرت ہوتی ہے)۔ (ایضاً)

(٩) حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے:

إِذَا حَسَدْتُمْ فَلاَ تَبْغُوا. (کنزالعمال:٣/١٨٦: ٧٤٣٨)

جب تمہیں کسی سے حسد ہوجائے تو تم ظلم مت کرو۔

اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جب تک حسد انسان کے دل سے آگے بڑھ کر قول یا عمل کی شکل اختیار نہیں کرتا اس پر اللہ کے ہاں گرفت نہیں ہوتی، اس لئے بہتر صورت تو یہ ہے کہ دل میں حسد پیدا نہ ہونے دیا جائے، لیکن اگر دل میں حسد پیدا ہوجائے تو اب فرض ولازم سمجھ کر یہ کوشش کی جائے کہ وہ قول وعمل کی شکل اختیار نہ کرنے پائے اور کسی پر ظلم وایذا کا باعث نہ بننے پائے، بعض روایات کے مطابق یہ ہدایت آپ ﷺ سے بھی منقول ہے۔

(١٠) حضرت انسؓ سے بھی اسی طرح کی بات منقول ہے:

كُلُّ بَنِی آدَمَ حَسُوْدٌ، وَلا يَضُرُّ حَاسِدًا حَسَدُهُ مَا لَمْ يَتَكَلَّمْ بِاللِّسَانِ أَوْ يَعْمَلْ بِالْيَدِ. (ایضاً:۷٤٤٣)

ہرفرزندآدم حاسد ہوتا ہے،اورحاسدکواُس کا حسداُس وقت تک نقصان نہیں پہونچاتا جب تک وہ (قلبی خیال سے آگے بڑھ کر) زبان سے قول یا ہاتھ اوراعضاء سے عمل کی شکل اختیار نہ کرلے۔

(۱۱) منقول ہے کہ کسی آدمی نے حضرت حسنؓ سے پوچھا:

هَلْ يَحْسُدُ الْمُؤْمِنُ؟

کیامؤمن حسد کرتا ہے؟

انہوں نے فرمایا:

مَا أَنْسَاكَ بَنِي يَعْقُوبَ، نَعَمْ وَلٰكِنْ غَمِّهِ فِيْ صَدْرِكَ، فَإِنَّهُ لا يَضُرُّكَ مَالَمْ تَعْدُ بِهٖ يَدٌ وَلا لِسَانٌ.

کیاتم حضرت یعقوب کے بیٹوں کا حال بھول گئے (وہ نبی زادے تھے مگر اپنے بھائی سے حسد میں مبتلا تھے) مؤمن کو حسد ہوجاتا ہے،مگرتم کو چاہئے کہ اپنے حاسدانہ خیالات اپنے سینے ہی میں مخفی رکھو،اس لئے کہ جب تک تمہاری طرف سے زبان یاہاتھ سے (قولی یاعملی) زیادتی نہیں ہوگی تم کو کچھ نقصان نہ ہوگا۔(احیاءالعلوم:۳/۳۴۹)

(۱۲) حضرت معاویہ بن حیدہؓ فرماتے ہیں:

اَلْحَسَدُ يُفْسِدُ الإِيْمَانَ كَمَا يُفْسِدُ الصَّبِرُ الْعَسَلَ.

(کنزالعمال:۳/۱۸٦:۷٤۳۷)

حسدایمان کوویسے ہی خراب کردیتا ہے جیسے ایلوا شہدکوخراب کردیتا ہے۔

جیسے ایلوے کی تلخی شہد کی حلاوت کوخراب کردیتی ہے،اسی طرح حسد کی زہرناکی ایمان

کی لذت وحلاوت کو نا قابل تلافی نقصان پہونچاتی ہے۔

(١٣) حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ اور امام محمد بن سیرینؒ دونوں سے یہ قول منقول ہے:

مَا حَسَدْتُ أَحَدًا عَلَى شَيْئٍ مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا، لِأَنَّهُ إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَيْفَ أَحْسُدُهُ عَلَى الدُّنْيَا وَهِيَ حَقِيْرَةٌ فِي الْجَنَّةِ، وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَكَيْفَ أَحْسُدُهُ عَلَى أَمْرِ الدُّنْيَا وَ هُوَ يَصِيْرُ إِلَى النَّارِ. (التفسير الكبير للرازی: ١/٦٤٦، احیاء العلوم: ٣/٣٤٩)

میں دنیوی معاملات میں سے کسی چیز میں کسی شخص سے حسد نہیں کرتا، اس لئے کہ اگر وہ شخص جنتی ہے تو میں اس سے اُس دنیا کے معاملے میں کیسے حسد کروں جو جنت کے مقابل میں انتہائی حقیر ہے، اور اگر وہ شخص جہنمی ہے تو پھر میں دنیا کے معاملے میں اس سے کیسے حسد کروں جب کہ وہ خود جہنم کی طرف جارہا ہے۔

(١۴) حضرت حسن بن علیؓ سے منقول ہے:

تین گناہوں سے بہت زیادہ پرہیز کرو، کیونکہ اس کے نقصانات بے حد وبے انتہا ہیں: (١) تکبر: اس سے دین برباد ہوجاتا ہے، شیطان اسی وجہ سے ملعون بنایا گیا، (٢) حرص: یہ نفس کا دشمن ہے، حضرت آدم اسی لئے جنت سے اتارے گئے، (٣) حسد: یہ بدترین جرم ہے، قابیل نے ہابیل کو اسی وجہ سے قتل کیا۔ (سیرۃ الحسن: صالح احمد الشامی: ۴٠)

(١۵) امام محمد بن سیرینؒ نے اپنے بارے میں فرمایا ہے:

مَا حَسَدْتُ أَحَداً عَلَى دِيْنٍ وَ لَا دُنْيَا.

میں نے دین اور دنیا کسی معاملے میں کبھی کسی سے حسد نہیں کیا۔ (روضۃ العقلاء: ١٢٢)

(۱۶) حضرت حلیس بن زید الضبیؒ فرماتے ہیں:

وَمَنْ حَسَدَ النَّاسَ لَمْ يَشْفِ غَيْظَهُ. (کنز العمال: ۳/۱۸۶: ۷۴۴۵)

جو لوگوں سے حسد کرتا ہے اس کے غصے کی آگ نہیں بجھتی۔

اس ارشاد میں بتایا گیا ہے کہ جس شخص میں حسد کی عادت ہوتی ہے اس پر غیظ وغضب غالب رہتا ہے، وہ ہمیشہ جلتا اور کڑھتا رہتا ہے، اور اس کی آتشِ غضب کبھی سرد نہیں پڑتی۔

(۱۷) حضرت حسنؒ فرماتے ہیں:

يَا ابْنَ آدَمَ! لِمَ تَحْسُدُ أَخَاكَ؟ فَإِنْ كَانَ الَّذِي أَعْطَاهُ لِكَرَامَتِهِ عَلَيْهِ، فَلِمَ تَحْسُدُ مَنْ أَكْرَمَهُ اللّٰهُ؟ وَإِنْ كَانَ غَيْرَ ذَلِكَ فَلِمَ تَحْسُدُ مَنْ مَصِيرُهُ إِلَى النَّارِ. (الحسد: عبد الملك قاسم: ۲٤)

اے فرزند آدم! تم اپنے بھائی سے حسد کیوں کرتے ہو؟ اگر اللہ نے اسے اپنی بارگاہ میں باعزت ہونے کی بنیاد پر نعمت عطا کی ہے تو تم اس سے کیوں حسد کرتے ہو جس کو اللہ باعزت کررہا ہے، اور اگر بات دوسری ہے (یعنی وہ نعمت اس کے لئے فتنے کے طور پر ہے) تو تم اس سے کیوں حسد کرتے ہو جس کا ٹھکانہ جہنم بنادیا گیا ہے۔

(۱۸) حضرت فضیل بن عیاضؒ کا قول ہے:

اَلْمُؤْمِنُ يَغْبِطُ وَالْمُنَافِقُ يَحْسُدُ. (حاشية احياء العلوم:۳/۳٤۹)

سچا مؤمن رشک کرتا ہے اور منافق حسد کرتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جو سچا مؤمن ہوتا ہے وہ دوسروں کی نعمتیں اور خوبیاں دیکھ کر جلنے کے بجائے رشک کرتا ہے اور اپنے لئے اللہ سے اس جیسی نعمتوں کا طالب ہوتا ہے، جب کہ حسد کرنا اور دوسروں کی خوبیوں پر جلنا اور ان کے زوال کی تمنا کرنا دراصل منافقوں کا طریقہ ہے۔

(۱۹) حضرت سفیان بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو بشرؒ سے دریافت کیا:

ہم سے پہلے گزر چکے افراد (صحابہ) کے اعمال کے بارے میں بتائیے، انہوں نے جواب دیا:

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ يَسِيْرًا وَيُؤْجَرُوْنَ كَثِيْرًا.

ان کا عمل کم ہوتا تھا، مگر ثواب زیادہ ہوتا تھا۔

میں نے اس کی وجہ دریافت کی، تو انہوں نے فرمایا:

لِسَلامَةِ صُدُوْرِهِمْ.

ایسا اُن کے دلوں کے (حسد اور بغض سے) پاک صاف ہونے کی وجہ سے ہوتا تھا۔ (الحسد: عبدالملک قاسم: ۲۴)

(۲۰) حضرت عون بن عبداللہؒ فضل بن المهلب کے پاس آئے، فضل اُن دنوں "واسط" کے گورنر تھے، حضرت عون نے فضل سے فرمایا: میں تم کو کچھ نصیحت کر رہا ہوں، پہلی بات یہ ہے کہ تم تکبر سے بچتے رہنا، سب سے پہلا گناہ کائنات میں یہی ہوا ہے، اور کرنے والا ابلیس تھا، جس نے تکبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے "آدم کو سجدہ کرنے کے اللہ کے حکم" سے سرتابی کی تھی، دوسری بات یہ ہے کہ تم حرص اور لالچ سے باز رہنا، یہی چیز حضرت آدم وحوا کے جنت سے نکالے جانے کا سبب بنی تھی، تیسری بات یہ ہے کہ تم حسد سے مکمل اجتناب کرنا، روئے زمین پر پہلا جرم "قتل ناحق" کا اسی حسد کی بنیاد پر ہوا تھا (قابیل نے ہابیل کو مار ڈالا تھا)۔ (ایضاً: ۲۵)

(۲۱) ابن المعتزؒ کے اقوال میں ملتا ہے:

اَلْحَسَدُ دَاءُ الْجَسَدِ، وَالْحَاسِدُ مُغْتَاظٌ عَلَى مَنْ لا ذَنْبَ لَهُ، بَخِيْلٌ بِمَا لا يَمْلِكُهُ، طَالِبٌ مَا لا يَجِدُهُ. (نضرة النعيم: ١٠/٤٤٢٧)

حسد جسم کا خطرناک روگ ہے، اور حاسد اس شخص سے ناراض و مشتعل رہتا ہے جس کا کوئی قصور نہیں ہوتا، ایسی چیز میں بخل کرتا ہے جو اس کی ملکیت نہیں ہوتی، اور اس چیز کا طالب ہوتا ہے جو اس کے پاس موجود نہیں ہوتی۔

(۲۲)امام ابن حزمؒ کے الفاظ ہیں:

إِنَّ ذَوِی التَّرَاكِيبِ الْخَبِيْثَةِ يُبْغِضُوْنَ لِشِدَّةِ الْحَسَدِ كُلَّ مَنْ أَحْسَنَ إِلَيْهِمْ، إِذَا رَأَوْهُ فِی أَعْلَى مِنْ أَحْوَالِهِمْ. (موسوعة الاخلاق: ٤/٣٤٤)

جن کی فطرت میں خبث ہوتا ہے وہ اپنے محسنوں سے بھی سخت حسد میں مبتلا ہوکر بغض وعداوت رکھتے ہیں، جب انہیں اپنے سے بہتر حال میں دیکھتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ دلوں میں حسد وبغض کا پایا جانا فطری خبث کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

(۲۳) حضرت خطاب بن نمیر سعدیؒ کا قول ہے:

اَلْحَاسِدُ مَجْنُوْنٌ، لِأَنَّهُ يَحْسُدُ الْحَسَنَ وَالْقَبِيْحَ. (الرسائل للجاحظ: ١/٣٤٥)

حاسد پاگل ہوتا ہے، اس لئے کہ وہ اچھے اور برے ہر ایک سے حسد کرتا ہے۔

واقعہ بھی یہی ہے کہ حسد کا روگ جنون ہی کا ایک حصہ ہے، جس عمل میں صرف اپنا ہی نقصان ہو، اس میں مبتلا ہونا جنون ہی ہوسکتا ہے۔

(۲۴)امام ابوحاتمؒ کا ارشاد ہے:

اَلْحَسَدُ مِنْ أَخْلَاقِ اللِّئَامِ، وَتَرْكُهُ مِنْ أَفْعَالِ الْكِرَامِ، وَلِكُلِّ حَرِيْقٍ مُطْفِئٌ، وَنَارُ الْحَسَدِ لَا تُطْفَأُ. (روضة العقلاء: ١٣٤)

حسد کمینہ صفت لوگوں کے اخلاق میں سے ہے، اور حسد کو چھوڑ دینا شرفاء کا طریقہ ہے، ہر آگ بجھ سکتی ہے مگر حسد کی آگ کبھی نہیں بجھتی۔

(۲۵) علامہ جرجانیؒ نے یہ نکتہ ذکر کیا ہے کہ انسان کی بہت سی خوبیاں قدردانوں سے

مخفی رہ جاتی ہیں، اور بہت سے کمالات پردۂ خفا میں رہتے ہیں، مگر جب حاسدوں کو ان خوبیوں اور کمالات کا پتہ لگتا ہے تو وہ حسد کی بنیاد پر اس شخص کے خلاف منفی پروپیگنڈہ شروع کردیتے ہیں، اور قولی و عملی ایذا رسانی کی حد تک پہونچ جاتے ہیں، وہ ایسا کر کے یہ باور کرتے ہیں کہ اس شخص کی خوبیوں کو مٹا ڈالیں گے اور اسے رسوا کردیں گے مگر بسا اوقات نتیجہ خلافِ توقع ہوتا ہے، قدردان اور منصف مزاج لوگ تہ تک پہونچ جاتے ہیں، انہیں حاسدوں کے حسد اور افترا پردازی کا علم ہوجاتا ہے اور ان کی رسائی اس شخص کے اصل محاسن اور کمالات تک ہوجاتی ہے، پھر ان قدردانوں کے ذریعہ اس شخص کا ذکر خیر عام ہوتا چلا جاتا ہے، اور حاسدوں کے حسد کے شر سے محسود کے لئے یہ خیر برآمد ہوجاتا ہے، اب حاسدوں کے لئے جلتے اور کڑھتے رہنے کے سوا کوئی اور چارہ نہیں رہ جاتا، قرآن میں ”عَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَ هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ“ (بہت ممکن ہے کہ تم کوئی چیز ناپسند کرو مگر حقیقت میں وہ تمہارے لئے بہتر ہو) (البقرۃ:۲۱۶) میں یہی بیان کیا گیا ہے۔ (موسوعۃ الاخلاق:۴/۳۴۳-۳۴۴)

(۲۶) مشہور ادیب جاحظ کا تبصرہ پڑھنے کے قابل ہے، لکھتے ہیں:

وَمَتَى رَأَيْتَ حَاسِدًا، فَهُوَ كَالْكَلْبِ الْكَلِبِ وَالنَّمِرِ النَّمِرِ، وَالسَّمِّ الْقَشِبِ، وَالْفَحْلِ الْقَطِمِ، وَالسَّيْلِ الْعَرِمِ، إِنْ مَلَكَ قَتَلَ وَسَبَىٰ، وَإِنْ مُلِكَ عَصَىٰ وَبَغَىٰ، حَيَاتُكَ مَوْتُهُ وَثُبُورُهُ، وَمَوْتُكَ عُرْسُهُ وَسُرُورُهُ، يُصَدِّقُ عَلَيْكَ كُلَّ شَاهِدِ زُورٍ، وَيُكَذِّبُ فِيكَ كُلَّ عَدْلٍ مَرْضِيٍ، لا يُحِبُّ مِنَ النَّاسِ إِلَّا مَنْ يُبْغِضُكَ، وَلا يُبْغِضُ إِلَّا مَنْ يُحِبُّكَ، إِنَّكَ غَيْرُ سَالِمٍ مِنْهُ، وَإِنْ رَفَعْتَ الْقَذَىٰ عَنْ لِحْيَتِهِ، وَسَوَّيْتَ عَلَيْهِ ثَوْبَهُ فَوْقَ مَنْكِبِهِ، عَدُوُّكَ بِطَانَةً، وَصَدِيقُكَ عَلانِيَةً، أَحْسَنُ مَاتَكُونُ عِنْدَهُ حَالاً أَقَلُّ مَا تَكُونُ مَالاً، وَأَكْثَرُ مَا تَكُونُ عِيَالاً، وَأَعْظَمُ مَا تَكُونُ

ضَلالاً، وَأَفْرحَ مَا يَكُوْنُ بِكَ أَقْرَبُ مَا تَكُوْنُ بِالْمُصِيْبَةِ عَهْداً، وَأَبْعَدُ مَا تَكُوْنُ مِنَ النَّاسِ حَمْداً، فَإِذَا كَانَ الأَمْرُ عَلَى هَذَا، فَمُجَاوَرَةُ الْمَوْتَىٰ، وَمُخَالَطَةُ الزَّمْنىٰ، وَالإِجْتِنَانُ بِالْجُدْرَانِ، أَهْوَنُ مِنْ مُعَاشَرَتِهِ وَالإِتِّصَالِ بِحَبْلِهِ. (الرسائل:۳/۱۷-۲۱ ملخصاً)

جب تم کسی حاسد کو دیکھو تو جان لو کہ وہ پھاڑ کھانے والے کتے، حملہ آور چیتے، خالص زہر، کاٹنے والے سانڈ اور زبردست سیلاب سے زیادہ خطرناک ہے، اگر وہ قابو پا جائے تو قتل وخون کرے گا اور اسیر وگرفتار کرے گا، اور اگر اس پر قابو پالیا جائے تو بھی نافرمانی اور سرکشی کرے گا، تمہاری زندگی اس کے لئے موت و ہلاکت ہے، اور تمہاری موت اس کے لئے شادمانی اور مسرت ہے، تمہارے خلاف ہر جھوٹے گواہ کی تصدیق اس کی طرف سے ہوگی، اور تمہارے حق میں بولنے پر انصاف پرور اور پسندیدہ شخص کو وہ ضرور جھٹلائے گا، اسے انہیں لوگوں سے محبت ہوگی جو تم سے نفرت رکھتے ہوں، اور انہیں لوگوں سے نفرت ہوگی جو تم سے محبت رکھتے ہوں، تم اس سے محفوظ نہیں رہ سکتے، تم اس کی داڑھی سے تنکا ہٹا دو، اس کے کندھے پر اس کا کپڑا برابر کر دو تب بھی وہ تم کو نقصان پہونچائے گا، وہ اندر سے تمہارا دشمن ہوگا، گو بظاہر دوست بنا پھرے، اس کی نگاہ میں تم اسی وقت سب سے اچھے رہوگے جب تک تمہارے پاس مال کم سے کم رہے، اہل وعیال اور مصارف زیادہ سے زیادہ رہیں، اور تمہاری گمراہی بڑھی ہوئی رہے، اور جتنا تم مصیبت سے قریب اور اس میں مبتلا رہوگے، اور جتنا لوگوں کی ستائش سے دور رہوگے، اتنا ہی وہ تم سے خوش رہے گا۔

جب معاملہ ایسا ہوجائے تو پھر مُردوں کے پڑوس میں بس جانا،

معذوروں اور آفت رسیدوں کے ساتھ رہ جانا اور گھروں میں چھپ جانا ایسے
حاسد کے ساتھ رہنے اور میل جول قائم کرنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔
غور کیا جائے کتنے مؤثر اور بلیغ انداز میں ''حاسد'' کے اصلی کردار سے پردہ ہٹایا گیا ہے
اور اس کے حقیقی چہرے سے نقاب کشائی کی گئی ہے۔

(۲۷) عرب کے کسی دانا شخص سے دریافت کیا گیا:

أَیُّ أَعْدَائِکَ لا تُحِبُّ أَنْ یَعُوْدَ لَکَ صَدِیْقاً؟

تم اپنے کس دشمن کو اپنا دوست بنانا پسند نہیں کرتے؟

اس کا جواب تھا:

اَلْحَاسِدُ الَّذِی لا یَرُدُّهُ إِلَی مَوَدَّتِیْ إِلَّا زَوَالُ نِعْمَتِی. (العقد الفرید: ۲/۱۷۱)

حاسد کو، کیونکہ وہ میرا دوست اسی وقت بن سکتا ہے جب میری نعمت مجھ
سے چھن جائے۔

(۲۸) ایک صاحب علم نے فرمایا:

یَکْفِیْکَ مِنَ الْحَاسِدِ أَنَّهُ یَغْتَمُّ فِی وَقْتِ سُرُوْرِکَ. (نضرة النعیم: ۱۰/۴۴۲۷)

حاسد کی پریشانی کے لئے یہ کیا کم ہے کہ جب تم خوش ہوتے ہو وہ
تمہاری خوشی پر جلن کے مارے غمزدہ رہتا ہے (اسے دوسروں کی خوشی راس
نہیں آتی)۔

(۲۹) ایک عقل مند کا قول ہے:

اَلْحَسَدُ جُرْحٌ لا یَبْرَأُ، وَحَسْبُ الْحَسُوْدِ مَا یَلْقیٰ. (ایضاً)

حسد وہ زخم ہے جو کبھی مندمل نہیں ہوتا، حاسد کے لئے مستقل اس زخم کی

ٹیس پریشان کن ہوتی ہے، وہی اس کی کافی سزا ہے۔

(۳۰) کسی دانا کا حکمت بھرا جملہ ہے:

أَسَدٌ تُقَارِبُهُ خَيْرٌ مِنْ حَسُوْدٍ تُرَاقِبُهُ. (ایضاً: ٤٤٢٨)

شیر کی قربت اتنی مضر نہیں جتنا حاسد کا حسد مضر ہوتا ہے۔

(۳۱) حاسد کے بارے میں یہ تبصرہ بالکل بجا ہے:

اَلْحَاسِدُ إِذَا رَأَى نِعْمَةً بَهِتَ، وَإِذَا رَأَى عَثْرَةً شَمِتَ.

(الرسالة القشيرية: ١/٢٨٩)

حاسد کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ کسی نعمت کو دیکھتا ہے تو الزام تراشی کرنے لگتا ہے، اور کوئی غلطی دیکھ لیتا ہے تو بے حد خوش ہو جاتا ہے۔

(۳۲) ایک صاحب مفکر کے الفاظ ہیں:

مَا أَمْحَقَ لِلإِيْمَانِ مِنَ الْحَسَدِ، وَذٰلِكَ أَنَّ الْحَاسِدَ مُعَانِدٌ لِحُكْمِ اللّٰهِ، بَاغٍ عَلَى عِبَادِهِ، عَاتٍ عَلَى رَبِّهِ، يَعْتَدُّ نِعَمَ اللّٰهِ نِقَمًا، وَعَدْلَ قَضَائِهِ حَيْفًا، لِلنَّاسِ حَالٌ وَلَهُ حَالٌ، لَيْسَ يَهْدَأُ وَلَا يَنَامُ جَشَعُهُ، وَلَا يَنْفَعُهُ عَيْشُهُ، مُحْتَقِرٌ لِنِعَمِ اللّٰهِ عَلَيْهِ، مُتَسَخِّطٌ مَا جَرَتْ بِهِ أَقْدَارُهُ، لَا يَبْرُدُ غَلِيْلُهُ، وَلَا تُؤْمَنُ غَوَائِلُهُ، إِنْ سَالَمْتَهُ وَتَرَكَ، وَإِنْ وَاصَلْتَهُ قَطَعَكَ، وَإِنْ صَرَمْتَهُ سَبَقَكَ. (العقد الفريد: ٢/٢٧٣)

ایمان کو نقصان پہونچانے میں حسد سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں، اس لئے کہ حاسد اللہ کے فیصلہ کے خلاف سرکشی کرنے والا، بندوں پر ظلم کرنے والا، اللہ کا نافرمان، دوسروں پر اللہ کی نعمتوں کو برا سمجھنے والا، اور اللہ کے منصفانہ فیصلوں کو ظلم قرار دینے والا ہوتا ہے، دیگر لوگوں کا حال جدا اور حاسد کا حال جدا ہوتا ہے، وہ پرسکون نہیں رہتا، اسے اطمینان کی نیند نہیں آتی، اس کی زندگی

میں کوئی لطف باقی نہیں رہتا، اپنے اوپر ہونے والی اللہ کی نعمتوں کو حقیر سمجھتا ہے، تقدیر کے فیصلے سے ناراض رہتا ہے، اس کے سینے میں کینے کی آگ مشتعل رہتی ہے، ٹھنڈی نہیں پڑتی، اس کے شر سے کوئی محفوظ نہیں رہتا، اگر تم اس سے صلح کرو گے تو بھی وہ تم کو نقصان پہونچا کر رہے گا، تم اس سے جڑو گے تو بھی وہ تعلق منقطع کرنے والی حرکتیں کرے گا، اور تم اس سے قطع تعلق کرو گے تو وہ آگے بڑھ کر تم کو تکلیف پہونچائے گا۔

(۳۳) معمر بن المثنی کا بیان ہے کہ قیس بن زہیر غطفان کے علاقے سے گزرا، وہاں کے لوگوں کو بہت خوش حال اور دولت میں مست پایا تو اسے ناگواری ہوئی، کسی نے کہا:

أَيَسُوئُکَ مَايَسُرُّ النَّاسَ؟

کیا لوگوں کو خوش کرنے والی دولت مندی آپ کو غمزدہ کر رہی ہے؟

اس نے جواب دیا:

إِنَّکَ لا تَدْرِیْ أَنَّ مَعَ النِّعْمَةِ وَالثَّرْوَةِ التَّحَاسُدَ وَالتَّخَاذُلَ، وَأَنَّ مَعَ الْقِلَّةِ التَّحَاشُدَ وَالتَّنَاصُرَ. (دلیل السائلین : انس اسماعیل: ۸۹۱)

تمہیں نہیں معلوم کہ جب خوشحالی اور دولت آتی ہے تو اس کے ساتھ باہم حسد اور ایک دوسرے کی مدد سے ہاتھ کھینچ لینے کی عادت بھی پروان چڑھتی ہے، اور دولت کم ہوتی ہے تو لوگ باہم ایک دوسرے کی مدد اور تعاون بھی کرتے ہیں۔

(۳۴) منقول ہے کہ اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اپنے بدنام زمانہ گورنر حجاج بن یوسف سے کہا:

إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَهُوَ يَعْرِفُ عُيُوْبَ نَفْسِهِ، فَصِفْ لِيْ عُيُوْبَکَ.

ہر آدمی اپنے عیوب خوب جانتا ہے، تم اپنے عیوب میرے سامنے بیان کرو۔

حجاج نے معذرت چاہی تو عبدالملک نے اصرار کیا تو حجاج نے کہا:

أَنَا لَحُوحٌ، لَدُودٌ، حَقُودٌ، حَسُودٌ.

میرے اندر یہ چار اوصاف نمایاں ہیں کہ (۱) میں بہت اڑیل ہوں، (۲) بہت جھگڑالو ہوں، (۳) بڑا کینہ پرور ہوں، (۴) بڑا حاسد ہوں۔

عبدالملک نے یہ سن کر کہا:

مَافِي إِبْلِيُسَ شَرٌّ مِنُ هَذَا. (دليل السائلين: ۱۹۱)

ابلیس میں بھی اتنا شر نہیں جتنا تم میں ہے۔

(۳۵) کسی دانا کا قول ہے:

اَلُحَاسِدُ جَاحِدٌ لِأَنَّهُ لا يَرُضَىٰ بِقَضَاءِ الُوَاحِدِ. (الرسالة القشيرية: ۱۵۵)

حاسد اللہ کا منکر ہے، اس لئے کہ وہ خدائے واحد کے فیصلہ پر راضی نہیں رہتا۔

(۳۶) معروف مقولہ ہے:

اَلُحَسُودُ لا يَسُودُ. (ایضاً)

حاسد سردار نہیں ہوسکتا (یعنی نہ اسے دنیا میں بلند مقام مل سکتا ہے نہ آخرت میں)۔

(۳۷) ایک قول یہ ہے:

إِيَّاکَ أَنُ تَتَمَنَّىٰ فِي مَوَدَّةِ مَنُ يَحُسُدُکَ، فَإِنَّهُ لا يَقُبَلُ إِحُسَانَکَ. (ایضاً:۱۵۶)

تم اپنے حاسد کی محبت حاصل کرنے کی تمنا چھوڑ دو، کیونکہ وہ تمہارا احسان کبھی قبول نہیں کرے گا۔

(۳۸) حاسد کی خصوصیت یہ بتائی گئی ہے:

اَلْحَاسِدُ مُغْتَاظٌ عَلٰی مَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ، بَخِيْلٌ بِمَا لَا يَمْلِكُهُ. (ایضاً)

حاسد اس شخص پر ناراض رہتا ہے جس کا کوئی قصور نہیں ہوتا، اس چیز میں بخل کرتا ہے جو اس کی ملکیت میں نہیں ہوتی۔

(۳۹) حضرت انس بن مالکؓ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی مجلس میں مسلسل تین دن حضرت سعدؓ کے بارے میں اشارہ کرتے ہوئے انہیں جنتی ہونے کا مژدہ سنایا، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ نے اس بشارت کا راز جاننے کے مقصد سے بطور مہمان ان کے ہاں تین رات قیام کیا، پھر ان سے دریافت کیا، تو ان کا جواب تھا:

لَا أَجِدُ فِي نَفْسِي لِأَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ غِشًّا وَلَا أَحْسُدُ أَحَدًا عَلٰی خَيْرٍ أَعْطَاهُ اللّٰهُ إِيَّاهُ. (الترغيب والترهيب: الترهيب من الحسد: ۳/۵٤۹)

میں اپنے دل میں کسی مسلمان کے لئے کوئی کھوٹ نہیں پاتا، اور جس کو بھی اللہ نے کوئی خیر عطا کی ہو، مجھے اس سے کبھی حسد نہیں ہوتا۔

(۴۰) حضرت علیؓ سے ''ابلیس کا یہ قول'' منقول ہے:

إِبْغُوْا مِنْ بَنِي آدَمَ الْبَغْيَ وَالْحَسَدَ فَإِنَّهُمَا يَعْدِلَانِ عِنْدَ اللّٰهِ الشِّرْكَ. (الزواجر: للهيثمي: ۱/۹۸)

(ابلیس اپنے کارندوں کو ہدایت دیتا ہے کہ) اولادِ آدم کو ظلم اور حسد میں مبتلا کرو، اس لئے کہ اللہ کے ہاں یہ دونوں گناہ شرک کے برابر (قریب)

سمجھے جاتے ہیں۔

(۴۱) علامہ ابن حجر مکی ہیثمیؒ لکھتے ہیں:

اَلْکَبِیْرَۃُ الثَّالِثَۃُ: اَلْغَضَبُ بِالْبَاطِلِ وَالْحِقْدُ وَالْحَسَدُ؛ لِمَا کَانَتْ ھٰذِہِ الثَّلَاثَۃُ بَیْنَھُمَا تَلَازُمٌ وَتَرَتُّبٌ، إِذِ الْحَسَدُ مِنْ نَتَائِجِ الْحِقْدِ، وَالْحِقْدُ مِنْ نَتَائِجِ الْغَضَبِ، کَانَتْ بِمَنْزِلَۃِ خَصْلَۃٍ وَاحِدَۃٍ. (ایضاً: ۱/۹۰)

تیسرا کبیرہ گناہ ناحق غصہ، کینہ اور حسد ہے، چونکہ ان تینوں میں باہم تعلق لازم ملزوم کا ہے، اس لئے تینوں کو ایک درجے میں رکھا گیا ہے، اس لئے کہ حسد کینے کا نتیجہ ہوتا ہے، اور کینہ ناحق غصہ کا نتیجہ ہوتا ہے۔

(۴۲) حسد کے رواج عام کو سمجھانے کا ایک انداز ”حافظ سید وارث علی شاہ“ کی زبانی یوں مذکور ہے:

حافظ سید وارث علی شاہ صاحب سے کسی نے پوچھا کہ ۷۳ر فرقوں میں ناجی فرقہ کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جس میں حسد نہ ہو اور حسد کے ۷۲ر عدد نکلتے ہیں، جمل کے حساب سے حسد کے ۷۲ عدد نکلتے ہیں یعنی ”ح“ کے ۸، ”س“ کے ۶۰، اور ”د“ کے ۴ر یہ سب مل کر کل ۷۲ر ہوئے، جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ۷۲ر فرقے جو دوزخی ہوں گے ان میں حسد ہوگا اور ایک فرقہ جو حسد سے پاک ہوگا وہی ناجی ہوگا۔ (ندائے منبر ومحراب: ۱/۱۹۹)

(۴۳) ایک مشہور مقولہ ہے:

اَلْحَسَدُ حِسْکٌ مَنْ تَعَلَّقَ بِہٖ ھَلَکَ. (فتح البیان: ۷/۵۹۳)

حسد ایک ایسا کانٹا ہے جس نے اسے پکڑا وہ ہلاک ہوگیا۔

(۴۴) منقول ہے کہ:

حضرت حاتم اصم خراسانیؒ اپنے دور کے ظاہری علوم یعنی تفسیر وحدیث، قراءت وتجوید، جدل ومناظرہ، ہیئت وفلسفہ میں دسترس حاصل کرنے کے بعد کسی دارالعلوم میں مسند تدریس پر فائز ہونے کے بجائے علم کی خوشبو سونگھنے اور اس کی لذت سے لطف اندوز ہونے کے لئے حضرت شقیق بلخی کی صحبت میں چلے گئے، وہاں تیس سال تک صدق وصفاء، تسلیم ورضاء، زہد وورع، ایثار وقربانی، تواضع وانکساری، ہمدردی وغمگساری، مہر ووفاء، صبر وحلم، عفو وکرم، طیب الکلام و افشاء السلام کا درس لیتے رہے، ایک دن ان کے شیخ محترم نے ان سے پوچھا: اے حاتم! تمہیں میرے حلقہ درس میں شامل ہوئے تیس برس گزر گئے ہیں بتاؤ اس عرصہ میں تم نے علم سے کیا کیا فوائد حاصل کئے ہیں، انہوں کیا خوب جواب دیا: حضرت! میں نے علم سے آٹھ فوائد حاصل کئے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ میرے لئے کافی ہیں، مجھے امید ہے کہ ان کی وجہ سے مجھے نجات مل جائے گی۔

ان میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ: میں نے لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے کی مذمت اور غیبت کرتے دیکھا، جب میں نے ان کی اس روش پر غور کیا تو پتہ چلا کہ ان میں جو شخص کسی دوسرے شخص کے پاس علم وفضل، جاہ ومنصب اور مال و دولت کی فراوانی دیکھتا ہے تو اس سے حسد شروع کر دیتا ہے، تب میں نے اللہ کے اس فرمان پر غور کیا:

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضاً سُخْرِيّاً.

(الزخرف: ۳۲)

ہم ہی نے دنیا کی زندگانی میں ان کے لئے وسائل معاش تقسیم کئے ہیں، اور ایک دوسرے پر درجے بلند کئے تاکہ وہ ایک دوسرے سے خدمت لے سکیں۔

لہٰذا میں اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہوں کہ دراصل اللہ تعالیٰ ہی نے یہ تقسیم کر رکھی

ہے اور میں اپنی قسمت پر راضی ہوگیا ہوں اور لوگوں کے ساتھ حسد کرنا چھوڑ دیا ہے۔

(صالحین کرام کے دلچسپ اور ایمان افروز واقعات: ۲۴۸-۲۵۱ مختصراً)

(۴۵) منقول ہے کہ کسی دانا نے اپنے مصاحب سے پوچھا: سب سے زیادہ بیدار (الرٹ) اور متحرک کون شخص رہتا ہے؟ ایک مصاحب کا جواب تھا: وہ جو صبح کے انتظار میں رات کاٹ رہا ہو، وہ بہت متحرک رہتا ہے اور سراپا انتظار رہتا ہے کہ کب صبح ہو، دوسرے نے کہا: مسافر سب سے زیادہ بیدار رہتا ہے، اسے سفر مکمل کرنے کی دھن ہوتی ہے۔ یہ سن کر اس دانا نے کہا:

اَلْحَاسِدُ، إِنَّمَا هَمُّهُ أَنْ يَنْزِعَ اللّٰهُ مِنْکَ النِّعْمَةَ الَّتِیْ أَعْطَاکَ فَلا يَغْفُلُ أَبَدًا. (اشکر حسادك: ۱۲۱)

سب سے بیدار حاسد رہتا ہے، اس کی دھن صرف یہ ہوتی ہے کہ اللہ نے جو نعمت تم کو دی ہے، وہ تم سے چھین لے، اس لئے وہ کبھی غافل نہیں ہوتا۔

(۴۶) حضرت حسنؒ نے فرمایا:

اَلْحَسَدُ أَسْرَعُ فِی الدِّيْنِ مِنَ النَّارِ فِی الْحَطَبِ الْيَابِسِ.

(ایضاً)

آگ خشک لکڑی کو جتنی تیزی سے جلاتی ہے، حسد دین کو اس سے بھی زیادہ تیزی سے برباد کرتا ہے۔

(۴۷) حضرت حسنؒ کا قول ہے:

أُصُوْلُ الشَّرِّ ثَلاثَةٌ وَفُرُوْعُهُ سِتَّةٌ: فَالْأُصُوْلُ الثَّلاثَةُ الْحَسَدُ وَالْحِرْصُ وَحُبُّ الدُّنْيَا، وَالْفُرُوْعُ السِّتَّةُ: حُبُّ النَّوْمِ، وَحُبُّ الشَّبَعِ، وَحُبُّ الرَّاحَةِ، وَحُبُّ الرِّئَاسَةِ، وَحُبُّ الثَّنَاءِ، وَحُبُّ الْفَخْرِ. (ایضاً: ۱۴۱)

شر کی بنیادیں تین ہیں، اور اس کے اجزاء چھ ہیں: حسد، حرص اور دنیا کی محبت تینوں بنیادیں ہیں، اور نیند، شکم سیری، راحت، سرداری، تعریف اور فخر کی محبت وچاہت شر کے اجزاء ہیں۔

(۴۸) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا:

لَا تُعَادُوا نِعَمَ اللّٰهِ.

اللہ کی نعمتوں سے عداوت مت رکھو۔

ان سے کہا گیا:

وَمَنْ يُعَادِيْ نِعَمَ اللّٰهِ؟

اللہ کی نعمتوں سے عداوت کون رکھتا ہے؟

فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ.

(ایضاً:۱۵۲)

وہ جو اللہ کی طرف سے لوگوں کو حاصل شدہ نعمتوں اور فضل پر حسد کرتے ہیں۔

(۴۹) حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا:

مِنْ شَأْنِ الْحَسُوْدِ عَدَمُ الْفَهْمِ، فَمَنْ أَرَادَ الْفَهْمَ فَلَا يَحْسُدُ أَحَداً. (ایضاً: ۱۸۶)

حاسد کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ وہ حق اور حقیقت کو نہیں سمجھتا، لہٰذا جو شخص حق کو سمجھنا چاہتا ہے وہ کسی سے حسد نہیں کرتا۔

(۵۰) ابن المقفع کا قول ہے:

اَلْحَسَدُ وَالْحِرْصُ دِعَامَتَا الذُّنُوْبِ: فَالْحِرْصُ أَخْرَجَ آدَمَ

مِنَ الْجَنَّةِ، وَالْحَسَدُ نَقَلَ إِبْلِيْسَ مِنْ جِوَارِ اللّٰهِ تعالىٰ. (ايضاً: ١٩٢)

حسد اور لالچ گناہوں کے ستون ہیں، چنانچہ لالچ نے حضرت آدم کو جنت سے نکالا، اور حسد نے ابلیس کو اللہ کے جوار رحمت سے محروم کر دیا۔

(۵۱) امام ابو حاتم رازیؒ فرماتے ہیں:

بِئْسَ الشِّعَارُ لِلْمَرْءِ الحَسَدُ، لِأَنَّهُ يُوْرِثُ الْكَمَدَ، وَيُوْرِثُ الْحُزْنَ، وَهُوَ دَاءٌ لا شِفَاءَ فِيْهِ. (روضة العقلاء: ١٢٣)

آدمی سے چمٹنے والی سب سے بدترین چیز حسد ہے، اس لئے کہ حسد کڑھن اور رنج پیدا کرتا ہے، یہ ایک لاعلاج بیماری ہے۔

(۵۲) منقول ہے کہ ایک شخص کی عمر سو سال سے زائد ہو چکی تھی، مگر اس کی جسمانی صحت، قوت اور نشاط کے حالات قابل رشک تھے، کسی کے دریافت کرنے پر اس نے وجہ بتائی:

تَرَكْتُ الْحَسَدَ فَبَقِيَ الْجَسَدُ. (اشكر حسادك: ١٩٤)

میں نے حسد چھوڑ دیا اسی لئے میرا جسم سلامت رہا۔

(۵۳) حضرت ہشام الاصمؒ فرماتے ہیں:

میں نے دیکھا کہ لوگ ایک دوسرے کی غیبت، توہین، اور تنقیص میں سرگرداں ہیں، میں نے اس کا سبب ایک ہی پایا، اور وہ دوسروں کے علم، مال اور جاہ پر حسد ہے، پھر میں نے قرآن میں غور کیا تو مجھ کو شرح صدر ہو گیا کہ اللہ نے ساری نعمتیں ازل ہی سے تقسیم فرما رکھی ہیں، اور اللہ کی تقسیم پر ناراض اور تنگ دل ہونا حماقت کے سوا کچھ نہیں ہے، چنانچہ میں نے طے کر لیا کہ مجھے کسی سے حسد نہیں کرنا ہے اور ہمیشہ اللہ کے فیصلے پر راضی رہنا ہے۔ (ایضاً: ۱۹۵)

(۵۴) حضرت سفیان ابن عیینہؒ کا بیان ہے کہ لوگوں نے حضرت عبداللہ بن عروہؓ سے کہا کہ آپ مدینہ کیوں نہیں آتے؟ انہوں نے فرمایا: مدینہ منورہ میں اب صرف وہی لوگ باقی

ہیں جو دوسروں کی نعمتوں پر حسد کرتے ہیں یا اپنی نعمتوں پر خوش ہوتے ہیں۔(حلیۃ الاولیاء: ۷/۲۹۹)اس سے عمومی صورت حال کی ابتری کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

(۵۵)ایک حکیمانہ قول ہے:

بِحَسَدِنَا نُطْعِمُ الْهَمَّ لُحُوْمَنَا، وَنَسْقِی الْفَمَ دِمَائَنَا، وَنُوَزِّعُ نَوْمَ جُفُوْنِنَا عَلَی الْآخَرِیْنَ.

حسد کی وجہ سے ہم غم کو اپنا گوشت کھلاتے ہیں، منہ کو اپنا خون پلاتے ہیں اور اپنی پلکوں کی نیند دوسرے لوگوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔(سورۂ یوسف کے ۱۰۱ فوائد: پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی:۶۲)

❑❑❑

حسد کے اسباب ومحرکات

حاسد کو حسد پر آمادہ کرنے والے اور اس رذیل خصلت میں مبتلا کردینے والے متعدد اسباب، عوامل اور محرکات ہوتے ہیں، ان میں چند بنیادی اسباب ومحرکات ذکر کئے جاتے ہیں:

(۱) عداوت، بغض اور کینہ

حسد میں مبتلا کرنے والا سب سے بنیادی، سنگین اور خطرناک سبب یہی ہے کہ انسان دوسرے کے لئے اپنے دل میں بغض، کینہ، کپٹ، نفرت اور عداوت کے گندے جذبات رکھتا ہے، اور اس کی وجہ سے وہ حسد میں مبتلا ہوجاتا ہے، چنانچہ دوسرے کی راحت اس کے لئے باعث تکلیف اور دوسرے کا رنج اس کے لئے باعث راحت ہونے لگتا ہے۔

امام غزالیؒ نے وضاحت کی ہے کہ:

> حسد کا یہ سبب دیگر اسباب کی بہ نسبت سخت ہے، ہر وہ شخص جسے اذیت دی جائے یا اس کے مقاصد میں خلل ڈال دیا جائے تو اذیت دینے والے اور مقاصد کی راہ میں رکاوٹ کھڑی کرنے والے کا مخالف ہوجاتا ہے، اور دل سے اسے برا جانتا ہے، اور کینہ وغضب اسے انتقام پر اکساتا ہے، اگر خود انتقام نہیں لے پاتا تو یہ چاہتا ہے کہ زمانہ ہی اس سے انتقام لے لے، حد یہ کہ اگر دشمن کو کوئی پریشانی لاحق ہوجائے یا اس پر کسی طرح کی کوئی مصیبت آپڑے تو وہ اسے اپنی بزرگی اور باری تعالیٰ کے یہاں اپنے درجات کی بلندی اور قربت سے تعبیر کرتا ہے، اور اگر دشمن کو اس کی خواہش کے علی الرغم کوئی نعمت مل جائے یا کوئی منصب حاصل ہوجائے تو یہ سمجھتا ہے کہ شاید میں بارگاہ

ایزدی میں مقبول نہیں ہوں تب ہی تو مجھے ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا اور دشمن کو فتح ہوئی، حاصل یہ ہے کہ حسد اور دشمنی ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں، تقویٰ اور احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس طرح کے حسد کو دل میں جگہ نہ دے اور اسے برا سمجھے، یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی انسان سے نفرت ہونے کے باوجود اس کی خوشی اور غم دونوں برابر ہوں، حسد ایک مہلک بیماری ہے، کفار کے سلسلے میں باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُواْ آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْاْ عَضُّواْ عَلَيْكُمُ الأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوتُواْ بِغَيْظِكُمْ إِنَّ اللّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ. (آل عمران:۱۱۹)

اور جب الگ ہوتے ہیں تو تم پر اپنی انگلیاں کاٹ کاٹ کر کھاتے ہیں مارے غیض کے، آپ کہہ دیجئے کہ تم مر رہو اپنے غصے میں، بے شک خدا تعالیٰ خوب جانتے ہیں دلوں کی باتوں کو۔

مزید فرمایا:

إِن تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِن تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُواْ بِهَا. (آل عمران:۱۲۰)

اگر تم کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے تو ان کے لئے موجب رنج ہوتی ہے، اور اگر تم کو کوئی ناگوار حالت پیش آتی ہے تو اس سے خوش ہوتے ہیں:

نیز ارشاد فرمایا:

وَدُّواْ مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ. (آل عمران: ۱۱۸)

تمہاری مضرت کی تمنا رکھتے ہیں، واقعی بغض ان کے منھ سے ظاہر ہو پڑتا ہے اور جس قدر ان کے دلوں میں ہے وہ تو بہت کچھ ہے۔

دشمنی کی وجہ سے جو حسد ہوتا ہے وہ عموماً کشت وخون اور جنگ وقتال پر منتہی ہوتا

ہے، تمام عمر محسود کی نعمت ضائع کرنے کی تدبیروں میں صرف ہوجاتی ہے، مثلاً: چغلی، اہانت مسلم اور غیبت جیسی برائیوں کا ارتکاب کرنا۔ (ترجمہ احیاء العلوم: ۴/ ۲۵-۲۶)

واقعہ یہی ہے کہ اکثر دوسرے سے جذبۂ عداوت ہی حسد کی راہ ہموار کرتا ہے، اور علماء نے لکھا ہے کہ بغض وعداوت کی وجہ سے پیدا ہونے والا حسد عام ہوتا ہے، اس میں مساوات کی قید نہیں بلکہ ایک ادنیٰ شخص اعلیٰ سے اعلیٰ شخص کا بدخواہ ہوسکتا ہے۔

(۲) اپنی نااہلی اور دوسروں کا ہنر اور کمال

حسد کا دوسرا سبب یہ ہوتا ہے کہ آدمی دوسرے کی برتری اور کمال کو گوارا نہیں کرپاتا، کوئی دوسرا شخص صاحب کمال ہوجائے یا صاحب منصب ہوجائے یا دولت کا مالک ہوجائے یا اعلیٰ صاحب علم ہوجائے اور حاسد کو یہ کمال حاصل نہ ہو تو اسے اپنے اوپر دوسرے کی یہ برتری گوارا نہیں ہوتی، چنانچہ وہ مبتلائے حسد ہوجاتا ہے۔

علامہ ماوردیؒ نے وضاحت کی ہے کہ اپنی بے ہنری، نااہلی اور نقص کی وجہ سے دوسروں کے مراتب کمال اور ان کی برتری آدمی کو بسا اوقات ہضم نہیں ہوپاتی، بالآخر وہ ان سے حسد کرنے لگتا ہے۔ (نضرۃ النعیم: ۱۰/ ۴۴۱۹)

(۳) تکبر، گھمنڈ اور دوسروں کی تحقیر

حاسد کے حسد کا ایک نمایاں سبب اس کا تکبر اور گھمنڈ ہوتا ہے، امام غزالیؒ لکھتے ہیں:

> کبھی حسد کا سبب یہ ہوتا ہے کہ حاسد دوسرے کو ذلیل وحقیر سمجھتا ہے، اور اس کی خواہش ہوتی ہے کہ دوسرا اس سے دب کر رہے، اس کی خدمت کرے اور ہر وقت تعمیل حکم کے لئے مستعد نظر آئے، اب اگر اتفاقاً اسے کوئی نعمت مل جائے تو حاسد کو یہ خوف ستاتا ہے کہ کہیں وہ شخص نعمت پاکر بدل نہ جائے، اور اس کی خدمت کرنے یا حکم ماننے سے انکار نہ کردے یا برابری کا دعویٰ کر بیٹھے یا اپنی برتری کا اعلان کردے، اب میں

اس پر متکبر ہوں پھر وہ مجھ پر متکبر ہو جائے گا، یہ خوف اسے حسد پر مجبور کرتا ہے۔(ترجمہ احیاء العلوم:۴/۲۶)

حضور اکرم ﷺ سے کفار کے حسد کی اصل وجہ یہی تھی کہ وہ آپ کی یتیمی اور غربت کی وجہ سے آپ کو نعوذ باللہ اپنے بالمقابل حقیر گردانتے تھے، اور خود پرلے درجے کے گھمنڈ میں مبتلا تھے، وہ کہا کرتے تھے کہ:

قرآن مکہ و طائف کے کسی بڑے آدمی پر اترنے کے بجائے محمد (ﷺ) پر کیوں اتارا گیا؟ (الزخرف:۳۱)

پچھلی امتوں کے کفار نے بھی اپنے نبیوں کی بابت کہا تھا کہ:

''اگر تم نے کہیں اپنے ہی جیسے ایک انسان کی فرماں برداری قبول کر لی تو تم بڑے ہی گھاٹے کا سودا کرو گے'' (المؤمنون:۳۴)

انہوں نے انبیاء کو جھٹلاتے ہوئے کہا:

''تمہاری حقیقت اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ تم ہم جیسے ہی آدمی ہو، خدا نے کوئی چیز نازل نہیں کی، تم جھوٹ بول رہے ہو'' (یٰس:۱۵)

اہل ایمان کی بابت ان کا تبصرہ تھا:

''کیا یہ ہیں وہ لوگ جنہیں اللہ نے ہم سب کو چھوڑ کر احسان کرنے کے لئے چنا ہے؟''

یہ سارے تبصرے اور جملے تکبر کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں، حاصل یہ ہے کہ حسد کا بنیادی سبب تکبر اور تحقیر کا مرض ہوتا ہے۔

(۴) تعجب

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی کو بلند مقام، اچھی حالت اور بہتر مرتبے پر دیکھ کر تعجب ہوتا

ہے، اور یہ تعجب حسد تک پہونچا دیتا ہے، قرآن کی مختلف آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ سابقہ امتوں نے اپنے انبیاء کی دعوت صرف اس لئے مسترد کردی کہ انہیں اپنے جیسے انسانوں کے ہی نبی بننے پر حیرت تھی، اس حیرت نے انہیں انبیاء سے حسد اور ان سے نبوت کی نعمت چھن جانے کی تمنا اور ان کے انکار کی روش پر چلایا، انہوں نے علانیہ کہا تھا:

''کیا اللہ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے''۔ (الاسراء:۹۴)

اور:

''ہم پر فرشتے کیوں نہیں اترتے''۔ (الفرقان:۲۱)

قرآن میں اللہ نے ان کے تعجب کا ذکر کیا ہے:

''بھلا کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے رب کی نصیحت ایک ایسے آدمی کے ذریعہ تم تک پہونچی ہے جو خود تم ہی میں سے ہے''۔ (الاعراف:۶۳)

خود آپ ﷺ کے بارے میں کفار کو بار بار ایسا تعجب ہوتا تھا، جس کا ذکر قرآن میں مختلف مقامات پر ہے، بہرحال حسد کے اسباب میں تعجب بھی شامل ہے۔

(۵) معاصرت

حسد کا ایک نمایاں اور بکثرت سامنے آنے والا سبب ومحرک معاصرت کا فتنہ ہوتا ہے، معاصرانہ چشمک بہت سے مفاسد کا پیش خیمہ ہوتی ہے، جس میں ''حسد'' بہت نمایاں ہے۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں:

حسد کا پانچواں سبب یہ ہے کہ جب دو شخصیتوں کا ایک مقصد ہوتا ہے تو دونوں باہم ایک دوسرے کو رشک وحسد کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان میں جب ایک کو اس مقصد میں کامیابی حاصل ہوجاتی ہے تو دوسرا قدرتی طور پر اس کا بدخواہ ہوجاتا ہے، ایک شوہر کی متعدد بیویوں اور ایک باپ کے متعدد بیٹوں میں جو رشک وحسد ہوتا ہے،

اس کی وجہ یہی ہوتی ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان کے قتل کرنے کی جوسازش کی تھی اس کا سبب یہی تھا۔ (سیرت النبی:۴/۶۷۳)

سوتنوں کا باہم حسد، بھائیوں کا باہم حسد، ایک استاذ کے دو یا زائد تلامذہ، بادشاہ کے مصاحبین، ایک شہر کے واعظین اور خطباء اور علماء کا باہم حسد اسی قبیل سے ہے۔ (احیاء العلوم:۳/۳۵۴)

شیخ عبداللہ بن حسین الموجان نے حسد کا ایک سبب **"تنافس الأقران"** (ہم عصروں میں مسابقت، مقابلہ آرائی اور رسہ کشی) ذکر کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

جب لوگ کسی جگہ، بازار، مدرسہ یا کسی مسجد کے پڑوس میں ایک ساتھ رہتے ہوں، اور مختلف اغراض لئے ایک ساتھ کام کرتے ہوں تو پھر یہ لوگ آپس میں ضد، حسد اور بغض کرنے لگتے ہیں، اور پھر اس سے حسد کے باقی اسباب بھی جنم لیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ دیکھتے ہیں کہ عالم، عالم کے ساتھ حسد کرتا ہے نہ کہ عابد کے ساتھ، اور عابد عابد کے ساتھ حسد کرتا ہے نہ کہ عالم کے ساتھ، اور تاجر تاجر کے ساتھ حسد کرتا ہے، بلکہ موچی موچی کے ساتھ حسد کرتا ہے اور کپڑا فروش کے ساتھ حسد نہیں کرتا۔

(معلوم ہوا کہ) ان کے باہم حسد کرنے کی وجہ ایک جیسے پیشے اختیار کرنے کے سوا اور کوئی نہیں ہے، اسی لئے (ہر) آدمی دوسرے لوگوں کی بہ نسبت اپنے سگے بھائی اور چچا زاد بھائی سے زیادہ حسد کرتا ہے، اور عورت اپنی ساس، نند اور جیٹھانی کی بہ نسبت اپنی سوکن سے زیادہ حسد کرتی ہے، موچی کے کپڑا فروش کے ساتھ حسد نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں کا کام اور رخ الگ الگ ہے تو یہ دونوں ایک دوسرے کے کام میں مداخلت کر کے نہیں لڑتے، جب کہ اس کے برخلاف ایک صاحبِ دولت کپڑا فروش کے کام میں دوسرا کپڑا فروش مداخلت کر کے رکاوٹ ڈالتا ہے۔ (تحفۃ الائمہ:۱۲۷)

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم نے ''ہم عصری'' کو حسد کی بنیادی وجہ بتاتے ہوئے فرمایا:

اگر ایک دور میں لوگ ہوں، ہم عمر ہوں، ہم سبق ہوں، ایک لیول پر ہوں، ایک

ہی لائن میں کام کررہے ہوں تو اگران میں سے کسی پر اللہ تعالیٰ کی نعمت زیادہ ہوجائے تو پھر دوسروں کومحسوس ہوتا ہے، یہ ہم عصری بھی حسد کا سبب بنتی ہے، اس کو کہتے ہیں Professional Jalousy ہر لائن کے لوگوں میں یہ حسد ہوتا ہے، حتیٰ کہ علم کی لائن میں کوئی ہے تو ان کو بھی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ حسد پیدا ہوگا۔

اکثر ہم نے دیکھا ہے کہ دفتروں میں جہاں ایک لیول پر کام کرنے والے کئی سارے ہوتے ہیں ماشاء اللہ اس کا نام رکھا ہوا ہے لوگوں نے ٹانگ کھینچنا، ایک کوئی اچھا کام کرتا ہے دوسرے اس کی ٹانگ کھینچنے میں لگ جاتے ہیں، اور اس کی پریکٹیکل مثال: وہ کیکڑا یا جھینگا ہوتا ہے ناں جس کو کھاتے ہیں لوگ، تو ایک کک نے پر ان کو پکانا تھا، بہت سارے تھے سیکڑوں میں تھے، تو اس نے ان کو ایک بالٹی یا ٹب میں ڈال دیا اور اس پر ڈھکنا بھی نہیں دیا، اب سب اندر چل پھر رہے ہیں، تو کسی نے دیکھ کر کہا اوئے یہ کیا کیا تم نے بالٹی کا منہ ڈھانپا ہی نہیں، اس نے کہا فکر کی کوئی بات نہیں، یہ باہر نہیں نکل سکتے، کیوں؟ کہنے لگا خود ہی دیکھ لو ہوتا کیا ہے، اس نے جب غور کیا تو ان میں ایک چلتا ہوا جب بالٹی کی دیوار پر چڑھا کہ میں باہر نکلوں تو دو نے مل کر اس کی ٹانگیں نیچے کھینچیں، پھر دوسرا چڑھنے لگا تو دو اور نے مل کر اس کی ٹانگیں نیچے کھینچیں، بالکل اسی طرح حاسد بندہ جس کو اللہ نے نعمت دی ہو اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرتا ہے۔ (مہلک روحانی امراض: ۲۱۶-۲۱۷)

(۶) جاہ پرستی اور حب دنیا

جاہ پرستی، دنیوی مناصب، عہدوں اور وجاہتوں کی طلب اور دنیا کی محبت وہ امور ہیں جو انسان کو حسد کے راستے پر لے جاتے ہیں، ایسا انسان جب دوسرے کو دیکھتا ہے کہ اسے منصب اور مال حاصل ہے تو وہ فوراً اس نعمت کے زوال کا متمنی ہوجاتا ہے، یہود کو اہل اسلام سے اسی لئے حسد تھا کہ وہ انہیں اپنے اقتدار کی راہ کا روڑا سمجھ رہے تھے، اسلام سے پہلے یہود کو علمی اور مذہبی لحاظ سے عربوں پر برتری حاصل تھی، مگر اسلام نے ان کی یہ برتری ختم کردی، اس

لئے وہ اسلام کو مٹانے کے درپے ہوگئے، منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول کو اہل مدینہ اپنا بادشاہ بنانا چاہتے تھے، مگر اسلام نے یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہونے دیا، جس کے بعد حسد اور بغض کا شکار ہوکر عبداللہ بن ابی نے جو گستاخیاں اور سازشیں کیں، وہ اسلام کی تاریخ میں کھلی کتاب کی طرح موجود ہیں۔

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

حسد کی بنیاد ہے حب دنیا اور حب جاہ، یعنی دنیا کی محبت اور جاہ کی محبت، اس لئے حسد کا علاج یہ ہے کہ آدمی اپنے دل سے دنیا اور جاہ کی محبت نکالنے کی فکر کرے، اس لئے کہ تمام بیماریوں کی جڑ دنیا کی محبت ہے، اور اس دنیا کی محبت کو دل سے نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی یہ سوچے کہ یہ دنیا کتنے دن کی ہے، کسی بھی وقت آنکھ بند ہوجائے گی، انسان کے لئے نجات کا کوئی راستہ نہیں ہوگا۔

دنیا کی لذتیں، دنیا کی نعمتیں، اس کی دولتیں، اس کی شہرت، اس کی عزت اور اس کی ناپائیداری پر انسان غور کرے، اور یہ سوچے کہ کسی بھی وقت آنکھ بند ہوجائے گی تو سارا قصہ ختم ہوجائے گا، اس کے بعد پھر انسان کے لئے نجات کا کوئی راستہ نہیں ہوگا۔ (تحفۃ الائمہ:۱۲۶)

کسی دانا کا قول ہے:

اَلْحَسَدُ دَاءٌ لا يُمِيتُهُ إِلَّا الزُّهْدُ فِي الدُّنْيَا، وَمَنْ زَهِدَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يُصِبْهُ الْحَسَدُ إِلَّا قَلِيلاً، وَمَنْ رَغِبَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يُفَارِقْهُ الْحَسَدُ إِلَّا قَلِيلاً. (اشكر حسادك: ۱۹۹)

حسد ایسا مرض ہے جسے دنیا سے بے رغبتی کے سوا کوئی اور چیز ختم نہیں کرسکتی، جو دنیا سے بے رغبت رہتا ہے اسے حسد بہت کم لاحق ہوتا ہے، اور جو دنیا کا حریص ہوتا ہے وہ بہت کم حسد سے بچ پاتا ہے۔

(۷) نفس کی خباثت

حسد کا ایک بڑا سبب حاسد کی فطری خباثت نفس بھی ہے، امام ابن حزمؒ نے لکھا ہے کہ:

جن لوگوں کی فطرت میں خباثت ہوتی ہے وہ دوسروں کو بلکہ اپنے محسنوں تک کو اپنے سے بہتر حال میں دیکھ کر حسد و بغض کا شکار ہو جاتے ہیں۔ (موسوعۃ الاخلاق: ۴/۳۴۴)

امام غزالیؒ وضاحت فرماتے ہیں:

نفس کی خباثت اور خیر کے سلسلے میں دل کا بخیل ہونا بھی حسد کا بڑا سبب ہے، تمہیں ایسے لوگ آسانی سے مل جائیں گے جنہیں نہ ریاست کی آرزو ہوگی، نہ تکبر ہوگا، نہ مال کی طلب ہوگی، نہ کچھ مقاصد ہوں گے، جن کے ضائع ہو جانے کا خوف ہو، اس کے باوجود جب ان کے سامنے کسی شخص کا حال بیان کیا جائے گا اور ان کے علم میں یہ بات آئے گی کہ وہ فلاں نعمت خداوندی سے بہرہ ور ہے تو ان کے سینے پر سانپ لوٹیں گے اور جب انہیں بتلایا جائے گا کہ فلاں شخص آج کل پریشانیوں سے گذر رہا ہے، اسے اپنے مقاصد میں ناکامی ہوئی ہے، یا وہ اقتصادی تنگی کا شکار ہے، یہ سن کر بدباطن لوگوں کو دلی مسرت ہوگی، ان لوگوں کی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی شخص کبھی فلاح نہ پائے، وہ دوسروں پر باری تعالیٰ کے انعامات کی بارش دیکھ کر اس طرح مضطرب اور بے چین ہوتے ہیں گویا وہ انعامات ان کے خزانۂ خاص سے چھین کر دیئے گئے ہوں، کہا جاتا ہے کہ بخیل وہ شخص ہے جو اپنے مال میں بخل کرے اور شحیح وہ شخص ہے جو دوسروں کے مال میں بخیل ہو، یہ لوگ گویا اللہ کی نعمت میں بخل کرتے ہیں، اور ان لوگوں سے جلتے ہیں جن سے نہ انہیں کوئی دشمنی ہے، اور نہ ان کے مابین کسی قسم کا کوئی ربط ہے، اس حسد کا ظاہری سبب خباثت نفس کے علاوہ دوسرا نہیں ہے، یہ اس طبعی رذالت کا ردعمل ہے جو جبلت بن چکی ہے، اس کا علاج انتہائی دشوار ہے کیونکہ اس کے علاوہ حسد کے جتنے بھی اسباب ہیں وہ عارضی ہوتے ہیں، اور ان کا ازالہ ناممکن نہیں ہے، جب کہ یہ فطری خبث ہے، کسی عارضی سبب کی راہ سے نہیں ہے، اس لئے اس کا ازالہ مشکل ہے۔ (ترجمہ احیاء العلوم: ۴/۲۹)

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا ملفوظ ہے:

حسد کا باعث عموماً یا تو تکبر وغرور ہوتا ہے یا عداوت وخباثت نفس، کہ بلا وجہ خدا تعالیٰ کی نعمت میں بخل بھی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ جس طرح میں کسی کو کچھ نہیں دیتا اسی طرح حق تعالیٰ بھی دوسرے کو کچھ نہ دے۔ (شریعت وطریقت:۲۲۲)

(۸) اللہ کے فیصلے پر راضی نہ ہونا

حاسد کے حسد کا ایک باعث یہ ہوتا ہے کہ اس کا دل اللہ کے فیصلوں پر راضی نہیں ہوتا، دوسروں کو اللہ کی طرف سے جو نعمتیں اور خوبیاں حاصل ہوتی ہیں، حاسد ان سے راضی نہیں ہوتا، چنانچہ وہ حسد میں مبتلا ہو جاتا ہے، امام ابوحاتمؒ نے وضاحت کی ہے کہ ہر صاحب عقل کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ہر حال میں حسد سے اجتناب کرے، اس لئے کہ حسد لازمی طور پر اللہ کے فیصلے پر راضی نہ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے، حاسد گویا یہ چاہتا ہے کہ دوسروں کے بارے میں کچھ دینے نہ دینے کا فیصلہ نعوذ باللہ اللہ کی مرضی سے نہ ہو بلکہ اس کی اپنی مرضی سے ہو، پھر جب اس کی مرضی کے خلاف ہوتا ہے تو حسد کی آگ میں جھلسنے لگتا ہے، اُسے اس کے بغیر چین ہی نہیں آتا کہ دوسروں کی نعمتیں چھین لی جائیں۔ (روضۃ العقلاء:۱۳۳)

(۹) بروں کی صحبت

صحبت کا فوری اثر لازماً ہوتا ہے، بری صحبت ہر گناہ کرا دیتی ہے، بالخصوص اگر آدمی کا اٹھنا بیٹھنا ایسے افراد کے ساتھ ہو جو ''حسد'' کی آگ میں جلتے رہتے ہوں، تو پھر ایسا آدمی ''حسد'' میں مبتلا ہوئے بغیر نہیں رہتا، اسی لئے شریعت میں اچھی صحبت کی تاکید آئی ہے اور اس کے فوائد بیان ہوئے ہیں، جب کہ بری صحبت سے سختی سے روکا گیا ہے اور اس کے نقصانات سے آگاہ کیا گیا ہے۔

(۱۰) قرابت اور پڑوس

کبھی کبھی قرابت اور پڑوس بھی حسد کا سبب بن جاتے ہیں، اسی لئے حضرت عمرؓ نے

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو حکم دیا:

مُرُ ذَوِی الْقَرَابَاتِ أَنْ یَتَزَاوَرُوْا وَلا یَتَجَاوَرُوْا. (اشکر حسادك: ١٧١)

رشتہ داروں کو حکم دیجئے کہ وہ باہم ملتے جلتے رہیں مگر ایک دوسرے کے پڑوس میں نہ رہیں (الگ تھلگ رہیں تاکہ مفاسد سے حفاظت رہے)۔

حضرت اکثم بن صیفیؒ کا قول ہے:

تَبَاعَدُوْا فِی الدَّارِ تَقَارَبُوْا فِی الْمَوَدَّةِ. (ایضاً)

اپنے گھر الگ الگ اور دور دور رکھو، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دل قریب رہیں گے اور محبتیں باقی رہیں گی۔

اسی پس منظر میں عربی کا معروف مقولہ ہے:

أَلأَقَارِبُ هُمُ الْعَقَارِبُ. (ایضاً: ١٧٢)

بعض رشتے دار بچھوؤں کی طرح ڈنک مارتے ہیں۔

منقول ہے کہ کسی نے حضرت خالد بن صفوانؒ سے کہا:

إِنِّی أُحِبُّکَ.

مجھے آپ سے محبت ہے۔

انہوں نے جواب دیا:

وَمَا یَمْنَعُکَ مِنْ ذٰلِکَ وَلَسْتُ لَکَ بِجَارٍ وَلا أَخٍ وَلا ابْنِ عَمٍّ. (ایضاً)

تمہاری محبت میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے، میں تمہارا نہ ہمسایہ ہوں، نہ بھائی نہ عم زاد۔

یعنی اگر قرابت یا ہمسائیگی ہوتی تو حسد سے بچنا اور خالص محبت رکھنا مشکل ہوجاتا۔

حسد کے نقصانات اور مفاسد

حسد انتہائی خطرناک گناہ ہے، اس کے جسمانی، روحانی، ظاہری، باطنی، دنیوی اور اخروی نقصانات اور مفاسد بے حد و بے انتہا ہیں، اور حاسد ان سب سے دوچار ہوتا ہے، اس طرح وہ اپنی بدنی اور روحانی صحت کے ساتھ ساتھ اپنی دنیا اور عاقبت سب کچھ برباد کرڈالتا ہے، یہاں چند نمایاں نقصانات ذکر کیے جاتے ہیں:

(۱) پانچ نقصانات

امام غزالیؒ نے کسی بزرگ کے حوالے سے ذکر فرمایا ہے:

اَلْحَاسِدُ لا يَنَالُ مِنَ الْمَجَالِسِ إِلَّا مَذَمَّةً وَ ذُلًّا، وَلا يَنَالُ مِنَ الْمَلائِكَةِ إِلَّا لَعْنَةً وَبُغْضًا، وَلا يَنَالُ مِنَ الْخَلْقِ إِلَّا جَزَعًا وَغَمًّا، وَ لا يَنَالُ عِنْدَ النَّزْعِ إِلَّا شِدَّةً وَهَوْلاً، وَلا يَنَالُ عِنْدَ الْمَوْقِفِ إِلَّا فَضِيحَةً وَنَكَالاً. (احياء العلوم: ۳/۳٤۹)

(۱) حاسد کو مجلسوں میں سوائے مذمت و ذلت کے کچھ نہیں ملتا۔

(۲) اور ملائکہ سے سوائے لعنت و بغض کے کچھ نہیں ملتا۔

(۳) اور مخلوق سے سوائے رنج و غم کے کچھ نہیں ملتا۔

(۴) اور جان کنی کے وقت سوائے شدت اور ہولناکی کے کچھ نہیں ملتا۔

(۵) اور میدان محشر میں سوائے رسوائی اور سزا کے کچھ نہیں ملے گا۔

(۲) بے سکون زندگی

حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے:

مَارَأَیْتُ ظَالِماً أَشْبَهَ بِمَظْلُوْمٍ مِنْ حَاسِدٍ، نَفَسٌ دَائِمٌ، وَحُزْنٌ لَازِمٌ، وَغَمٌّ لا یَنْفَدُ. (العقد الفرید: ۲/ ۱۷۰)

میں نے حاسد سے بڑھ کر کوئی ایسا ظالم نہیں دیکھا جو مظلوم کے مشابہ ہو، وہ دائمی فکر، ہمیشہ کے رنج اور کبھی ختم نہ ہونے والی گھٹن کا شکار رہتا ہے۔

ایک عربی شاعر نے یہی مضمون یوں بیان کیا ہے ؂

إِنَّ الْحَسُوْدَ الظَّلُوْمَ فِیْ کَرُبٍ
یَخَالُهُ مَنْ یَرَاهُ مَظْلُوْمَا
ذَا نَفَسٍ دَائِمٍ عَلَی نَفَسٍ
یُظْهِرُ مِنْهَا مَا کَانَ مَکْتُوْمَا

بلاشبہ ظلم کرنے والا حاسد ایسی مصیبت میں رہتا ہے کہ اسے دیکھنے والا مظلوم سمجھتا ہے، اسے ہمیشہ اس شخص سے رنج اور کڑھن ہوتی ہے جو اس کے سامنے اپنی مخفی نعمت اور خوبی ظاہر کر دیتا ہے۔ (نضرۃ النعیم: ۱۰/ ۴۴۲۸)

یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ حاسد کو اپنے حسد کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ وہ پرسکون زندگی سے محروم ہو جاتا ہے، اور وہ دوسروں کی خوبیاں دیکھ کر ہمیشہ جلن اور کڑھن کا شکار رہتا ہے، اس طرح اسے ''بے چینی، ٹینشن، بے سکونی، مستقل رنج وغم، گھٹن اور کڑھن'' کی وہ کیفیات گھیرے رہتی ہیں جو اس کی زندگی کو جہنم بنا دیتی ہیں، پھر نہ وہ خود خوش رہتا ہے اور نہ کسی کو خوش دیکھنا چاہتا ہے، اس طرح وہ اگر چہ درحقیقت حسد کے گناہ میں مبتلا ہونے کی وجہ سے بڑا ظالم ہے، مگر اس کی دائمی پریشانی دیکھی جائے تو وہ بہ ظاہر ''مظلوم'' نظر آتا ہے۔

(۳) پانچ سزائیں

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ کا قول ہے:

يَصِلُ إِلَىٰ الْحَاسِدِ خَمْسُ عُقُوبَاتٍ قَبْلَ أَنْ يَصِلَ حَسَدُهُ إِلَى الْمَحْسُودِ، أُوْلاهَا غَمٌّ لايَنْقَطِعُ، اَلثَّانِيَةُ مُصِيبَةٌ لا تُؤْجَرُ، اَلثَّالِثَةُ مَذَمَّةٌ لا يُحْمَدُ عَلَيْهَا، اَلرَّابِعَةُ سَخَطُ الرَّبِّ، اَلْخَامِسَةُ يُغْلَقُ عَنْهُ بَابُ التَّوْفِيقِ. (موسوعة الاخلاق: ٤/٣٤٣)

حسد کے اثرات محسود (جس سے حسد کیا جائے) تک پہونچنے سے پہلے ہی حاسد کو پانچ سزائیں مل جاتی ہیں: ایک تو دائمی غم وفکر، دوسرے بے فیض مصیبت، تیسرے عیب ومذمت، چوتھے اللہ کی ناراضگی، اور پانچویں اللہ کی جانب سے بے توفیقی۔

(۴) چار مفاسد

علامہ ماوردیؒ لکھتے ہیں:

إِعْلَمْ أَنَّ الْحَسَدَ خُلُقٌ ذَمِيمٌ، مَعَ إِضْرَارِهِ بِالْبَدَنِ، وَإِفْسَادِهِ لِلدِّيْنِ، حَتَّىٰ لَقَدْ أَمَرَ اللّٰهُ بِالإِسْتِعَاذَةِ مِنْ شَرِّهِ، فَقَالَ تَعَالَىٰ: ”وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ“ وَنَاهِيْكَ بِحَالِ ذٰلِكَ شَرًّا، وَلَوْ لَمْ يَكُنْ مِنْ ذَمِّ الْحَسَدِ إِلَّا أَنَّهُ خُلُقٌ دَنِيٌّ، يَتَوَجَّهُ نَحْوَ الْأَكْفَاءِ وَالْأَقَارِبِ، وَيَخْتَصُّ بِالْمُخَالِطِ وَالْمُصَاحِبِ، لَكَانَتِ النَّزَاهَةُ عَنْهُ كَرَمًا، وَالسَّلامَةُ مِنْهُ مَغْنَمًا، فَكَيْفَ وَهُوَ بِالنَّفْسِ مُضِرٌّ، وَعَلَىٰ الْهَمِّ مُصِرٌّ، حَتَّىٰ رُبَّمَا أَفْضَىٰ بِصَاحِبِهِ إِلَى التَّلَفِ، مِنْ غَيْرِ نِكَايَةٍ فِي عَدُوٍّ، وَلا إِضْرَارٍ بِمَحْسُودٍ، ثُمَّ لَهُ أَرْبَعُ مَسَاوِئَ:

(١) حَسَرَاتُ الْحَسَدِ وَسِقَامُ الْجَسَدِ، ثُمَّ لا يَجِدُ لِحَسْرَتِهِ إِنْتِهَاءً، وَلا يُؤَمِّلُ لِسِقَامِهِ شِفَاءً، قَالَ ابْنُ الْمُعْتَزِّ: اَلْحَسَدُ دَاءُ الْجَسَدِ، (٢) إِنْخِفَاضُ الْمَنْزِلَةِ وَانْحِطَاطُ الْمَرْتَبَةِ، لِا نْحِرَافِ النَّاسِ عَنْهُ وَنُفُورِهِمْ مِنْهُ، وَقَدْ قِيْلَ فِي مَنْثُوْرِ الْحِكَمِ: اَلْحَسُوْدُ لا يَسُوْدُ، (٣) مَقْتُ النَّاسِ لَهُ، حَتّٰى لا يَجِدَ فِيْهِمْ مُحِبًّا، وَعَدَاوَتُهُمْ لَهُ، حَتّٰى لا يَرىٰ فِيْهِمْ وَلِيًّا، (٤) إِسْخَاطُ اللّٰهِ تَعَالىٰ فِي مُعَارَضَتِهِ، وَإِجْتَنَاءُ الْأَوْزَارِ فِي مُخَالَفَتِهِ، إِذْ لَيْسَ يَرىٰ قَضَاءَ اللّٰهِ عَدْلاً، وَلا لِنِعَمِهٖ مِنَ النَّاسِ أَهْلاً. (أدب الدنيا والدين للماوردي: ١/٢٦٩-٢٧٤ مختصراً)

جان لو کہ حسد قابل مذمت عادت ہے، وہ جسم کو نقصان پہونچاتا ہے، اور ایمان کو خراب کر دیتا ہے، اسی لئے اللہ نے اس کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ فرمایا: اور میں حاسد کے شر سے پناہ چاہتا ہوں جب وہ حسد کرنے لگے، یہی چیز حسد کے برے ہونے کے لئے کافی ہے، اگر حسد کا صرف یہی نقصان ہوتا کہ وہ بہت گھٹیا عادت ہے، معاصرین اور قرابت داروں اور ساتھیوں اور ہم نشینوں کو بطور خاص لاحق ہوجاتا ہے، تو بھی اس سے احتیاط اور اجتناب لازمی اور نفع بخش ہوتا، مگر حسد اس سے بھی آگے بڑھ کر خطرناک ہے، انسان کو بہت نقصان دیتا ہے اور مستقل رنج وفکر میں مبتلا کر دیتا ہے، یہاں تک کہ بسا اوقات حسد حاسد کو ہلاکت میں ڈال دیتا ہے، جب کہ اس کے دشمن محسود کو کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

حسد کے چار نقصانات ہوتے ہیں: (۱) دل کی حسرت اور جسم کی بیماری: حاسد کی حسرتِ دل ختم نہیں ہوتی اور اس کے مرض کو شفا نہیں ملتی، ابن المعتز

کا قول ہے کہ حسد جسم کی بیماری ہے، (۲) مقام اور مرتبہ کا فروتر اور پست ہوجانا: لوگ حاسد سے اعراض اور نفرت کرنے لگتے ہیں، اس لئے کہا گیا ہے کہ حاسد سردار نہیں ہوسکتا، (۳) لوگوں کی اس سے نفرت وعداوت: وہ لوگوں میں اپنا کوئی دوست اور چاہنے والا نہیں پاتا، (۴) اللہ کو ناراض کرنا: حاسد اللہ سے مقابلہ کرتا ہے اور اللہ کے احکام کی خلاف ورزی اور گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے، وہ اللہ کے فیصلے کو منصفانہ نہیں سمجھتا، اور جن پر اللہ کی نعمتیں ہوتی ہیں، انہیں ان کا اہل نہیں سمجھتا۔

(۵) سات خطرناکیاں

مشہور ادیب ''جاحظ'' کے رسائل میں مذکور ہے:

اَلْحَسَدُ –أَبْقَاکَ اللّٰهُ– دَاءٌ یُنْهِکُ الْجَسَدَ، وَیُفْسِدُ الْوُدَّ، عِلَاجُهُ عُسْرٌ، وَصَاحِبُهُ ضَجِرٌ، وَهُوَ عَقِیْدُ الْکُفْرِ، وَحَلِیْفُ الْبَاطِلِ، وَضِدُّ الْحَقِّ، مِنْهُ تَتَوَلَّدُ الْعَدَاوَةُ، وَهُوَ سَبَبُ کُلِّ قَطِیْعَةٍ، وَمُفَرِّقُ کُلِّ جَمَاعَةٍ، وَقَاطِعُ کُلِّ رَحِمٍ مِنَ الْأَقْرِبَاءِ، وَمُحْدِثُ التَّفَرُّقِ بَیْنَ الْقُرَنَاءِ، وَمُلَقِّحُ الشَّرِّ بَیْنَ الْحُلَفَاءِ. (الرسائل:۳/۴-۵)

اللہ تم کو سلامت رکھے، حسد ایسی بیماری ہے جو: (۱) جسم کو کمزور کردیتی ہے، (۲) محبت والفت کا خاتمہ کردیتی ہے، (۳) اس کا علاج مشکل ہے، (۴) حسد کرنے والا تنگی اور گھٹن میں رہتا ہے، (۵) حسد کفر تک پہونچا دیتا ہے، (۶) وہ باطل کا ساتھی اور حق کا مخالف ہے، (۷) اسی سے باہمی عداوت کے چشمے پھوٹتے ہیں، وہ ہر قطع تعلق کا باعث ہے، اجتماعیت کو پارہ پارہ کرنے والا، قرابت داریوں کو کاٹ ڈالنے والا، دوسروں میں تفرقہ پیدا کرنے والا اور باہم شریک کار افراد میں شر ڈال دینے والا گناہ ہے۔

(٦) تین باتیں

حضرت سلیمان تیمیؒ کا قول ہے:

اَلْحَسَدُ يُضَعِّفُ الْيَقِيْنَ، وَيُسْهِرُ الْعَيْنَ، وَيُثِيْرُ الْهَمَّ.

(اشکر حسادك: ١/ ١٤٠)

حسد یقین کو کمزور کردیتا ہے، انسان کو بے خوابی میں مبتلا کردیتا ہے، اور رنج وغم بڑھادیتا ہے۔

(٧) حسد کا شر اور ضرر

علامہ قرطبیؒ نے تفسیر قرطبی میں سورۃ الفلق کے ذیل میں لکھا ہے:

وَالْحَسَدُ أَوَّلُ ذَنْبٍ عُصِيَ اللّٰهُ بِهٖ فِي السَّمَاءِ، وَأَوَّلُ ذَنْبٍ عُصِيَ بِهٖ فِي الْأَرْضِ، فَحَسَدَ إِبْلِيْسُ آدَمَ، وَحَسَدَ قَابِيْلُ هَابِيْلَ، وَالْحَاسِدُ مَمْقُوْتٌ مَبْغُوْضٌ مَطْرُوْدٌ مَلْعُوْنٌ، هٰذِهٖ سُوْرَةٌ دَالَّةٌ عَلٰى أَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ خَالِقُ كُلِّ شَرٍّ، وَأَمَرَ نَبِيَّهُ أَنْ يَتَعَوَّذَ مِنْ جَمِيْعِ الشُّرُوْرِ، فَقَالَ: مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ، وَجَعَلَ خَاتِمَةَ ذٰلِكَ الْحَسَدَ، تَنْبِيْهًا عَلٰى عِظَمِهٖ، وَكَثْرَةِ ضَرَرِهٖ، وَالْحَاسِدُ عَدُوُّ نِعْمَةِ اللّٰهِ، وَقِيْلَ: اَلْحَاسِدُ لَا يَنَالُ فِي الْمَجَالِسِ إِلَّا نَدَامَةً، وَلَا يَنَالُ عِنْدَ الْمَلَائِكَةِ إِلَّا لَعْنَةً وَبُغْضًا، وَلَا يَنَالُ فِي الْخَلْوَةِ إِلَّا جَزَعاً وَغَمًّا، وَلَا يَنَالُ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا حُزْنًا وَ احْتِرَاقًا، وَلَا يَنَالُ مِنَ اللّٰهِ إِلَّا بُعْدًا وَ مَقْتًا. (الجامع لأحكام القرآن: ٢٠/ ٢٥٥-٢٥٦)

حسد پہلا وہ گناہ ہے جس کے ذریعہ آسمان اور زمین میں اللہ کی نافرمانی کی گئی، چنانچہ ابلیس نے حضرت آدمؑ سے حسد کیا، اور قابیل نے ہابیل سے

حسد کیا، حسد کرنے والا ملعون ومبغوض ہے، وہ اللہ کی رحمت سے دور اور سب سے زیادہ قابل نفرت ہے، یہ سورت (سورۃ الفلق) بتا رہی ہے کہ اللہ ہی ہر شر کا خالق ہے، اللہ نے اپنے نبی کو تمام شرور سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے، فرمایا: تمام مخلوقات کے شر سے (پناہ مانگئے) اور تمام شروں میں آخری شر کے طور پر حسد کا ذکر کیا ہے، اس سے حسد کی خطرناکی اور اس کے نقصانات سے آگاہ کرنا مقصود ہے، حاسد اللہ کی نعمتوں کا دشمن ہوتا ہے، کہا گیا ہے کہ حاسد ہر وقت بے چین رہتا ہے، وہ کسی مجلس میں جاتا ہے تو ندامت کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا، فرشتے اس سے نفرت کرتے ہیں اور لعنت بھیجتے ہیں، وہ خلوت میں ہوتا ہے تو گھٹن اور غم میں مبتلا رہتا ہے، آخرت میں اس کا مقدر حسرت اور ناکامی ہی ہے، وہ اللہ سے دور ہوتا ہے اور اس پر اللہ کی سخت ناراضگی ہوتی ہے۔

بعض اقوال میں یہ اضافہ بھی ہے:

وَلَایَنَالُ فِی النَّارِ إِلَّا حَرًّا وَاحْتِرَاقًا. (الحسد: عبد الملك قاسم:۹)

حاسد کو جہنم کی آگ میں جلنا ہی پڑے گا، اس سزا سے وہ بچ نہیں سکے گا۔

(۸) اللہ پر اعتراض اور تقدیر سے شکوہ

اہل علم کا قول ہے:

بَارَزَ الْحَاسِدُ رَبَّهُ مِنْ خَمْسَةِ أَوْجُهٍ: أَحدُهَا أَنَّهُ أَبْغَضَ كُلَّ نِعْمَةٍ ظَهَرَتْ عَلَى غَيْرِهِ، ثَانِيْهَا أَنَّهُ سَاخِطٌ لِقِسْمَةِ رَبِّهِ، كَأَنَّهُ يَقُوْلُ: لِمَ قَسَمْتَ هَذِهِ الْقِسْمَةَ؟ وَثَالِثُهَا أَنَّهُ ضَادَّ فِعْلَ اللّٰهِ، أَیْ إِنَّ فَضْلَ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ، وَهُوَ يَبْخَلُ بِفَضْلِ اللّٰهِ، وَرَابِعُهَا أَنَّهُ خَذَلَ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ أَوْ يُرِيدُ خُذْلَانَهُمْ وَزَوَالَ النِّعْمَةِ عَنْهُمْ، وَخَامِسُهَا

أَنَّهُ أَعَانَ عَدُوَّ اللّٰهِ إِبْلِيْسَ. (الجامع لأحكام القرآن: ۲۰/۲۵۶)

حاسد شخص پانچ طرح سے اپنے رب کا مقابلہ کرتا ہے: (۱) ہر اس نعمت سے بغض رکھتا ہے جو دوسرے کو عطا ہوئی ہو، (۲) وہ اپنے رب کی تقسیم پر ناراض ہوتا ہے، گویا وہ اللہ سے کہتا ہے کہ آپ نے یہ تقسیم کیوں کی؟ (۳) وہ اللہ کی مخالفت کرتا ہے، اللہ تو اپنا فضل جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، یہ حاسد اللہ کے فضل میں بخل کرتا ہے، اور چاہتا ہے کہ لوگوں کو اللہ کی نعمتیں نہ ملیں، (۴) وہ اللہ کے بندوں سے نعمتوں کے زوال کی تمنا رکھتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ نعمتوں سے محروم اور ذلیل ہو جائیں، (۵) وہ اللہ کے دشمن ابلیس کا مددگار بن جاتا ہے۔

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

حسد بہت بڑا گناہ ہے، اس لئے کہ اگر غور کرو گے تو یہ نظر آئے گا کہ حسد کرنے والا درحقیقت اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور تقسیم پر اعتراض کر رہا ہے، مثلاً یہ کہ فلاں کو مجھ سے کیوں آگے بڑھا دیا گیا؟ فلاں کو آپ نے یہ نعمت کیوں عطا کر دی؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس شخص کو جو چیز دی ہے، وہ ہم نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے یہ فیصلہ کیا ہے کہ کس شخص کو کیا چیز دی جائے اور کتنی مقدار میں دی جائے، لہذا یہ ان کی حکمت کا فیصلہ ہے، اب تم اعتراض کر رہے ہو کہ فلاں کو یہ نعمت اتنی کیوں دی گئی؟ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ. (النساء: ۳۲)

یعنی اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر جو فضیلت عطا فرمائی ہے، اس کی تمنا مت کرو، کیونکہ یہ غیر اختیاری چیزیں ہیں، ان کے اندر تمنا مت کرو کہ یہ چیز اس کو کیوں مل گئی اور مجھے کیوں نہیں ملی۔

یہ تو اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا نظام ہے، کسی کو اچھی صحت دے دی لیکن اس کے پاس پیسہ نہیں ہے، دوسرے کو پیسے کی نعمت دے دی لیکن صحت اچھی نہیں، کسی کو علم کی دولت دے دی لیکن پیسے کی دولت نہیں دی، کسی کو عزت اور شہرت کی دولت دے دی اور دوسری نعمت مثلاً اولاد کی نعمت اس کو میسر نہیں ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے فیصلے سے یہ نعمتیں مقرر فرمائی ہیں کہ کس کو کیا نعمت دی جائے، تم اعتراض کرنے والے کون ہوتے ہو۔

''حسد'' کے اندر حاسد کو اپنی نعمت کی طرف نظر نہیں ہوتی بلکہ دوسرے کی نعمت کے زوال کی خواہش ہوتی ہے، لہٰذا حسد کرنے والا اگر یہ سوچ کہ فلاں کو یہ نعمت ملی ہوئی ہے، مجھے اس کے بجائے دوسری نعمت ملی ہوئی ہے، اس پر غور کرے گا تو حسد کی بیماری دل سے نکل جائے گی، مثلاً یہ کہ فلاں کو پیسے کی نعمت ملی ہوئی ہے لیکن مجھے اللہ تعالیٰ نے علم کی نعمت دی ہے، بقول کسی کے:

رَضِینَا قِسْمَةَ الْجَبَّارِ فِینَا
لَنَا عِلْمٌ وَلِلْجُهَّالِ مَالُ

یعنی اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان جو تقسیم فرمائی ہے، اس پر ہم راضی ہیں کہ جاہلوں کو مال کی نعمت دے دی اور ہمیں اُن کے مقابلے میں علم کی دولت دے دی، لہٰذا آدمی کیوں غمگین اور رنجیدہ ہوتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہنا چاہئے، بہرحال! حسد کے اندر سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر اعتراض ہوتا ہے، اس لئے اس سے بچنا چاہئے۔ (اصلاحی مجالس: ۴/ ۱۴۹-۱۵۰)

(۹) نیکیوں کا ضائع اور طاعات کا خراب ہو جانا

یہ حسد کا نمایاں نقصان ہے کہ وہ انسان کی نیکیوں اور حسنات کے لئے زہر قاتل کا کام کرتا ہے، احادیث میں صراحت آئی ہے کہ جیسے آگ لکڑی اور گھاس کو کھا لیتی ہے، اسی طرح حسد انسان کی طاعات وحسنات کو کھا جاتا ہے۔

(۱۰) کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہو جانا

حسد کا منحوس اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ بہت سے خطرناک گناہوں کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے، اس طرح یہ ایک گناہ بہت سے گناہوں کا مجموعہ اور ''سراپا شر'' بن جاتا ہے، ان گناہوں میں درج ذیل بہت نمایاں ہیں:

(۱) غیبت: یہ حسد کی نمایاں علامت ہے، حاسد غیبت میں ضرور مبتلا ہوتا ہے۔

(۲) چغل خوری: جب حسد ہوتا ہے تو پھر آدمی دوسرے کو نقصان پہونچانے کے لئے باتیں اِدھر سے اُدھر ضرور نقل کرتا ہے۔

(۳) ظلم و زیادتی: حاسد ظلم کرنے سے نہیں چوکتا، اور اس کی طرف سے دوسروں پر زیادتی ہو کر رہتی ہے۔

(۴) چوری: حسد کا گناہ بہت سی مرتبہ چوری کے خسیس اقدام پر بھی آمادہ کر دیتا ہے، ملحوظ رہے کہ حسد کی وجہ سے صاحب مال کے مال کی چوری، صاحب علم کے قیمتی علمی ذخیرے کی چوری، تاجر کے قیمتی رازوں اور خفیہ معلومات کی چوری سب اس میں داخل ہے۔

(۵) قتل و قتال: حسد کا جرم قتل و قتال تک پہونچا دیتا ہے، روئے زمین پر پہلا قتل ناحق (قابیل کے ہاتھ ہابیل کا) حسد ہی کا شاخسانہ تھا۔

(۶) شماتت: (دوسرے کی مصیبت پر خوشی) حاسد اس کمینے پن کا شکار بھی ہوتا ہے کہ محسود (جس سے حسد ہو رہا ہے) کی مصیبت اور تکلیف اس کے لئے مسرت و فرحت کا باعث بن جاتی ہے۔

(۷) کینہ اور بغض و عداوت: حسد کا خطرناک نقصان یہ ہوتا ہے کہ حاسد کا دل کینہ، کھوٹ، کپٹ، جلن، بغض، نفرت اور عداوت جیسی غلاظتوں کی آماج گاہ بن جاتا ہے۔

(۸) قطع تعلق اور ترک کلام: بسا اوقات حسد اتنا بڑھ جاتا ہے کہ حاسد محسود سے اپنے

تعلقات بالکل منقطع کرلیتا ہے، اور سلام و کلام تک کا سلسلہ موقوف کردیتا ہے، جو صراحۃً حرام ہے۔

(۹) تحقیر و تذلیل: حسد کا نتیجہ ہوتا ہے کہ حاسد محسود کو حقیر و ذلیل سمجھتا ہے اور جب بھی موقعہ پاتا ہے اسے ذلیل کرنے میں کوئی رعایت نہیں کرتا۔

(۱۰) تہمت و افتراء: حسد کا جذبہ بسا اوقات الزام تراشی اور جھوٹے پروپیگنڈے کی راہ پر لے جاتا ہے۔

(۱۱) جھوٹ اور غلط بیانی: حاسد بات بات پر جھوٹ بولتا ہے اور اپنے مجرم ہونے کے باوجود اپنی صفائی میں اسے بار بار غلط بیانی کرنی پڑتی ہے۔

(۱۲) منافقت اور دورخاپن: عام طور پر حسد کے ساتھ منافقت، دورخاپن اور دہرا رویہ اختیار کرنے، بسا اوقات بہ ظاہر دوستی نبھانے اور بہ باطن جلن اور نقصان پہونچانے کی کوشش کے گناہ چمٹے رہتے ہیں۔

(۱۳) استہزاء و تمسخر: حاسد اپنے محسود کا مذاق اڑانے اور تماشا بنانے میں بالکل رعایت نہیں کرتا، حسد کے ساتھ یہ گناہ بھی ہوتا ہے۔

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

> حسد کی لازمی خاصیت یہ ہے کہ یہ حسد انسان کو غیبت، عیب جوئی، چغل خوری اور بے شمار گناہوں پر آمادہ کرتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خود حسد کرنے والے کی نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں منتقل ہوجاتی ہیں اس لئے کہ جب تم اس کی غیبت کروگے اور اس کے لئے بددعا کروگے تو تمہاری نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں چلی جائیں گی، جس کا مطلب یہ ہے کہ تم جتنا حسد کررہے ہو، اپنی نیکیوں کے پیکٹ تیار کرکے اس کے پاس بھیج رہے ہو تو اس کا تو فائدہ ہورہا ہے، اب اگر ساری عمر حسد کرنے والا حسد کرے گا تو وہ اپنی ساری نیکیاں گنوادے گا اور اس کے نامۂ اعمال میں ڈال دے گا۔ (تحفۃ الائمہ:۱۲۴)

(۱۱) رذالت، کمینگی اور خباثت

حسد کا گناہ انسان کو خسیس ورذیل بنا دیتا ہے، حاسد اپنے خبث باطن کی وجہ ہی سے اور اپنی اخلاقی گراوٹ اور پستی ہی کی بنا پر حسد میں مبتلا ہوتا ہے، اور حسد سے ان چیزوں کی مزید پرورش ہوتی ہے اور ان کا استحکام ہوتا چلا جاتا ہے۔

(۱۲) لوگوں کی نگاہوں میں قابل نفرت بن جانا

حسد کا بہت بڑا نقصان حاسد کو یہ بھگتنا پڑتا ہے کہ وہ شرفاء کے سماج میں ''اچھوت'' جیسا ہوجاتا ہے، جب اس کی حاسدانہ طبیعت کا راز کھلتا ہے تو لوگ اس کے شر سے پناہ مانگتے ہیں، اور اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں، پھر اسے ڈھونڈے سے بھی اپنا کوئی مخلص اور بہی خواہ دستیاب نہیں ہوتا۔

(۱۳) بےسکون زندگی اور دنیا کا عذاب

''حیات مطمئنہ'' (پرسکون زندگی) عظیم انعام الٰہی ہے، حسد انسان کو اس انعام سے محروم کردیتا ہے، پھر اس کی زندگی ہمیشہ کڑھن، بےسکونی اور گھٹن کی نذر ہوجاتی ہے، اور وہ حسرتوں میں ہی مبتلا رہتا ہے، ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ بےسکونی اسے معاصی کے راستے پر لے جاتی ہے، یہ دنیا کا عذاب ہے۔

(۱۴) جسمانی امراض

بالعموم حسد کا نقصان جسمانی امراض کی صورت میں بھی برآمد ہوتا ہے، چہرے کی بے رونقی، دردِ سر، مستقل فکر اور ٹینشن، قلب کا متاثر ہونا، سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں کا کمزور پڑ جانا وغیرہ وہ امور ہیں جو حسد کی دین ہوتے ہیں، اس کا خون ہمیشہ کھولتا رہتا ہے، اشتعال طاری رہتا ہے، طبیعت پریشان رہتی ہے، ذلت وبدحالی چھائی رہتی ہے۔ امام ابن الجوزیؒ کے بقول:

''حسد بے خوابی، کھانے پینے میں کمی، چہرے کی بے رونقی، مزاج کی تلخی اور غم بڑھتے رہنے کا باعث ہے''۔(تحاسد العلماء:۱۱۷)

(۱۵)ایمان کی کمزوری

حاسد ضعف ایمان کا شکار ہوجاتا ہے، ایمان کی پختگی ہو اور اللہ کی ذات وصفات پر کامل یقین ہو تو انسان حسد کا شکار نہیں ہوتا، حسد میں مبتلا ہونے کے معنیٰ یہ ہیں کہ ایمان کمزور ہے، اور جوں جوں حاسدانہ جذبات بڑھتے ہیں ایمان کمزور ہوتا جاتا ہے، اسی لئے بعض علماء نے حسد کو ''کفر'' کے ارکان (ستون) میں سے ذکر کیا ہے، احادیث میں وضاحت آئی ہے کہ حسد اور ایمان ایک دل میں جمع نہیں ہوتے، اس کا مطلب یہی ہے کہ حسد انسان کو ایمان سے دور اور کفر کے قریب کردیتا ہے۔

(۱۶)اللہ کا غضب

حسد اللہ کے غضب کو دعوت دیتا ہے، حاسد کا انداز چونکہ ایک طرح سے اللہ کے ساتھ مقابلہ آرائی کا ہوتا ہے تو یہ چیز اللہ کے غضب کو بڑھا دیتی ہے، اور اللہ کے غضب کا ظہور دنیا، قبر اور آخرت تینوں دنیاؤں میں ہو کر رہے گا۔

(۱۷) آخرت کا سخت عذاب

آخرت میں حسد کی بدترین سزا مل کر رہے گی، اور حاسد اپنے کیئے کا انجام ضرور دیکھے گا، قرآن وسنت میں جگہ جگہ اس کا تذکرہ آیا ہے۔

(۱۸)ذلت اور محرومی کی لعنت

حسد کی ایک خرابی یہ ہے کہ آدمی ذلت اور محرومی کی لعنت میں گرفتار ہوجاتا ہے، وہ اپنی کسی مراد میں کامیاب نہیں ہوتا، اور نہ اسے اپنے کسی دشمن پر غلبہ ملتا ہے، حضرت حاتم اصمؒ فرمایا

کرتے تھے کہ حاسد شخص اللہ کی نصرت سے محروم رہتا ہے، حاسد کی مراد یہ ہوتی ہے کہ دوسروں کی نعمتیں چھن جائیں، ظاہر ہے کہ یہ مراد کیسے پوری ہوسکتی ہے؟ بالآخر وہ ذلیل ومحروم ہوجاتا ہے۔

(۱۹) دل کا اندھاپن

حسد کی ایک خرابی یہ ہوتی ہے کہ حاسد کا دل نابینا ہوجاتا ہے، چنانچہ اللہ کے کسی بھی حکم کو سمجھنے کی صلاحت اس کے اندر سے ختم ہونے لگتی ہے، حضرت سفیان ثوریؒ کی نصیحت یہ ہوتی تھی کہ ''حاسد مت بنو تاکہ فہم کی تیزی حاصل ہو'' معلوم ہوا کہ حسد عقلی قوت کو متأثر کرتا ہے اور حاسد کے دل کو اندھا کردیتا ہے۔

(۲۰) اجتماعیت کا خاتمہ

حسد کا بہت سنگین نقصان یہ ہوتا ہے کہ جس معاشرے یا خطے میں کچھ افراد حاسد مزاج ہوتے ہیں، ان کے حسد کی نحوست سے وہاں سے خیر اٹھنے لگتی ہے، اجتماعیت اور اتحاد کی بنیادیں کمزور ہوجاتی ہیں، الفت ومودت اور محبت واخوت کی برکات ختم ہونے لگتی ہیں اور نفرت وعداوت کی آگ مشتعل ہوجاتی ہے، چنانچہ اختلاف وانتشار، تنازعے اور تفرقے شروع ہوجاتے ہیں۔

(۲۱) مبالغہ آرائی

حسد کے ساتھ یہ عیب لگ جاتا ہے کہ حاسد مبالغہ آرائی کرنے والا بن جاتا ہے، وہ دوسروں کے عیوب مجلسوں میں بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہے، اور دوسروں کے سامنے اپنے محاسن اور کمالات بھی بڑھا چڑھا کے پیش کرتا ہے۔

(۲۲) تجسس

حسد آدمی میں تجسس کا مزاج پیدا کرتا ہے، حاسد دوسروں کے رازوں اور کمزوریوں کی

ٹوہ میں لگ جاتا ہے، اس کے شب وروز اسی میں گزرتے ہیں کہ دوسروں کے عیوب تلاش کرے اوران کا پروپیگنڈہ کرے۔

(۲۳) دوسروں کی خوبیاں چھپانا

حاسد محسود کی خوبیوں پر کڑھتا ہے، وہ دوسروں سے ''محسود'' کی خوبیوں کو چھپاتا ہے، جان بوجھ کر انجان بنتا ہے، محسود کی تعریف کہیں ہورہی ہوتو وہ اعراض کا انداز اختیار کرتا ہے، اس کی خوبیوں کو معمولی بنا کر پیش کرتا ہے، بلکہ موقع مل جائے تو اس سے بھی آگے بڑھ کے وہ اس کی خوبیوں کو خامی بنا کر پیش کردیتا ہے۔

(۲۴) ناشکری

حسد کا لازمی نتیجہ ناشکری ہے، حاسد کو اللہ کی طرف سے چاہے جتنا مل جائے اسے شکوہ ہی رہتا ہے، حسد اسے شکر سے محروم کر کے ناشکری، ناقدری، احسان فراموشی اور توہین نعمت کے جرائم میں مبتلا کردیتا ہے، اور یہی اس کی محرومی کا باعث ہوتا ہے۔

(۲۵) نقصان پہونچانا

حسد کی ایک خرابی یہ ہے کہ حاسد ہمیشہ ''محسود'' کو نقصان پہونچانے کی تگ ودو میں رہتا ہے، وہ ہمیشہ موقعے کی تلاش میں اور تاک میں رہتا ہے، اور محسود کو مالی یا جسمانی یا کسی اور طرح کا ضرر پہونچانے میں اسے نہ کوئی حجاب ہوتا ہے نہ لحاظ، بلکہ اس عمل میں اسے دل کی خوشی ملتی ہے۔

(۲۶) قطع رحمی

حسد باہمی قرابتوں میں تلخی پیدا کرنے اور ''قطع رحمی'' کی نوبت آجانے کا ذریعہ ثابت ہوتا ہے، زوجین، بھائیوں، بہنوں، خاندانوں اور رشتوں میں اسی ''حسد'' کی وجہ سے فاصلے

پیدا ہوجاتے ہیں، تعلقات ناخوشگوار ہوجاتے ہیں، دلوں میں میل آجاتا ہے، اور بسا اوقات اس کے نتائج بہت ہولناک ہوتے ہیں۔

(۲۷) برکت کا خاتمہ

حسد کا ایک نقصان یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی طرف سے برکت سے محروم کردیا جاتا ہے اور بے برکتی مسلط کردی جاتی ہے، حضرت انسؓ کا قول ہے:

رُفِعَتِ الْبَرَكَةُ عَنْ خَمْسَةٍ عَنِ النَّاكِثِ وَالْبَاغِيْ وَ الْحَسُوْدِ وَ الْحَقُوْدِ وَالْخَائِنِ. (اشكر حسادك: ١٩٢)

پانچ لوگوں سے برکت اٹھالی جاتی ہے: عہد شکن، ظالم، حاسد، کینہ پرور اور خائن۔

(۲۸) دعا کی عدم قبولیت

احادیث کے حوالے سے ذکر آچکا ہے کہ حاسد کی دعا قبول نہیں ہوتی، یہ حسد کا بدترین نقصان ہے۔

حاصل

یہ ہے کہ حسد کے نقصانات بے انتہا ہیں، حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

حسد قلبی مرض ہے، اس میں دین کا بھی نقصان ہے اور دنیا کا بھی، دین کا نقصان تو یہ ہے کہ اس کے کئے ہوئے نیک اعمال ساقط ہوجاتے ہیں، نیکیاں چلی جاتی ہیں اور حق تعالیٰ کے غصہ کا نشانہ بنا ہوا ہے، اور دنیا کا نقصان یہ ہے کہ حاسد ہمیشہ رنج وغم میں مبتلا اور اسی فکر میں گھلتا رہتا ہے کہ کسی طرح فلاں شخص کو ذلت وافلاس نصیب ہو، اس طرح عذاب آخرت بھی سر رکھا اور اپنی قناعت اور آرام کی زندگی کو رخصت کرکے ہر وقت کی خلش اور دنیوی کوفت خریدی۔ (شریعت وطریقت: ۲۲۳)

حسد کے انہیں مفاسد کی وجہ سے متعدد اہل صلاح بزرگوں کی یہ دعا منقول ہے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ أَبْنَائِیْ مَحْسُوْدِیْنَ وَلا تَجْعَلْھُمْ حَاسِدِیْنَ فَإِنَّ یَوْمَ الْمَحْسُوْدِ یَوْمُ عِزَّةٍ وَیَوْمُ الْحَاسِدِ یَوْمُ ذِلَّةٍ. (اشکر حسادك: ۲۰۳)

اے اللہ! میری اولاد کو محسود بنائیے، حاسد مت بنائیے، کیونکہ محسود کا دن عزت کا دن ہوتا ہے اور حاسد کا دن ذلت کا دن ہوتا ہے۔

❑❑❑

حاسد کی علامات

مشہور عالم حضرت وہب بن منبہ ؒ کا ارشاد ہے:

مِنْ عَلامَاتِ الْحَاسِدِ أَنْ یَتَمَلَّقَ إِذَا شَهِدَ، وَیَغْتَابَ إِذَا غَابَ، وَیَشْمُتَ بِالْمُصِیْبَةِ إِذَا نَزَلَتْ. (موسوعة الاخلاق:٤/٣٦٤)

حاسد کی تین علامتیں ہیں: (۱) جب سامنے آئے تو چاپلوسی اور خوشامد کرے، (۲) پیٹھ پیچھے ہو تو غیبت کرے، (۳) دوسرے پر مصیبت آئے تو خوش ہو جائے۔

بعض علماء نے دو علامتیں ذکر کی ہیں:

إِذَا رَأَی نِعْمَةً بَهِتَ، وَإِذَا رَأَی عَثْرَةً شَمَتَ. (ایضاً)

کسی پر اللہ کا انعام دیکھے تو الزام تراشی کرنے لگے، کسی کو مصیبت یا غلطی میں دیکھے تو خوشی محسوس کرے۔

مشہور عربی ادیب جاحظ نے یہ سات علامتیں ذکر کی ہیں:

وَمَا لَقِیْتَ حَاسِدًا قَطُّ إِلَّا تَبَیَّنَ لَکَ مَکْنُوْنُهُ بِتَغَیُّرِ لَوْنِهٖ، وَتَخَوُّصِ عَیْنِهٖ، وَإِخْفَاءِ سَلامِهٖ، وَالإِقْبَالِ عَلَی غَیْرِکَ، وَالإِعْرَاضِ عَنْکَ، وَالإِسْتِثْقَالِ لِحَدِیْثِکَ، وَالْخِلافِ لِرَأْیِکَ. (الرسائل: ٣/٩)

تم جب بھی کسی حاسد سے ملو گے تو اس کے دل کا حسد و بغض تمہارے

سامنے ان علامتوں کے ذریعہ ظاہر ہوجائے گا:

(۱) اس کا رنگ بدل جائے گا، (۲) اس کی آنکھوں کا انداز (دھنسا ہوا ہونا، چھوٹا بڑا ہونا، تیزی سے دائیں بائیں حرکت) بتادے گا کہ اندرونی کیفیات کیا ہیں، (۳) سلام کرنے سے ہچکچائے گا، (۴) دوسروں کی طرف توجہ رکھے گا، (۵) تم سے اعراض اور بے رخی جتائے گا، (۶) تمہاری باتیں اسے گراں گزریں گی، (۷) تمہاری رائے کی مخالفت کرے گا۔

ان ارشادات کا تجزیہ کیا جائے تو ''حاسد'' کی مندرجہ ذیل علامات واضح ہوکر سامنے آتی ہیں:

(۱) شماتت

دوسرے کی مصیبت اور تکلیف پر خوش ہونا: یہ حسد کی نمایاں علامت ہے، جس سے حسد ہوتا ہے اگر اس پر کوئی آزمائش، مصیبت یا بری حالت آجاتی ہے تو حاسد کو بے حد خوشی ہوتی ہے، حالانکہ یہ بہت خطرناک ہے، بسا اوقات اللہ کی طرف سے نقد سزا آجاتی ہے اور مصیبت والے کو نجات مل جاتی ہے اور حاسد بعینہ اس مصیبت میں مبتلا کردیا جاتا ہے۔

حضرت واثلہ بن الاسقعؓ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

لا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِأَخِيكَ، فَيَرْحَمُهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيكَ. (ترمذی:

کتاب صفة القیامة: باب قول النبی: لا تظهر الخ:۲٦٩٤)

تم اپنے کسی بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار مت کرو، اگر ایسا کروگے تو ہوسکتا ہے کہ اللہ اس پر رحم فرماکر اس کو اس مصیبت سے نجات دے دے اور تم کو مبتلا کردے۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ لکھتے ہیں:

جب دو آدمیوں میں اختلاف پیدا ہوتا ہے، اور وہ ترقی کر کے دشمنی اور عداوت کی حد تک پہونچ جاتا ہے، تو یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک کے مبتلائے مصیبت ہونے سے دوسرے کو خوشی ہوتی ہے، اس کو شماتت کہتے ہیں، حسد اور بغض کی طرح یہ خبیث عادت بھی اللہ تعالیٰ کو سخت ناراض کرنے والی ہے، اور اللہ تعالیٰ بسا اوقات دنیا ہی میں اس کی سزا اس طرح دے دیتے ہیں کہ مصیبت زدہ کو مصیبت سے نجات دے کے اس پر خوش ہونے والے کو مبتلائے مصیبت کر دیتے ہیں۔ (معارف الحدیث: ۲/۲۲۰)

(۲) غیبت

حاسد کی علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ ''محسود'' کی عدم موجودگی میں اس کا برا تذکرہ کرتا ہے، اس کے معائب اور نقائص کو خوب اچھالتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ دوسروں کی نگاہوں میں اس کی کوئی وقعت باقی نہ رہ جائے اور وہ بے حیثیت بن جائے۔

(۳) بہتان

حاسد اپنے ''محسود'' پر غلط الزامات بھی عائد کرتا ہے، اور بہت سے نا کردہ گناہ اس کے سر تھوپ دینے کی کوشش کرتا ہے، متعدد غلط معاملات کی نسبت اس کی طرف کر دیتا ہے، افترا پردازی حاسد کی خاص پہچان ہوتی ہے۔

(۴) چاپلوسی اور خوشامد

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ حاسد ''محسود'' کے سامنے خوشامدانہ انداز اپناتا ہے، اور چاپلوسی کرتا اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ میں آپ کا وفادار، ہم درد اور بہی خواہ ہوں، جبکہ حقیقت میں وہ اس کا بدخواہ اور دشمن ہوتا ہے، بہرحال چاپلوسی، خوشامد اور کاسہ لیسی حاسد کی علامتوں میں سے ہے۔

(۵) رنگ بدلنا، جسمانی نقل وحرکت اور آنکھوں کا انداز

محسود اگر بہ غور دیکھے تو اسے اپنے حاسد کا پتہ، اس کی نقل وحرکت اور انداز و ادا سے بآسانی

چل جاتا ہے،محسود کواوراس کی خوبیوں کودیکھتے ہی حاسد کے چہرے کارنگ بدل جاتا ہے،جسم کی نقل وحرکت عجیب ہوجاتی ہے،اورآنکھیں تیزی سے اِدھر سے اُدھر دائیں بائیں حرکت کرنے لگتی ہیں،غرض یہ کہ اُس کاپوراسراپااس کے''حسد''کاثبوت بن کرسامنے آجاتا ہے۔

(۶) سلام سے ہچکچاہٹ

بعض مرتبہ حاسدانسان کی طرف سے سلام کے آغاز میں ہچکچاہٹ کامظاہرہ ہوتا ہے، اسے''محسود''کوسلام کرنے میں (جودرحقیقت سلامتی کی دعابھی ہےاوراپنی طرف سے مخاطب کوکوئی نقصان نہ پہونچنے دینے کی یقین دہانی بھی) تردد ہوتا ہے۔

(۷) دوسروں کی طرف توجہ اورمحسود سے اعراض

حاسد کا انداز یہ ہوتا ہے کہ وہ مجلس میں''محسود'' کی طرف توجہ کے بہ جائے قصداً دوسروں کی طرف توجہ رکھتا ہے،حاسددور سے اپنےمحسود کوآتا ہوادیکھتا ہےتوجان کرانجان بننے کامظاہرہ کرتا ہےاوراعراض کاانداز اختیار کرتا ہے۔

(۸) محسود کی باتوں کوگراں سمجھنا

حاسد کی ایک علامت یہ ہے کہ اسے محسود کی باتیں گراں گزرتی ہیں اورناگوارِخاطر ہوتی ہیں،اگرسنتا بھی ہےتوبادلِ ناخواستہ سنتا ہے،اوراس کے انداز سے ظاہرہوجاتا ہے کہ اسے مخاطب کی باتیں ناپسند ہیں۔

(۹) محسود کی رائے کی مخالفت

حاسد کی ایک پہچان یہ ہے کہ وہ ہرمعاملے میں محسود کی رائے،فکراورنظریہ کی مخالفت کرتا ہے،کوئی بھی مسئلہ ہووہ گویایہ طے کرلیتا ہے کہ مجھے مخاطب کی رائے اورپسند کے خلاف رائے دینی ہے،وہ کبھی اتفاق رائے نہیں رکھتا،ہمیشہ مخالفانہ رائے ہی پیش کرتا ہے۔

حاسد کی یہ چند نمایاں علامات ہیں، جو موقعہ بہ موقعہ ظاہر ہوتی ہیں، یہ کوئی ضروری نہیں کہ ساری علامتیں بیک وقت ظاہر ہوجائیں، کبھی کسی علامت کا نمایاں طور پر اظہار ہوتا ہے اور کبھی دوسری علامت کا، ان علامات کی روشنی میں ہر شخص اپنے حاسدین کا اندازہ لگا کر ان سے محتاط ہوسکتا ہے اور اپنی حفاظت آپ کر سکتا ہے۔

❑❑❑

حسد کا علاج اور اس سے بچنے کی کارگر تدبیریں

اللہ رب العزت کی صفاتِ عالیہ میں ''رحمٰن'' (بے حد مہربان) ''رحیم'' (انتہائی رحم والا) ''لطیف'' (بہت لطف وکرم والا) اور ''حکیم'' (بے انتہا حکمت والا) بہت نمایاں ہیں، اس کی شانِ رحمت وحکمت ہی کا مظہر ہے کہ اس نے حسد جیسے مہلک اور مضرترین جرم وگناہ سے بچنے اور محفوظ رہنے کا علاج اور کارگر تدبیریں اپنے محبوب ﷺ کے ذریعہ اور اپنے نیک بندوں (سلفِ صالح) کی وساطت سے ہمیں عطا فرمادی ہیں، واقعہ یہ ہے کہ اگر وہ علاج اہتمام کے ساتھ کرلیا جائے اور وہ تدابیر بروئے کار لے آئی جائیں تو نہ صرف یہ کہ حسد کے جرم سے حفاظت ہوجائے گی، اور اجتناب آسان ہوجائے گا بلکہ اپنی عملی زندگی کی اصلاح کی فکر بھی پیدا ہوجائے گی، ان میں سے چند اہم امور کا ذکر ذیل میں آرہا ہے۔

(۱) صلاحیتوں اور جذبات کا صحیح استعمال

جس کے دل میں حسد کا روگ ہو اسے بہت توجہ کے ساتھ اپنے زاویۂ فکر ونگاہ کو بدلنے کی کوشش کرنی چاہئے، اللہ نے اپنی اطاعت وعبادت اور خیر کے کاموں میں اتنی وسعت رکھی ہے کہ انسان کو اس سے فرصت ہی نہیں مل سکتی، انسان کی قوتوں، صلاحیتوں اور جذبات کے استعمال کے لئے اللہ نے مناسب، مطلوب اور بہتر محل بھی بتادیا ہے، صلاحیتوں اور جذبات کو ایسے محل میں استعمال کیا جائے تو گناہوں اور اللہ کے غضب سے حفاظت رہتی ہے، مثلاً اللہ نے انسان میں ایک مادہ ''دوسروں سے ریس اور مقابلے'' کا رکھا ہے، اس کا غلط استعمال یہ ہے

کہ انسان جلن ،کڑھن اور حسد میں مبتلا ہوجائے ، دوسروں کا بدخواہ اور ان کے درپئے آزار ہوجائے، اور صحیح استعمال یہ ہے کہ ’’کار خیر میں سبقت‘‘ کا مزاج پیدا کرے، دوسروں کی خوبیاں دیکھ کر ان سے چھن جانے کی تمنا نہ کرتے ہوئے اپنے لئے اللہ سے انہیں نعمتوں کا سوال کرے جسے رشک کہا جاتا ہے،صحابہ کا مزاج یہی بتایا گیا ہے کہ وہ حسد سے کوسوں دور رہتے تھے مگر نیک کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کا جذبہ ان میں خوب خوب تھا،اور یہی مطلوب ہے۔

حاصل یہ ہے کہ حسد کا کارگر علاج یہ ہے کہ اپنے قلبی جذبات کا رخ تبدیل کرنے کی کوشش کی جائے ،اور اس کے لئے ایک کام تو یہ ہو کہ نیک کاموں میں سبقت اور آگے بڑھنے کو توجہ کا مرکز بنایا جائے ،دوسرے یہ کہ دوسروں سے نعمت کے زوال کی آرزو کے بجائے (جسے حسد کہا جاتا ہے) اللہ سے اپنے لئے ان جیسی نعمتوں کے سوال (جسے رشک کہا جاتا ہے) کی عادت پیدا کی جائے۔

شروع میں تو یہ تبدیلی مشکل اور بار معلوم ہوگی،مگر اہتمام کے ساتھ استقامت اختیار کی جائے تو ان شاء اللہ کامیابی ضرور ملے گی اور حسد کے رذیلے سے عافیت حاصل ہوجائے گی۔

(۲) اتباع شریعت اور رجوع الیٰ اللہ

حسد سے بچنے کے لئے رجوع الی اللہ، اتباع شریعت اور اطاعتِ کتاب وسنت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے،حاسد کو قرآن وسنت اور دین وشریعت کے آئینے میں اپنا رخِ کردار دیکھنے کی مشق ڈالنی چاہئے ،حسد کی عادت آسانی سے تو نہیں چھوٹتی،مگر بار بار قرآن وسنت کی روشنی میں اپنا جائزہ لیا جائے گا اور ہر معاملے میں شریعت کی اتباع کی فکر کی جائے گی تو رفتہ رفتہ اس عادت سے خلاصی حاصل ہوجائے گی،ضرورت صرف اس کی ہے کہ اپنی نگاہ اللہ ورسول کی رضا پر مرکوز رہے اور دین کی مکمل اطاعت کی فکر ہو۔

(۳) انسانوں سے توجہ ہٹا کر اللہ کی طرف متوجہ ہونا

مشائخ اہل دل فرماتے ہیں کہ انسانوں کی توجہ ''خلق'' کی طرف سے ہٹ کر صرف ''خالق'' کی طرف ہوجائے، اور اس کے دل میں ''ہر چیز کا مالک اللہ ہی ہے'' کا عقیدہ ہر لمحہ مستحضر رہے تو وہ حسد سے بآسانی بچ سکتا ہے، حسد پیدا اسی وقت ہوتا ہے جب توجہ انسانوں کی طرف رہتی ہے اور اللہ سے ہٹی ہوئی ہوتی ہے، اس لئے کوشش یہ کی جائے کہ ''خلق'' سے انقطاع اور ''خالق'' کی طرف مکمل التفات رکھا جائے، یہ حسد سے باز رہنے کا کارآمد نسخہ ہے۔

(۴) عقل کا استعمال اور حسد کے نقصانات کا استحضار

حاسد اگر عقل سلیم سے کام لے، حسد کے برے انجام کو سوچے اور اس کے بے پایاں دینی، دنیوی، جسمانی اور روحانی نقصانات اور مفاسد پر نگاہ کرے تو امید ہے کہ وہ حسد سے باز آنے کا ضرور فیصلہ کرلے گا، حاسد کو سوچنا چاہئے کہ میں یہ تمنا رکھتا ہوں کہ ''محسود'' سے اس کی نعمت چھن جائے، مگر ایسا نہیں ہورہا ہے، جس کی وجہ سے میری کڑھن اور جلن بڑھتی جارہی ہے، دنیا کا یہ نقصان میرے ساتھ لگا ہوا ہے، پھر میں حسد کر کے مختلف گناہوں کا شکار ہورہا ہوں، اس طرح میں اپنی نیکیاں بھی ضائع کرتا جارہا ہوں اور دوسرے کے گناہ اپنے سر اوڑھنے کا خود انتظام کررہا ہوں، یہ آخرت کا نقصان ہے۔

جب حاسد سچے دل سے ان نقصانات کے بارے میں غور کرے گا تو پھر وہ حسد سے بچنے کی کوشش کرے گا۔

(۵) دنیا اور جاہ کی محبت دل سے نکالنا

حسد کا ایک کارگر علاج دل سے دنیا کی اور جاہ ومنصب کی محبت کو کھرچنا ہے، ذکر آچکا ہے کہ حسد کا ایک نمایاں سبب دنیا اور جاہ کی محبت ہوتا ہے، اس محبت کو نکالے بغیر حسد کا علاج

نہیں ہوسکتا، حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

حسد کا علاج یہ ہے کہ آدمی اپنے دل سے دنیا اور جاہ کی محبت نکالنے کی فکر کرے، اس لئے کہ تمام بیماریوں کی جڑ دنیا کی محبت ہے اور اس دنیا کی محبت کو دل سے نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی یہ سوچے کہ یہ دنیا کتنے دن کی ہے، کسی بھی وقت آنکھ بند ہوجائے گی، انسان کے لئے نجات کا کوئی راستہ نہیں ہوگا، دنیا کی لذتیں اور دنیا کی نعمتیں، اس کی دولتیں، اس کی شہرت، اس کی عزت اور اس کی ناپائداری پر انسان غور کرے، اور یہ سوچے کہ کسی بھی وقت آنکھ بند ہوجائے گی تو سارا قصہ ختم ہوجائے گا، اس کے بعد پھر انسان کے لئے نجات کا کوئی راستہ نہیں ہوگا۔ (اصلاحی خطبات: ۷۶/۵)

(۶) اللہ کے فیصلوں پر دل سے راضی رہنا

حسد سے محفوظ رہنے کی ایک تدبیر اللہ کے فیصلے پر دل سے راضی اور اس کی تقسیم پر اندر سے مطمئن ہوجانا ہے، جسے ''رضا بالقضا'' کہا جاتا ہے، علامہ ماوردیؒ نے کسی بزرگ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

مَنْ رَضِيَ بِقَضَاءِ اللّٰهِ لَمْ يُسْخِطْهُ أَحَدٌ، وَمَنْ قَنِعَ بِعَطَاءِ اللّٰهِ لَمْ يَدْخُلْهُ حَسَدٌ. (ادب الدنیا والدین: ۱۷٦)

جو اللہ کے فیصلے پر راضی ہوتا ہے اس کو کسی کی ترقی ناراض نہیں کرتی، اور جو اللہ کی نوازش پر قناعت کرتا ہے، اسے حسد کا روگ لاحق نہیں ہوتا۔

واقعہ یہ ہے کہ حسد اللہ کے فیصلوں سے بے اطمینانی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے، اگر انسان اس عقیدے کو اپنے دل میں مضبوط کرلے اور بار بار مستحضر رکھے کہ جس کو جو مل رہا ہے اللہ کی طرف سے مل رہا ہے، اور اللہ نے یہ سارا نظام اپنی حکمت بالغہ کے مطابق طے فرما رکھا ہے، تو پھر حسد اور جلن کے گناہ سے اجتناب اور حفاظت کی سعادت ضرور حاصل ہوگی۔

(۷) موت کی بہ کثرت یاد

حضرت ابوالدرداءؓ کا ارشاد ہے:

مَا أَکْثَرَ عَبْدٌ ذِکْرَ الْمَوْتِ إِلَّا قَلَّ فَرَحُهُ وَقَلَّ حَسَدُهُ.

جو کثرت سے موت کو یاد کرتا ہے اس کی خوشی بھی کم ہو جاتی ہے اور اس کا حسد بھی کم ہو جاتا ہے۔ (احیاء العلوم: ۳/۳۶۰)

معلوم ہوا کہ حسد سے حفاظت کا ایک نسخہ یہ بھی ہے کہ دل میں موت کی یاد پیدا ہو جائے، آدمی جب موت کو یاد کرے گا تو اسے صرف اپنی فکر دامن گیر ہوگی، وہ اپنے دل کو دوسروں کے معاملات میں الجھانا وقت کا ضیاع سمجھے گا، بالآخر حسد سے محفوظ ہو جائے گا۔

(۸) ماشاء اللہ کہنے کا اہتمام

دوسروں کو حاصل نعمتیں، خوبیاں، کمالات اور فضائل دیکھ کر اگر "مَاشَاءَ اللّٰهُ لا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ" کے ثابت و مسنون کلمات کہنے کی عادت ڈالی جائے اور اہتمام کیا جائے تو امید ہے کہ ان کی برکت سے اللہ کی طرف سے حسد کے گناہ سے حفاظت ہوگی۔

(۹) اپنے پاس موجود نعمتوں میں غور و فکر

انسان دوسروں کی نعمتوں پر کڑھنے کے بہ جائے اپنے پاس موجود اللہ کی بیش بہا نعمتوں پر غور کرے اور جائزہ لے تو اسے اندازہ ہوگا کہ اسے بہت کچھ وہ بھی حاصل ہے جو دوسروں کے پاس نہیں ہے، چنانچہ وہ "حسد" سے محفوظ ہو جائے گا، حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

> حسد کا علاج یہ ہے کہ حسد کرنے والا یہ سوچے کہ اگر دوسرے شخص کو کوئی بڑی نعمت حاصل ہے، اور اس کی وجہ سے تمہارے دل میں کڑھن پیدا ہو رہی ہے تو کتنی نعمتیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دے رکھی ہیں، اور اس شخص کو نہیں دیں، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ

نے تمہیں اس سے بہتر صحت عطا فرمائی ہو، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حسن و جمال اس سے زیادہ عطا فرمایا ہو، یا اور کوئی نعمت اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمائی ہو، اور اس کو وہ نعمت میسر نہ ہو، لہٰذا ان نعمتوں کی تقسیم میں اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت ہوتی ہے کہ انسان کو پتہ بھی نہیں چلتا، ان باتوں کو سوچنے سے حسد کی بیماری میں کمی آتی ہے۔

حسد کی ساری خرابی اس سے پیدا ہوتی ہے کہ انسان اپنی طرف دیکھنے کے بجائے دوسروں کی طرف دیکھتا ہے، خود اپنے کو جو نعمتیں حاصل ہیں، ان کا تو دھیان اور خیال ہی نہیں، اور ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی توفیق نہیں، مگر دوسروں کی نعمتوں کی طرف دیکھ رہا ہے، اسی طرح اپنے عیوب کی طرف تو نظر نہیں مگر دوسرے کے عیوب تلاش کرر ہا ہے، اگر انسان اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی ہر وقت نازل ہونے والی نعمتوں کا استحضار کرے تو پھر دوسرے پر کبھی حسد نہ کرے، تم کیسی بھی حالت میں ہو، پھر بھی اللہ تعالیٰ نے تمہیں نعمتوں کی ایسی بارش میں رکھا ہے، اور صبح سے شام تک تمہارے اوپر نعمتوں کی بارش برسا رہا ہے کہ اگر تم اس کا تصور کرتے رہو تو دوسروں کی نعمت پر کبھی جلن پیدا نہ ہو۔ (اصلاحی خطبات: ۵/ ۶۷-۶۸)

حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی صاحبؒ کا ملفوظ ہے:

تم دوسروں کی طرف دیکھتے ہی کیوں ہو؟ تم یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ میرے ساتھ کیسا ہے؟ زید کے ساتھ یہ ہے، عمرو کے ساتھ یہ ہے، بکر کے ساتھ یہ ہے، تم لوگوں کے بکھیڑے میں پڑتے ہی کیوں ہو؟ تم یہ دیکھو میرے ساتھ اللہ کا معاملہ کیا ہے؟ کوئی ضرورت ہے تو مانگو اللہ تعالیٰ سے، ان کا دربار کھلا ہوا ہے، بند تو نہیں ہوا، اللہ کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا، اور تمہاری زبان بھی چلتی ہے، اللہ کے فضل سے گونگی نہیں ہے، تمہارے ہاتھ پھیلانے کے لئے بھی موجود ہیں، اللہ کے سامنے ہاتھ کیوں نہیں پھیلاتے؟ کیوں اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتے ہو؟ وہ بخیل تو نہیں ہے کہ تمہیں نہیں دے گا، اگر اس بات پر نظر ہو جائے کہ لوگوں سے کیا واسطہ؟ مجھے تو یہ دیکھنا ہے کہ میرے ساتھ اللہ کا معاملہ کیا ہے، تو ہماری ساری بیماریوں کا علاج ہو جائے۔ (بیانات مولانا یوسف: ۱/ ۳۱۹-۳۲۰)

(۱۰) اپنے سے کم تر پر نگاہ

شریعت نے پرسکون اور کامیاب زندگی کا ایک عجیب فارمولہ یہ بتایا ہے کہ دنیا کے معاملات میں اپنے سے کم تر کو دیکھا جائے، تاکہ توفیقِ شکر ہو، دنیا میں اپنے سے برتر کو دیکھتے رہنا ناشکری، حسد اور بے سکونی پیدا کرتا ہے، البتہ دین کے معاملات میں اپنے سے برتر کو دیکھا جائے تاکہ خیر کی رغبت اور زیادہ نیکی کرنے کا جذبہ بڑھے۔

عام طور پر انسان دنیاوی معاملات میں اپنے سے برتر کو دیکھتا ہے، پھر وہ جلن اور حسد کا شکار ہوجاتا ہے، اس لئے جب تک اوپر مذکور اصول کی پابندی نہیں ہوگی، اس گناہ سے بچنا مشکل ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن المبارکؒ فرماتے ہیں:

میں ایک عرصۂ دراز تک مالداروں کے محلے میں رہا اوران کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا رہا، تو اس زمانے میں مجھ سے زیادہ رنجیدہ اور غمزدہ کوئی نہیں تھا، اس لئے کہ جس کو بھی دیکھتا ہوں تو یہ نظر آتا ہے کہ اس کا کپڑا میرے کپڑے سے عمدہ ہے، اس کی سواری میری سواری سے اعلیٰ ہے، اس کا مکان میرے مکان سے اعلیٰ ہے، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہر وقت اس غم میں مبتلا رہتا تھا کہ اس کو تو یہ نعمتیں حاصل ہیں مجھے حاصل نہیں، اس لئے مجھ سے زیادہ غمزدہ انسان کوئی نہیں تھا، لیکن اس کے بعد میں نے اپنی رہائش ایسے لوگوں کے محلے میں اختیار کرلی جو دنیاوی اعتبار سے فقراء اور کم حیثیت کے لوگ تھے، اوران کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا شروع کیا تو اس کے نتیجے میں، میں آرام میں آگیا، اس لئے کہ یہاں معاملہ بالکل برعکس تھا، اس لئے کہ جس کو بھی دیکھتا ہوں تو یہ نظر آتا ہے کہ میرا لباس اس کے لباس سے عمدہ ہے، میری سواری اس کی سواری سے اعلیٰ ہے، میرا مکان اس کے مکان سے اچھا ہے، چنانچہ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے مجھے قلبی راحت عطا فرمادی۔ (اصلاحی خطبات: ۵/۶۹)

امام بخاریؒ نے مستقل ایک باب میں یہ مضمون ذکر فرمایا ہے اور یہ حدیث نقل کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا نَـظَرَ أَحَدُكُمْ إِلَى مَنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ فِي الْمَالِ وَالْخَلْقِ، فَلْيَنْظُرْ إِلَى مَنْ هُوَ أَسْفَلُ مِنْهُ. (بخاري: الرقاق: باب لينظر إلى من هو أسفل منه الخ: ٦٤٩٠)

جب تم میں سے کوئی اسے دیکھے جسے مال اور جسمانی بناوٹ میں اس پر برتری دی گئی ہے تو اپنے سے کم تر پر نظر کرے۔

استاذ محترم حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوریؒ نے لکھا ہے:

میرا ایک مرتبہ بنگلور شہر میں ایک ماہ تک ایک نیک مالدار کی کوٹھی میں قیام رہا، جب دیوبند آیا تو ایک ماہ تک پریشان رہا، اپنی خستہ حالی پر نفریں بھیجتا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے دست گیری کی اور اپنے فضل سے اس کیفیت کو دور کیا، میں نے کم تر لوگوں پر نظر ڈالی تو مجھے اپنی حالت ان سے بہتر نظر آئی، میں نے اللہ کا شکر ادا کیا، ورنہ میں معلوم نہیں دنیا کی کس وادی میں جا گرتا۔ (تحفۃ القاری: ۱۱/ ۳۱۷)

(۱۱) مراقبہ

مشائخ تصوف نے ''مراقبہ'' کو سالکین کے لازمی معمولات شامل فرمایا ہے، مراقبہ کی حقیقت ہر طرف سے یکسو ہو کر اللہ اور اس کی رحمت کی طرف مکمل توجہ اور دھیان ہے، حسد کے علاج کے لئے بھی ''مراقبہ'' بڑی اہمیت رکھتا ہے، حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

ہمارے مشائخ نے یہ فرمایا کہ یہ حسد کی بیماری لطیفۂ خفی سے وابستہ ہے، جب ایک سالک لطیفۂ خفی کا سبق کرتا ہے اور مراقبے کی کثرت کرتا ہے تو اس بیماری سے جان چھوٹ جاتی ہے، پھر بندے کو اپنی فکر ایسی لگتی ہے کہ نظر دوسروں کے احوال کا موازنہ کرنے سے ہی رک جاتی ہے، لہٰذا دل میں کسی کے بارے میں حسد کے جذبات پیدا ہی نہیں ہوتے، یہ ایک خفیہ طریقہ ہے اس بیماری کو دور کرنے کا، لیکن یہ اسباق کسی شیخ کے زیر سایہ ہی ہو سکتے ہیں۔ (مہلک روحانی امراض: ۲۱۹)

(۱۲) صبر

صبر شریعت کی بنیادی تعلیم ہے جسے احادیث میں ’’ضیاء‘‘ (سراپا روشنی) اور ’’اللہ کا سب سے بہتر عطیہ و تحفہ‘‘ بتایا گیا ہے، صبر کی ایک نمایاں برکت اور تاثیر یہ ہے کہ اس کے ذریعہ ’’حسد‘‘ سے حفاظت ہوتی ہے، جو آدمی صابرانہ مزاج رکھتا ہوگا اور دوسروں کی ایذا رسانیوں کو برداشت کرتا ہوگا، وہ اپنے دل میں دوسروں پر حسد، بدگمانی، بغض اور نقصان پہونچانے کا خیال نہیں لائے گا۔

(۱۳) تعوذ و استعاذہ

انسان کے دل میں اگر کسی سے حسد پیدا ہو جائے تو اسے ختم کرنے کا ایک علاج یہ ہے کہ خلوصِ قلب کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں اس گناہ سے پناہ مانگے، اور بار بار ایسا کرتا رہے، اس کی برکت سے ان شاء اللہ حفاظت حاصل ہوگی۔

(۱۴) تقویٰ

اللہ کا خوف سچا ہو تو وہ ہر گناہ سے روکنے میں اکسیر کا مقام رکھتا ہے، حسد سے بچنے کی تدبیر یہ ہے کہ آدمی اپنے دل میں اللہ کا خوف پیدا کرے، پرہیز گاری کی زندگی گزارنے کا عزم کرلے، آخرت کی فکر مستحضر کرے، اور اپنی زندگی تقویٰ کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرے۔

(۱۵) استغفار و دعا

جس کے دل میں حسد کی بیماری ہو اسے بلا تاخیر اپنے اس گناہ سے اللہ کے دربار میں مغفرت کا طلب گار ہونا چاہئے اور پورے الحاح و تضرع کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں دعا کرنی چاہئے کہ اللہ اس جرم سے اس کی حفاظت فرمائے اور معاف فرمادے، استغفار اور دعاء دونوں بے حد عظیم اعمال ہیں، اور ان کی وجہ سے ’’حسد‘‘ سے حفاظت مل جاتی ہے، قرآن میں ذکر آیا

ہے کہ اللہ کے نیک بندے یہ دعا کرتے ہیں:

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ. (الحشر: ۱۰)

اے ہمارے رب: ہماری بھی مغفرت فرمایئے اور ہمارے ان بھائیوں کی بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں، اور ہمارے دلوں میں ایمان لانے والوں کے لئے کوئی بغض (کینہ وحسد) نہ رکھئے، اے ہمارے پروردگار: آپ بہت شفیق، بہت مہربان ہیں۔

حاسد کو بطور خاص اللہ کا فضل مانگنا چاہیئے، جو اللہ ''محسود'' کو نعمتیں دے سکتا ہے وہ ''حاسد'' کو بھی دے سکتا ہے، قرآن میں سورۃ النساء (۳۲) میں حسد سے اور دوسروں کو حاصل غیر اختیاری نعمتوں کی تمنا سے منع کیا گیا ہے، مگر آخر میں ''وَسْئَلُوْا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ'' (اللہ سے اس کا فضل مانگو) بھی فرمایا گیا ہے۔

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

ایک دعا ایسی ہے جو حسد کی دوا ہے، یہ ایسی دوا ہے جس کے استعمال سے بیماری جڑ سے ہی ختم ہوجاتی ہے، وہ دعا حدیث پاک میں آئی ہے:

اَللّٰهُمَّ مَا أَصْبَحَ بِيْ مِنْ نِّعْمَةٍ أَوْ بِأَحَدٍ مِنْ خَلْقِكَ فَمِنْكَ وَحْدَكَ فَلَكَ الْحَمْدُ.

''اے اللہ! جو نعمتیں آپ نے مجھے عطا فرمائیں یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو عطا فرمائیں، وہ آپ ہی کی طرف سے ہیں، تو ایک ہے، پس میں تیری تعریف بیان کرتا ہوں۔''

جس بندے نے دوسرے پر نعمتیں دیکھنے کے بعد اس دعا کو پڑھا، اللہ تعالیٰ اس کو حسد کے جراثیم سے محفوظ فرمالیتے ہیں، جیسے آج کل ویکسینیں آگئی ہیں، کہ ویکسین لگالو، ٹی بی ختم ہوجائے گی، ویکسین لگالو، ہیپاٹائیٹس نہیں ہوگا۔

اسی طرح یہ بھی حسد کی ویکسین ہے جو اللہ کے پیارے حبیب ﷺ نے عطا فرمادی ہے، کہ جب کسی کے پاس جمال دیکھو، کمال دیکھو، مال ومنال دیکھو، یا کوئی بھی نعمت دیکھو، تو حسد نہ کرو، بلکہ یہ دعا پڑھ لو، اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ حسد کے جراثیم کو اندر پیدا ہونے سے محفوظ فرمادیں گے۔

ایک حدیث مبارکہ میں ایک اور دعا بھی بتائی گئی ہے، جب انسان اپنے اندر حسد محسوس کرے تو کہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ.

اس لئے کہ شیطان بھی حسد پیدا کرتا ہے اور نفس بھی حسد پیدا کرتا ہے، پس یہ دعا مانگیں، اللہ تعالیٰ حسد سے بچالیں گے۔ (سورۂ یوسف کے ۱۰۱ فوائد: ۶۳)

(۱۶) توبہ

حاسد کو پہلی فرصت میں اپنے گناہ کی خطرناکی محسوس کر کے توبہ کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے، اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ حسد کے گناہ پر سچے دل سے نادم اور پشیمان ہو، اسے فوراً چھوڑ دے، آئندہ اس سے بچنے کا سچا پکا عزم کرے اور اللہ کے دربار میں توبہ کرے، اللہ نے اپنی شان بتائی ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَعْفُو عَنِ السَّیِّئَاتِ. (الشوریٰ:۲۵)

اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور گناہوں کو معاف کردیتا ہے۔

(۱۷) شکر

اللہ نے انسان کو جن بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے، ان کی سچی قدر اور شکر انسان کی ذمہ داری ہے، شکر کا ایک فائدہ تو نعمتوں کی بقاء ودوام کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، اور دوسرا فائدہ یہ بھی ملتا ہے کہ مختلف گناہوں بہ طور خاص حسد (دوسروں پر جلنے اور کڑھنے کے گناہ) سے اجتناب کی توفیق مل جاتی ہے۔

(۱۸) صدقہ

حسد کا ایک علاج صدقہ بھی ہے، قرآن میں بتایا گیا ہے کہ صدقہ انسان کے قلب و قالب اور مال و دولت سب کو پاک کردیتا ہے:

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا. (التوبة:۱۰۳)

ان لوگوں کے اموال میں سے صدقہ لو، جس کے ذریعہ تم انہیں پاک کروگے اور ان کے لئے باعث برکت بنوگے۔

یہاں صدقے کی دو خاصیتیں بیان ہوئیں ہیں:

(۱) وہ انسان کو برے اخلاق اور گناہوں سے پاک ہونے میں مدد کرتا ہے۔

(۲) اس سے انسان کی نیکیوں میں برکت اور ترقی ہوتی ہے۔

احادیث میں صراحت آئی ہے:

دَاوُوا مَرْضَاكُمْ بِالصَّدَقَةِ.

اپنے مریضوں کا علاج صدقہ دے کر کرو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ امراض کا علاج ہے، ملحوظ رہے کہ حسد خطرناک قسم کی بیماری ہے جو انسان کے قلب اور روح کو لگ جاتی ہے، یقینی طور پر اس کا علاج بھی صدقہ کی تدبیر سے کیا جاسکتا ہے۔

(۱۹) قرآن کی تلاوت اور تدبر

قرآن نے اپنی یہ خصوصیت بتائی ہے کہ وہ شفاء اور دوا بھی ہے، ارشاد ہے:

قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ. (حم السجدة: ٤٤)

آپ کہہ دیجئے کہ جو لوگ ایمان لائیں ان کے لئے یہ قرآن ہدایت اور شفا کا سامان ہے۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ.

(الاسراء:۸۲)

ہم وہ قرآن نازل کر رہے ہیں جو مؤمنوں کے لئے شفا اور رحمت کا سامان ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ. (یونس: ۵۷)

اے لوگو! تمہارے پاس ایسی کتاب آئی ہے جو تمہارے رب کا نصیحت نامہ ہے اور دلوں کی بیماری کے لئے شفا ہے اور ایمان والوں کے لئے ہدایت اور رحمت کا سامان ہے۔

معلوم ہوا کہ قرآن تمام جسمانی و روحانی، ظاہری و باطنی، فکری و عملی بیماریوں سے شفا دینے والی کتاب ہے، لہٰذا ''حسد'' کا مریض اگر اس کتاب سے اپنا رشتہ مضبوط کرے اور اس کی تلاوت اور آیات میں تدبر کا اہتمام کرے تو اسے حسد کے گناہ سے عافیت حاصل ہو کر رہے گی۔

(۲۰) اخلاص

حضرت زید بن ثابتؓ نے آپ ﷺ سے یہ روایت نقل کی ہے:

ثَلاثٌ لا يُغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُسْلِمٍ: إِخْلاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ، وَالنَّصِيحَةُ لِلْمُسْلِمِينَ، وَلُزُومُ جَمَاعَتِهِمْ، فَإِنَّ دَعْوَتَهُمْ تُحِيطُ مِنْ وَرَاءِ هِمْ. (مشکوۃ: العلم: ۲۲۸)

تین چیزیں ایسی ہیں جن کے ہوتے ہوئے کسی مسلمان کا دل خیانت نہیں کرتا اور کینہ و حسد نہیں رکھتا: (۱) ہر عمل میں اللہ کے لئے اخلاص، (۲) مسلمانوں کی خیر خواہی، (۳) مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑنا، اس لئے کہ

جماعت کی دعا چاروں طرف سے گھیرے رہتی ہے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اخلاص کی برکات میں سے یہ ہے کہ دل سچی محبت وخیر خواہی سے آباد اور حسد، بغض، کینہ اور خیانت سے پاک اور صاف ہو جاتے ہیں، پھر دوسروں کی ترقی اپنی ترقی اور دوسروں کا نقصان اپنا نقصان محسوس ہوتا ہے، اور انسان حسد کی گندگی سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

(۲۱) اپنے ساتھ لوگوں کی بے تعلقی اور نفرت کو ختم کرنے کی فکر

سماجی زندگی میں حاسد کے ساتھ یہ ہوتا ہے کہ لوگ اس سے متنفر ہو جاتے ہیں اور دور رہنا پسند کرتے ہیں، حاسد اپنے ساتھ لوگوں کی نفرت اور بے تعلقی کا یہ معاملہ دیکھے اور اس کے محرکات اور مفاسد پر غور کرے تو اسے خود اپنے طرز فکر و عمل سے گھن آنی شروع ہو جائے گی اور وہ حسد سے بچنے کی فکر کرے گا، اللہ نے انسان کا مزاج یہ بنایا ہے کہ وہ دوسروں کے دلوں میں اپنے لئے محبت اور خیر کے جذبات دیکھنا چاہتا ہے، اس لئے اسے کبھی یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ لوگ اس سے متنفر و بیزار ہو جائیں، حاسد اگر سچے دل سے جائزہ لے گا تو یہی چیز اسے حسد سے روکنے والی ثابت ہوگی۔

(۲۲) محسود کے لئے دعائے خیر

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

بزرگوں نے لکھا ہے کہ جب دل میں دوسرے کی نعمت دیکھ کر حسد اور جلن پیدا ہو تو اس کا ایک علاج یہ بھی ہے کہ تنہائی میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے اس کے حق میں دعا کرے کہ یا اللہ: یہ نعمت جو آپ نے اس کو عطا فرمائی ہے اور زیادہ عطا فرما، اور جس وقت وہ یہ دعا کرے گا اس وقت دل پر آرے چلیں گے، اور یہ دعا کرنا دل پر بہت شاق اور گراں گزرے گا، لیکن زبردستی یہ دعا کرے کہ یا اللہ: اس کو اور ترقی عطا فرما، اس کی نعمت میں اور برکت عطا فرما۔ (اصلاحی خطبات: ۵/۷۷-۷۸)

یہ بہت کارگر تدبیر ہے، چند دن اس کا اہتمام کرلیا جائے تو دل سے حسد ختم ہوسکتا ہے۔

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی نے فرمایا:

"ہمارے مشائخ نے اس کا ایک آسان علاج بتایا ہے، وہ یہ ہے کہ جس سے حسد ہو، انسان اسی کے لئے دعا مانگنا شروع کردے، چالیس دن نہیں گزرتے کہ یہ بیماری جان چھوڑ دیتی ہے، بلکہ ہمارا تجربہ تو یہ ہے کہ تین دن بھی نہیں گزرتے اور اس بیماری سے نجات مل جاتی ہے، بڑے لوگ آتے ہیں اور کہتے ہیں: جی! فلاں سے بڑا حسد ہوتا ہے، ہم کہتے ہیں: بھئی! جس سے آپ کو حسد ہے اس بندے کے لئے تین دن تک دعا مانگیں، دراصل جس کے بارے میں دل میں اتنا حسد اور اتنا کینہ ہوتا ہے اس کے بارے میں زبان سے دعا کہاں سے نکلے؟...... بہرحال! اگر اس کو مجبور کریں کہ اس کے لئے دعا مانگو! تو بس دعا نکلنے ہی لگتی ہے تو شیطان بدبخت کی شیطانیت بھی ختم ہوجاتی ہے، تین دن سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ اس بندے کے بارے میں دل کے اندر محبت ڈال دیتے ہیں، یہ مجرب نسخہ ہے استعمال کرکے دیکھ لیں، اگر کوئی بھی آپ کے سامنے کہے کہ میرے اندر حسد ہے تو آپ اس کو یہ نسخہ تجویز کرسکتے ہیں کہ جس کے بارے میں حسد ہے اس کے لئے دعا کرو، تین دن سے پہلے اللہ تعالیٰ حسد کی بیماری سے شفا عطا فرمادیں گے۔" (سورۂ یوسف کے ۱۰۱ فوائد: ۶۳-۶۴)

(۲۳) محسود کا ذکرِ خیر

حسد کا مؤثر عملی علاج یہ ہے کہ حاسد (جو جلن رکھتا ہے، نقصان پہونچانا چاہتا ہے، غیبت وافترا چاہتا ہے) اپنے محسود کی برائی کے بہ جائے اس کا ذکرِ خیر شروع کردے، یہ حسد کے تقاضے کے خلاف عمل ہے، حسد کا تقاضا محسود کی مذمت ہے، اس تقاضے کی مخالفت یہ ہے کہ محسود کا ذکرِ خیر کیا جائے، اس تدبیر سے حسد سے نجات مل جاتی ہے، حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا ملفوظ ہے:

اختیاری کی ضد بھی اختیاری ہوتی ہے، پس جو امور حسد سے ناشی ہیں ان کی ضد کو اپنے اختیار سے عمل میں لاؤ، اس طرح کہ بجائے غیبت کے محسود کی مدح زبان سے کیا کرو، گو نفس کو ناگوار ہو مگر زبان پر تو اختیار ہے۔ (انفاس عیسیٰ: ۱۷۴)

اس کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے فرمایا:

یعنی جس کام کا کرنا اختیار میں ہے، اس کا چھوڑنا بھی اختیار میں ہوگا، لہٰذا حسد کے نتیجے میں جو خیال دل میں پیدا ہو رہا ہے کہ میں اس کو ماروں، اس کو برا بھلا کہوں، اس کی اہانت کروں، اس کو لوگوں میں بدنام کروں، اس کی غیبت کروں، حسد کی وجہ سے ان اعمال کو کرنے کا دل میں خیال پیدا ہو رہا ہے اور یہ سب اعمال اختیاری ہیں اور حرام ہیں، لہٰذا ان کی ضد بھی اختیاری ہے۔

مثلاً دل تو یہ چاہ رہا ہے کہ اس کو بدنام کرو، لیکن بجائے بدنام کرنے کے اس کی تعریف لوگوں کے سامنے کرو، یہ بھی اختیار میں ہے، اور جب اختیار میں ہے تو اپنے اختیار سے اس کو عمل میں لاؤ، اس لئے حضرت تھانویؒ فرما رہے ہیں کہ ''جو امور حسد سے ناشی ہیں، ان کی ضد کو اپنے اختیار سے عمل میں لاؤ، اس طرح کہ بجائے غیبت کے محسود کی مدح زبان سے کیا کرو'' یعنی جس سے دل میں حسد پیدا ہو رہا ہے، اس کی برائی کرنے کے بجائے اس کی تعریف کرو، دل تو اس پر آمادہ نہیں ہوگا، لیکن دل کو قابو کر کے زبردستی اس کی تعریف کرو، گو نفس کو ناگوار ہو۔

اب دل تو چاہ رہا ہے کہ میں اس کو گالی دوں یا ایسا برا بھلا کہوں کہ یہ ساری دنیا میں بدنام ہو جائے، لیکن اس حاسد کو اُلٹا یہ کہا جا رہا ہے کہ اس کی تعریف کرو، تعریف کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی کوئی مصنوعی تعریف کرو بلکہ اس کی حقیقی تعریف کرو، کیونکہ دنیا میں کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے جس کے اندر کوئی قابل تعریف پہلو نہ ہو، لہٰذا اس محسود کے اندر قابل تعریف پہلو کو تلاش کر کے پھر اس کی تعریف کرو کہ ماشاء اللہ اس کے اندر یہ بہت اچھا وصف موجود ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ لکھا ہے کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ کسی راستے سے گزر رہے تھے، دیکھا کہ ایک آدمی سولی پر لٹکایا ہوا ہے، اس کا دایاں ہاتھ بھی کٹا ہوا ہے اور اس کا بایاں پاؤں بھی کٹا ہوا ہے، حضرت جنید بغدادیؒ نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا قصہ ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ اس نے پہلی مرتبہ جب چوری کی تو اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا تھا، جب دوسری مرتبہ اس نے چوری کی تو اس کا بایاں پاؤں کاٹ دیا گیا تھا، اس کے بعد پھر بھی باز نہ آیا اور پھر اس نے چوری کی تو اب اس کے نتیجے میں اس کو سولی پر لٹکایا جا رہا ہے، حضرت جنید بغدادیؒ آگے بڑھے اور اس چور کے پاؤں کو جو لٹک رہا تھا، اس کو بوسہ دیا۔

لوگوں نے کہا کہ حضرت! آپ جیسا انسان اتنے بڑے چور اور ڈاکو کے پاؤں کو بوسہ دے؟ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ آپ نے کیوں بوسہ دیا؟ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ اس شخص کے اندر ایک بہت عمدہ وصف ہے، وہ ہے ''استقامت'' میں نے اس کے اس وصف کو بوسہ دیا ہے، اگرچہ اس شخص نے اس ''استقامت'' کے وصف کو غلط جگہ استعمال کیا اور گناہ کے کام میں استعمال کیا، یہ اس کی غلطی ہے، لیکن ''استقامت'' کا وصف بذات خود قابل تعریف وصف ہے، اگر یہ شخص اس وصف کو کسی صحیح کام میں لگا لیتا تو یہ کہاں سے کہاں پہنچ جاتا۔

لہٰذا ہر انسان کے اندر کوئی نہ کوئی خوبی کی بات ہوتی ہے، اقبال شاعر بعض اوقات بڑی حکیمانہ بات بھی کہہ دیتا ہے، چنانچہ ایک بچوں کی نظم میں بڑی اچھی بات کہی کہ

نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانے میں
کوئی بُرا نہیں قدرت کے کارخانے میں

لہٰذا دنیا میں جتنی چیزیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے پیدا فرمائی ہیں۔
لہٰذا جس شخص سے تمہارے دل میں حسد پیدا ہو رہا ہے، اس کے اندر کوئی اچھائی

تلاش کرو، اس کی کوئی خوبی تلاش کرو، پھر لوگوں کے سامنے اس کی اس اچھائی کو اور خوبی کو بیان کرو، ایسا کرنے سے دل پر آرے چلیں گے، لیکن چلنے دو، کیونکہ جو ''حسد'' کی بیماری دل میں پیدا ہو رہی ہے، اس کا علاج ہی دل پر آرے چلنا ہے، اس لئے حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ ''بجائے غیبت کے محسود کی مدح زبان سے کیا کرو گو نفس کو ناگوار ہو، مگر زبان پر تو اختیار ہے''۔ (اصلاحی مجالس:۴/۱۵۲-۱۵۵)

(۲۴) محسود کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنا

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی خدمت میں کسی نے لکھا کہ مجھے فلاں سے حسد ہو گیا ہے، آپ نے جواب میں حاسد کو یہ ہدایت دی کہ:

کبھی کبھی اس (محسود) کو ہدیہ دیا کرو، ایک مدت تک ایسا کرنے سے حسد زائل ہو جائے گا۔ (انفاس عیسیٰ:۴/۱۷)

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے اس کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا ہے:

کبھی کبھی اس کو ہدیہ دیا کرو تا کہ اس کے دل میں بھی تمہاری محبت پیدا ہو، اور تمہارے دل میں بھی اس کی محبت پیدا ہو، بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے لئے دوسرے سب کام کرنا تو گوارہ ہو جاتا ہے، لیکن پیسے خرچ کرنا طبیعت پر بڑا بھاری ہوتا ہے، بقول کسی کے ''گر جان طلبی حاضر است، گر زر طلبی سخن دریں است'' لہٰذا پیسہ جیب سے نکالنا بڑا بھاری ہوتا ہے، لیکن یہ کڑوا گھونٹ بھی پیو، اب تم اس کو ہدیہ دو گے تو یہ ہوگا کہ جیب سے پیسے بھی نکلیں گے اور ایسے شخص کے پاس جائیں گے جس سے سخت نفرت ہے، اور جب یہ سب کام ''حسد'' کی مخالفت میں کرو گے تو اس کے نتیجے میں ان شاء اللہ یہ حسد کی بیماری زائل ہو جائے گی۔ (اصلاحی مجالس:۴/۱۵۵-۱۵۶)

احادیث میں ہدیہ کو ذریعۂ محبت قرار دیا گیا ہے، اس لئے اگر حاسد محسود کو ہدیہ دیتا ہے تو یہ عمل دل کی نفرت کو محبت سے بدلنے والا ثابت ہوگا۔

(۲۵) محسود سے نیاز مندانہ ملاقات اور گفتگو

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا ہی ملفوظ ہے:

اس (محسود) سے نیاز مندی کے ساتھ ملاقات وکلام کرو۔ (انفاس عیسیٰ: ۱۷۴)

حسد کو ختم کرنے کی یہ بھی تدبیر ہے کہ اگرچہ اندر سے دل بالکل آمادہ نہ ہو، مگر مجاہدہ کرتے ہوئے جب محسود سے ملاقات ہو نیاز مندی، عاجزی اور تواضع کا معاملہ رکھا جائے اور نرم گفتگو کی جائے اس کی برکت سے حسد کی بیماری ختم ہوتی ہے۔

(۲۶) محسود کے ضرر پر اظہار رنج وغم

حضرت تھانویؒ نے فرمایا:

اور اس (محسود) کے ضرر پر زبان سے رنج ظاہر کیا کرو، اُس کے سامنے بھی اور دوسروں کے سامنے بھی۔ (ایضاً)

اگر محسود کو کوئی نقصان، تکلیف یا غم لاحق ہوجائے، یا وہ کسی حادثے کا شکار ہوجائے تو اس کے سامنے بھی اور پیٹھ پیچھے دوسروں کے سامنے بھی اپنے رنج وغم کا اظہار کیا جائے، ایسا کرتے رہنا حسد کے گناہ سے محفوظ رکھنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے، اسی ذیل میں یہ بھی ہے کہ محسود بیمار ہو تو اس کی عیادت کی جائے اور مدد کا ضرورت مند ہو تو مدد کی جائے۔

(۲۷) محسود کا احترام

حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

اور اگر وہ (محسود) سامنے آجائے تو اس کی تعظیم کیا کرو۔ (ایضاً)

دوسروں کے سامنے محسود کا احترام اور تعظیم بھی حسد کا زہر ختم کرنے والی کارگر تدبیر ہے۔

(۲۸) محسود سے سلام میں پہل اور مصافحہ

حاسد کی طرف سے اگر محسود کو سلام کا اہتمام کیا جائے اور حاسد سلام میں پہل کی

عادت ڈالے تو اس کی برکت سے حسد و بغض کا خاتمہ ہوگا اور محبت والفت کے جذبات پروان چڑھیں گے، اس حدیث کا ذکر آچکا ہے جس میں آپ ﷺ نے آگاہ کیا ہے کہ پچھلی امتوں کے دوروگ (حسد اور بغض) تمہاری طرف بڑھے آرہے ہیں جو دین کا صفایا کردیتے ہیں، پھر آپ ﷺ نے قسم کھا کر باہمی محبت کو ایمان کامل کا معیار بتایا اور باہمی محبت کا طریقہ "باہم سلام کا رواج" قرار دیا (کنز العمال: ۳/۱۸۶: ۷۴۴۰) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حسد کا علاج "سلام ومصافحہ" کا اہتمام ہے۔

(۲۹) مثبت اور تعمیری کاموں میں مشغولیت

احادیث میں وارد ہوا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ مَعَالِيَ الْأُمُوْرِ وَ أَشْرَافِهَا، وَيَكْرَهُ سَفْسَافَهَا.

(اشكر حسادك: ٤٨، بحواله المعجم الاوسط للطبراني)

بلاشبہ اللہ کو بلند ہمتی کے کام اور تعمیری اشغال پسند ہیں اور گھٹیا کام ناپسند ہیں۔

حسد انتہائی گھٹیا حرکت ہے، آدمی اپنے اوقات فارغ نہ رکھے بلکہ مثبت اور تعمیری کاموں میں مشغولیت کا سلسلہ رکھے تو ایسے گھٹیا امور سے بچاؤ ہو جائے گا۔

(۳۰) نیک اور پاک نفس لوگوں کی صحبت

صحبت صالح کے برکات واثرات ناقابل انکار ہیں، حاسد اگر اہتمام کے ساتھ پاک نفس، پاک دل اور نیک افراد کی مجلس میں بیٹھا کرے اور ان کے پاس آمد و رفت رکھے تو امید ہے کہ اس کی برکت سے حسد کے رذیلے سے حفاظت حاصل ہو جائے گی۔

نسخۂ حکمت

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کے مواعظ میں ہے کہ:

حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ سے ایک شخص نے حسد کی بیماری کا علاج دریافت کیا تو آپ نے تحریر فرمایا کہ تین ہفتہ یہ عمل کر کے پھر اطلاع کرو:

(۱) جس پر حسد ہو اس کے لئے ہر روز دعا کرو۔

(۲) اپنی مجالس میں اس کی تعریف کرنا۔

(۳) گاہ گاہ ہدیہ اور تحفہ بھیجنا۔

(۴) ناشتہ یا کھانے کی گاہ بگاہ دعوت کرنا۔

(۵) جب سفر کرنا ہو تو اُن سے ملاقات کر کے جانا اور واپسی پر کوئی تحفہ ان کے لئے لانا۔

تین ہفتہ کے بعد لکھا کہ حضرت میری بیماری حسد کی آدھی ختم ہوگئی، تحریر فرمایا کہ تین ہفتہ پھر یہی نسخہ استعمال کریں، تین ہفتہ کے بعد لکھا کہ حضرت اب تو بجائے نفرت اور جلن کے ان کی محبت معلوم ہونے لگی ہے، یہ دوا تلخ تو ہوتی ہے لیکن حلق سے اتارنے کے بعد کیسا دل کو چین عطا ہوا، ورنہ تمام زندگی حسد کی آگ سے تباہ رہتی اور سکون وچین سب چھن جاتا اور آخرت الگ تباہ ہوتی۔

حسد کی اصلاح کے بارے میں حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتا بگڈھی دامت برکاتہم کے دو شعر ملاحظہ ہوں ۔

حسد کی آگ میں کیوں جل رہے ہو
کفِ افسوس تم کیوں مل رہے ہو
خدا کے فیصلے سے کیوں ہو ناراض
جہنم کی طرف کیوں چل رہے ہو

(روح کی بیماریاں اوران کا علاج:۱۳۶-۱۳۷)

معروف عرب عالم ڈاکٹر سعید بن علی القحطانی نے ''اعمال صالحہ سے حسد کا علاج'' کے عنوان سے دس امور ذکر کئے ہیں، لکھتے ہیں:

(۱) حاسد کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کریں اور اس کے اوامر ونواہی کی پوری حفاظت کریں کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: "إِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ" تم اللہ کے احکام کے محافظ بن جاؤ، وہ تمہاری حفاظت کرے گا۔

(۳) حاسد کے حسد پر صبر سے کام لیں اور اس سے درگذر کریں، اس سے لڑائی کریں نہ شکوہ، نہ اس سے پہنچنے والی اذیت کا بار بار دل میں خیال لائیں۔

(۴) حاسد سے خوف کھائیں نہ اس کے اندیشے سے پریشان ہوں، یہ سب سے بہتر دوا اور مؤثر علاج ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رجوع کریں، اس کے لئے اخلاص کا اظہار کریں اور اس کی رضا وخوشنودی کی التجا کرتے رہیں۔

(۶) اپنے گناہوں سے توبہ کریں کیونکہ گناہ انسان پر اس کے دشمن کو مسلط کر دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ. (الشوریٰ: ۳۰)

اور تمہیں جو بھی مصیبت پہونچتی ہے تو وہ اس وجہ سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا حالانکہ وہ (اللہ تعالیٰ) بہت سی چیزوں سے درگزر کر دیتا ہے۔

(۷) اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہ کوئی تکلیف آتی ہے نہ جاتی ہے، لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسہ اور توکل کریں کیونکہ جو اللہ پر توکل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے کافی ہو جاتا ہے، اور توکل کا تقاضا یہ ہے کہ جس ہستی کے ہاتھ میں شفا ہے، اس سے مایوس ہوئے بغیر آپ دینی فرائض ادا کرتے رہیں اور محرمات سے بچتے رہیں۔

(۸) جس قدر بھی ممکن ہو، زیادہ سے زیادہ صدقہ اور نیکی کریں، کیونکہ مصیبت، نظر بد اور حاسد کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے صدقہ وخیرات میں بڑی عجیب اور

حیرت انگیز تاثیر پائی جاتی ہے، ارشادِ نبوی ﷺ ہے: صدقہ وخیرات کے ذریعہ سے اپنے مریضوں کا علاج کرو۔

(۹) احسان اور نیکی کے ذریعے سے حاسد، باغی اور موذی (تکلیف دینے والے) انسان کی آتشِ انتقام کو ٹھنڈا کریں، اس کی اذیت، برائی، بغاوت اور حسد جس قدر زیادہ ہو، اسی قدر اہتمام کے ساتھ اس کے ساتھ نیکی کریں، اسے نصیحت کریں، شفقت اور مہربانی سے پیش آئیں، لیکن اس کی توفیق انہیں کو ملتی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی حوصلہ عطا کیا گیا ہو۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ سب پر غالب اور کمال حکمت والا ہے، اس کے لئے توحید کو خالص کریں کیونکہ اس کے اذن کے بغیر کوئی چیز نفع ونقصان نہیں پہونچا سکتی، جس نے اس راز کو پالیا اس کے لئے ہر مصیبت کو برداشت کرنا آسان ہوجاتا ہے بلکہ یہ صفت باقی تمام اسباب کی جامع ہے اور اسی پر ان تمام اسباب کے نتائج کا دارومدار ہے، یعنی توحیدِ الٰہی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ سب سے بڑا محفوظ قلعہ ہے، جو اس میں داخل ہوجاتا ہے، وہ اہلِ امن میں سے ہوجاتا ہے۔

ان دس اسباب پر عمل کر کے حاسد، جادوگر اور نظر بد لگانے والے کے شر سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے، اگر بندہ عقیدۂ توحید کے بعد ان اعمال صالحہ کو معمول بنالے تو پھر اس کا دم اور دعائیں، مریض کو بھی فائدہ دیں گی اور خود اسے بھی روحانی لذت محسوس ہوگی، آخرت کا فائدہ اس پر مستزاد ہے، ورنہ اعمال صالحہ کے بغیر کسی فائدے کی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔ (دعا اور دم: ۱۰۷-۱۰۹)

❑❑❑

محسود کے لئے شرعی ہدایات

شریعت اسلامی کی جامعیت اور کاملیت کا ایک نمونہ یہ بھی ہے کہ اس میں اگر ایک طرف حاسد کو حسد سے بچنے اور محفوظ رہنے کی ہدایات، تدبیریں اور علاج کی صورتیں تعلیم فرمائی گئی ہیں تو دوسری طرف ''محسود'' کے لئے بھی حاسد کے شر سے محفوظ رہنے اور اس کی گزند سے سلامت رہنے کی تدبیریں اور دیگر عمومی ہدایات بھی واضح طور سے بیان فرمائی گئی ہیں، ان میں چند بنیادی امور درج ذیل ہیں:

(۱) تعوذ و استعاذہ

محسود کے لئے حاسد کے شر سے محفوظ رہنے کا سب سے مؤثر اور منصوص طریقہ اللہ کے دربار میں پناہ طلبی ہے، سورۃ الفلق میں آپ ﷺ کو براہ راست اور پوری امت کو بالواسطہ ہدایت دی گئی ہے کہ تمام مخلوقات کے شر سے اور بہ طور خاص ''وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ'' حاسد کے شر سے پناہ مانگی جائے، اس کا اہتمام حسد کے شر اور نقصان سے محفوظ رکھتا ہے۔

(۲) تقویٰ

تقویٰ اتباع شریعت کا نام ہے، تمام مامورات کی بجا آوری اور تمام منہیات سے اجتناب وہ عمل ہے جو انسان کو اللہ کی حفاظت اور امان میں لے آتا ہے، آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

إِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ، إِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ.

(ترمذی: کتاب صفة القيامة: باب قول النبی: لا يؤمن احدكم الخ: ۲۷۰۶)

تم اللہ کی حفاظت کرو (مکمل تقویٰ اختیار کرو) اللہ تمہاری حفاظت کرے گا، تم اللہ کی حفاظت کرو (شریعت کی پابندی کرو) تم اللہ کو اپنے سامنے پاؤ گے (اللہ تمہیں اپنی امان میں لے لے گا)۔

اور جب انسان اللہ کی امان میں آجاتا ہے تو وہ دیگر شرور کی طرح حاسد کے شر سے بھی محفوظ ہو جاتا ہے۔

(۳) صبر

اپنے حاسد اور مخالف کی حرکتوں پر مکمل صبر وسکوت کا اہتمام کیا جائے، نہ زبان پر حرفِ شکایت لایا جائے، نہ نزاع وجدال کی نوبت آنے دی جائے، اس صبر وضبط کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ کی مدد شامل حال ہوگی اور حاسد ومخالف کی ہر چال الٹی پڑ جائے گی، اور اس کے شر سے حفاظت مل جائے گی، قرآن میں صبر اور تقویٰ دونوں کا فائدہ بتایا گیا ہے:

وَإِن تَصۡبِرُواْ وَتَتَّقُواْ لَا يَضُرُّكُمۡ كَيۡدُهُمۡ شَيۡئًا. (آل عمران: ۱۲۰)

اگر تم صبر اور تقویٰ سے کام لوگے تو دشمنوں کی سازشیں تم کو کچھ بھی نقصان نہ پہونچا سکیں گی۔

عبداللہ ابن المعتز کا شعر ہے:

إِصۡبِرۡ عَلَى كَيۡدِ الۡحَسُوۡدِ فَإِنَّ صَبۡرَكَ قَاتِلُهُ
فَالنَّارُ تَأۡكُلُ بَعۡضَهَا إِنۡ لَمۡ تَجِدۡ مَا تَأۡكُلُهُ

تم حاسد کی سازش کے جواب میں صبر سے کام لو، اس لئے کہ تمہارا صبر اسے لے ڈوبے گا، کیونکہ اگر آگ کو دوسری کوئی چیز کھانے کے لئے نہ ملے تو وہ خود اپنے آپ کو کھانا شروع کر دیتی ہے۔ (ادب الدنیا والدین: ۱۷۶)

(۴) توکل

توکل اللہ پر مکمل اعتماد اور تمام معاملات کے نتائج اللہ کے سپرد کر دینے کا نام ہے،

انسان کو اپنے مخالفین کی طرف سے جس ظلم اور ایذا رسانی کا دفعیہ کرنے کی قدرت نہ ہو، اسے اللہ کے سپرد کردینے کا حکم ہے، ایسی صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے ''توکل'' سے بہتر ہتھیار کوئی نہیں ہے، قرآن میں صراحت ہے:

وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ. (الطلاق: ۳)

جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اس کے لئے کافی ہوجاتا ہے۔

اور جس کے لئے اللہ کافی ہوجائے تو اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہونچا سکتی ہے، بقول شاعر

کیا ڈر ہے جو ہو ساری خدائی بھی مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے

(۵) اعراض اور بے توجہی

حاسد سے تحفظ کی بے حد کارگر اور مجرب تدبیر یہ ہے کہ آدمی اس کی طرف بالکل توجہ ہی نہ کرے، حاسد سے مکمل اعراض اور بے توجہی کا رویہ اختیار کیا جائے، اس کی حرکتوں اور سازشوں کے بارے میں کوئی غور وفکر نہ کیا جائے، اپنے دل میں اس حوالے سے نہ کوئی فکر پیدا ہونے دی جائے اور نہ کوئی خوف وخدشہ، اپنے کو بالکل مطمئن اور بے سکون رکھا جائے اور حاسد کو ایسے نظر انداز کیا جائے کہ گویا وہ ہے ہی نہیں، اس تدبیر سے حاسد کے شر سے بچاؤ حاصل ہوجائے گا۔

(۶) توجہ الی اللہ

انسان کی شرعی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی مکمل توجہ اللہ کی طرف رکھے، اس کے روز وشب کی تمام کوششوں کا محور اللہ کی رضا کا حصول ہو، اللہ کی محبت اور اس کے احکام کی پابندی اس کی اولین ترجیح بن جائے، وہ اپنی تمام صلاحیتیں اور توانائیاں حق اور دین کی خدمت اور اللہ کی اطاعت کے کاموں کے لئے وقف کردے، ایسا کرنے سے سے بے شمار فوائد حاصل ہوں

گے،اور حاسدین کے شرور سے حفاظت کا انعام بھی ملے گا۔

(۷) توبہ واستغفار

قرآن میں وضاحت ہے:

وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ. (الشورىٰ: ۳۰)

تم پر جو مصیبت بھی آتی ہے وہ تمہارے اپنے کرتوتوں کا نتیجہ ہوتی ہے۔

آپ ﷺ کو حکم دیا گیا:

قُلْ هُوَ مِنْ عِندِ أَنْفُسِكُمْ. (آل عمران: ۱۶۵)

آپ کہہ دیجئے: یہ (مصیبت) خود تمہاری طرف سے (تمہارے اعمال واحوال کی وجہ سے) آئی ہے۔

کسی دانا کا قول ہے:

إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ تَعَالىٰ أَنْ يُسَلِّطَ عَلَى عَبْدٍ عَدُوًّا لا يَرْحَمُهُ سَلَّطَ عَلَيْهِ حَاسِدَهُ. (الرسالة القشيرية: ۱۵۶)

جب اللہ کسی بندے پر سزا کے طور پر بے رحم دشمن مسلط کرنا چاہتا ہے تو اس کے اوپر حاسد کو مسلط کر دیتا ہے۔

حاسدین کے حسد کو بھی اسی تناظر میں دیکھنا چاہئے کہ اگر ہم سے کوئی حسد کر رہا ہے تو یہ مصیبت ہماری بداعمالیوں اور گناہوں کی سزا بھی ہو سکتی ہے، اس کا علاج یہ ہے کہ فوراً اللہ کی بارگاہ میں توبہ اور استغفار کا اہتمام کیا جائے تا کہ اس سے حفاظت مل سکے۔

(۸) صدقہ

احادیث کی صراحتوں کے مطابق صدقات بلاؤں کو ٹال دیا کرتے ہیں، مصائب کو ختم کرنے، نگاہ بد سے محفوظ رکھنے اور حاسد کے شر سے سلامت رکھنے میں صدقہ کی تاثیر بہت

نمایاں ہوتی ہے، اللہ ان بندوں کو مصیبتوں اور حاسدین کے شرور سے محفوظ رکھتے ہیں جو اس کی راہ میں صدقات کا اہتمام کرنے والے ہوتے ہیں۔

(۹) حاسد کے ساتھ حسن سلوک

اپنے حاسد و مخالف کے لئے انسان کے دل میں نفرت اور انتقام کے شعلے بھڑک رہے ہوتے ہیں، ایسے میں اپنے حاسد کے ساتھ حسن سلوک، محبت و نرمی کا برتاؤ اور خیر خواہی دل پر آرے چلانے کے مرادف ہے، مگر قرآنی ہدایت کے مطابق برائی کا جواب بھلائی سے دینا اور حاسد کے ساتھ نفرت کے بہ جائے محبت سے پیش آنا اور بدخواہی کی جگہ خیر خواہی کا معاملہ کرنا سخت سے سخت دشمن کو مخلص دوست بنا دینے والا عمل ہے (حم السجدہ:۳۴) پھر یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ ہم سے اللہ کی بہت سی نافرمانیاں صادر ہوتی ہیں، ہم اللہ سے عفو و کرم کے طالب ہوتے ہیں، اور اللہ معاف بھی کر دیتا ہے اور اپنی نعمتوں سے مسلسل نوازتا بھی رہتا ہے، جب اپنے گناہوں کے باوجود ہم اللہ سے لطف و کرم کے طلب گار رہتے ہیں تو انسانوں کے ساتھ بھی ہمارا یہی معاملہ ہونا چاہئے کہ ہم اپنے حاسدین اور مخالفین کو معاف کرنے اور ان کے ساتھ لطف و مودت کا حسن سلوک کرنے کا ظرف پیدا کریں، ہم دنیا میں جیسا معاملہ رکھیں گے آخرت میں "اَلْجَزَاءُ مِنْ جِنْسِ الْعَمَلِ" (بدلہ عمل کی جنس سے ہوتا ہے) کے اصول کے مطابق ہمارے ساتھ ویسا ہی معاملہ ہوگا، معلوم ہوا کہ محسود کو حاسد کے ساتھ حسن سلوک رکھنا چاہئے کہ یہ حاسد کے شر سے حفاظت اور اس کی عداوت کو محبت سے بدلنے کا نسخہ بھی ہے اور اللہ کی خصوصی رحمت کا مستحق بھی بنانے والا عمل ہے۔

(۱۰) توحید اور ایمان کا استحکام

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ کائنات میں نفع و ضرر کی طاقت صرف اللہ کے پاس ہے، حاسد کے حسد کا نقصان اللہ کی مرضی کے بغیر نہیں ہوسکتا، قرآن میں فرمایا گیا:

وَإِن يَمۡسَسۡكَ ٱللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُۥٓ إِلَّا هُوَ وَإِن يُرِدۡكَ بِخَيۡرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضۡلِهِۦ. (یونس: ۱۰۷)

اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہونچادے تو اس کے سوا کوئی نہیں ہے جو اسے دور کردے، اور اگر وہ تمہیں کوئی بھلائی پہونچانے کا ارادہ کرے تو کوئی نہیں ہے جو اس کے فضل کا رخ پھیر دے۔

آپ ﷺ نے حضرت ابن عباسؓ سے فرمایا تھا:

وَاعۡلَمۡ أَنَّ الۡأُمَّةَ لَوِ اجۡتَمَعُوا عَلَى أَنۡ يَنۡفَعُوكَ لَمۡ يَنۡفَعُوكَ إِلَّا بِشَيۡئٍ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ، وَلَوِ اجۡتَمَعُوا عَلَى أَنۡ يَضُرُّوكَ، لَمۡ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيۡئٍ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيۡكَ. (ترمذی: کتاب صفة القیامة: باب قول النبی: لا یؤمن أحدکم: ۲۷۰۶)

یقین رکھو کہ اگر پوری دنیا مل کر تم کو کوئی نفع یا نقصان پہونچانا چاہے تو وہ اپنے اختیار سے تمہیں کوئی نفع یا نقصان نہیں پہونچا سکتی، وہی ہوگا جو اللہ نے مقدر میں لکھ دیا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حاسدین اور مخالفین کے شر سے حفاظت کی بنیادی تدبیر یہ ہے کہ اللہ کی ذات وصفات پر اور اس کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ پر ہمارا یقین مزید پختہ ہوجائے، اور یہ عقیدہ ہمیشہ ہمارے سامنے مستحضر رہے کہ ہر نفع وضرر صرف اللہ ہی کے اختیار میں ہے، اس لئے ہمیں اُسی سے لَو لگانی ہے اور اسی کی طرف رجوع ہونا ہے، اور توحید کے عقیدے پر ثابت قدم رہنا ہے، واقعہ یہ ہے کہ دل میں اگر توحید کا عقیدہ بسا ہوا ہو تو پھر خدا کے خوف کے ساتھ کسی اور کا خوف جگہ نہیں بنا سکے گا۔

(۱۱) دعا

انسان جب کسی حاسد ومخالف کو اپنی حاسدانہ سرگرمیوں میں مصروف دیکھے تو بہ صد

الحاح اللہ کے دربار میں دعا کرے، اور اس دعا میں حاسد کے شر سے حفاظت کی التجا بھی ہو، اللہ کے کرم کی بھیک بھی ہو، ہر چہار جانب سے اللہ کے حفظ وامان کی درخواست بھی ہو اور اپنی اصلاح کی توفیق کی عرضی بھی ہو، مسلسل دعا کا اہتمام حاسد کے شرور سے محافظ بن جائے گا، حضور اکرم ﷺ کی دعاؤں میں ایک دعا یہ ہوتی تھی:

وَلا تُشْمِتْ بِيْ عَدُوًّا وَلا حَاسِدًا. (المستدرك للحاكم: كتاب الدعاء: ۱/۷۰٦: ۱۹۲٤)

اے اللہ: مجھ پر کسی دشمن اور حاسد کو ہنسنے کا موقع نہ دیجئے۔

اور یہ بھی فرماتے تھے:

حَسْبِيَ اللّٰهُ لِمَنْ حَسَدَنِيْ. (مناجات مقبول: حضرت تهانويؒ:۷٦)

اللہ مجھ کو اس شخص کے لئے کافی ہے جو مجھ سے حسد کرے۔

(۱۲) حاسد کے لئے دعا کا اہتمام

بزرگوں سے منقول ہے کہ "محسود" کو حاسد کے شر سے بچنے کی ایک تدبیر یہ بھی اختیار کرنی چاہئے کہ وہ حاسد کے حق میں دعا کا اہتمام کرے، بعض بزرگوں سے دعا کے یہ الفاظ منقول ہیں:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَاسِدِيْنَا فَإِنَّهُمْ لِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الضِّيْقِ لَا يَحْتَمِلُوْنَ رُؤْيَةَ النِّعَمِ الَّتِيْ عَلَيْنَا دُوْنَهُمْ وَ لَوِ اتَّسَعَتْ نُفُوْسُهُمْ لَمْ يَقَعُوْا فِيْ حَسَدِنَا.

اے اللہ! ہمارے حاسدین کی مغفرت فرما جو تنگ نظری کی بناء پر ہمیں نعمتوں میں نہیں دیکھ سکتے، اگر ان کے دل وسیع ہوتے تو وہ ہم سے حسد نہ کرتے۔ (تحفۃ الائمہ: ۱۳۱ بحوالہ مناجات الصالحین: ۳۲۹)

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں آتا ہے کہ ہمیشہ اپنے حاسدوں کو دعا دیتے رہے اور کہتے رہے:

اَللّٰھُمَّ مَنْ ضَاقَ بِنَا صَدْرُہُ فَإِنَّ قُلُوْبَنَا قَدِ اتَّسَعَتْ.

اے اللہ! جن کا سینہ ہماری وجہ سے تنگ ہو، ہوا کرے، ہمارے دل وسیع ہیں۔

کسی نے امام صاحبؒ کو ایک بڑے عالم کے بارے میں حسد اور نامناسب بات کہنے کی خبر سنائی تو امام صاحب نے جواب میں فرمایا: اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔

امام صاحبؒ کو کسی شخص کے بارے میں اطلاع ملی کہ وہ آپ سے حسد بھی کرتا ہے اور آپ کو زندیق بھی کہتا ہے، امام صاحبؒ نے فرمایا: اللہ اسے معاف کرے، اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ جو کہہ رہا ہے میں اس سے بری ہوں۔ (ائمہ اربعہ: مولانا قاضی اطہر مبارک پوریؒ: ۸۰)

(۱۳) نعمتوں اور کمالات کو چھپانا

حاسد کے شر سے بچنے کا ایک نسخہ یہ ہے کہ اپنے خاص کمالات واوصاف اور نعمتیں حتی المقدور حاسد سے چھپانے کی کوشش کی جائے، اور جس کے بارے میں یہ گمان ہو کہ اسے میری خوش حالی یا نعمت کا علم ہوگا تو اسے حسد ہوگا اور نقصان پہونچانے کی کوشش کرے گا، تو ایسے شخص کے سامنے اپنی دولت ونعمت کا تذکرہ نہ کیا جائے، احادیث میں یہ ہدایت ملتی ہے کہ اپنے مقاصد میں کامیابی کے لئے رازداری اور حاسد مزاج افراد کے سامنے تذکرہ نہ کرنا بنیادی چیز ہے۔

حضرت میمون بن مہرانؒ کا قول ہے:

إِذَا سَرَّکَ أَنْ تَسْلَمَ مِنَ الْحَاسِدِ فَعَمِّ عَلَیْهِ أَمْرَکَ. (اشکر حسادك: ۱٤۱)

اگر تمہیں حاسد سے محفوظ رہنا پسند ہو تو اپنے معاملات اس کے سامنے مخفی رکھو۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے تھے:

إِنِّی لَأَتْرُکُ بَعْضَ الْأَوْقَاتِ لُبْسَ الثَّوْبِ الْجَدِیْدِ، مَخَافَةَ أَنْ یُهَیِّجَ الْحَسَدَ عِنْدَ جِیْرَانِیْ أَوْ غَیْرِهِمْ. (ایضاً: ۱۸۷)

میں بسا اوقات نیا لباس اس ڈر سے نہیں پہنتا کہ یہ عمل میرے پڑوسیوں یا دیگر لوگوں میں حسد کی آگ مشتعل نہ کر دے۔

کسی دانا کا یہ قول بھی ہے:

إِنِّی لَأَشْتَرِیْ اللَّحْمَ فَأُخْفِیْهِ مِنْ جِیْرَانِیْ مَخَافَةَ أَنْ یَحْسُدُوْنِیْ عَلَیْهِ. (ایضاً: ۱٤٥)

میں گوشت بھی خریدتا ہوں تو اسے اپنے پڑوسیوں سے چھپاتا ہوں، تاکہ وہ حسد میں مبتلا نہ ہوں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعات کے ذیل میں حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

”حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو جو یہ فرمایا کہ اپنے خواب کو اپنے بھائیوں کے سامنے ظاہر نہ کرنا، اس کی وجہ کیا تھی؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب بندے کو نعمت ملے اور غالب گمان ہو کہ اگلے بندے کو اس سے حسد ہوگا تو ایسی صورت حال میں اس نعمت کو چھپانا ضروری ہوتا ہے، ورنہ حاسد انسان کا جینا دوبھر کر دیتے ہیں، اور جہاں امن ہو، وہاں تحدیثِ نعمت کے طور پر بتانا ضروری ہوتا ہے، یعنی جب نعمت ملے تو پھر دو صورتیں ممکن ہوتی ہیں:

(۱) ایک یہ کہ جب نعمت بھی ملے اور امن بھی ہو تو اس وقت اس نعمت کا ظاہر کرنا بہتر ہوگا۔

(۲) اور دوسری صورت یہ ہے کہ جب نعمت کے ظاہر کرنے سے لوگ فتنے میں پڑیں تو ایسی صورت حال میں اس نعمت کا چھپانا ضروری ہوگا، آج کے دور میں شاید

فتنے میں پڑنے کا ماحول زیادہ ہے، اس لئے اگر اللہ تعالیٰ کسی کونعمت دے تو اس کو چاہئے کہ وہ عام طور پر اس کوادھرادھر بیان نہ کرے، حتیٰ کہ اپنے احوال وکیفیات کوبھی اپنے شیخ کے علاوہ کسی پر ظاہر نہ کرے، کیونکہ لوگ تو خواب سن کے حسد کرنے لگ جاتے ہیں، اگر کیفیات بیان کریں گے تو کتنا حسد کریں گے، اس لئے ذرا Low Profile رہنا سیکھنا چاہئے، شیطان ایسے موقع سے فائدہ اٹھاتا ہے اور لوگوں کے دل میں حسد پیدا کردیتا ہے تو پرائے بندوں کے سامنے بڑھکیں مارنے پر کتنا حسد پیدا کرے گا، اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے مناسب سمجھا کہ اللہ نے ان کے اس بیٹے کو جونعمت دی ہے، یہ اس کو اپنے تک محدود رکھے اور دوسرے بھائیوں کو نہ بتائے، تاکہ وہ کہیں فتنے میں نہ پڑ جائیں۔ (سورۂ یوسف کے ۱۰۱ فوائد:۵۴-۵۵)

(۱۴) حاسد سے قلت اختلاط

محسود کے لئے ایک ہدایت یہ ہے کہ وہ حاسد سے اختلاط اور ملنا جلنا کم سے کم رکھے، اس طرح سے وہ اپنے آپ کو اس کے شر سے محفوظ رکھ سکے گا، جاحظ کے رسائل میں ہے:

فَإِذَا أَحْسَسْتَ مِنْ صَدِيْقِكَ بِالْحَسَدِ فَأَقْلِلْ مَا اسْتَطَعْتَ مِنْ مُخَالَطَتِهِ، فَإِنَّهُ أَعْوَنُ الْأَشْيَاءِ لَكَ عَلَى مُسَالَمَتِهِ، وَحَصِّنْ سِرَّكَ مِنْهُ تَسْلَمْ مِنْ شَرِّهِ وَعَوَائِقِ ضُرِّهِ، وَإِيَّاكَ وَالرَّغْبَةَ فِي مُشَاوَرَتِهِ، وَلَا يَغُرَّنَّكَ خِدَاعُ مَلَقِهِ وَبَيَانِ ذَلَقِهِ، فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ حَبَائِلِ نِفَاقِهِ. (الرسائل: ۳/ ۱٦)

جب تم کو اپنے دوست کی طرف سے حسد کا اندازہ ہو، تو جہاں تک ہوسکے اُس سے میل جول کم کردو، اس لئے کہ یہی تم کو اس کے شر سے محفوظ رکھنے میں سب سے زیادہ مددگار چیز ہوگی، اور اپنا راز اُس سے چھپاؤ، تاکہ تم اس کے شر اور نقصان سے سلامت رہو، تم اس سے مشورہ کرنے میں دلچسپی

مت رکھو، اور اس کی چاپلوسی اور چرب زبانی تمہیں دھوکا نہ دے سکے، یہ سب اس کے نفاق کے پھندے ہیں۔

مزید لکھتے ہیں:

وَمَا أَرَى السَّلامَةَ إِلَّا فِي قَطْعِ الْحَاسِدِ، وَلا السُّرُوْرَ إِلَّا فِي افْتِقَادِ وَجْهِهِ، وَلاالرَّاحَةَ إِلَّا فِي صَرْمِ مُدَارَاتِهِ، وَلا الرِّبْحَ إِلَّا فِي تَرْكِ مُصَافَاتِهِ. (ایضاً)

میں یہ سمجھتا ہوں کہ سلامتی حاسد سے تعلق نہ رکھنے ہی میں ہے، اور مسرت اُسے نہ دیکھنے ہی میں ہے، اور راحت اُس سے رشتہ نہ رکھنے ہی میں ہے، اور نفع اس سے دوستی نہ رکھنے ہی میں ہے۔

امام ابوحاتمؒ فرماتے ہیں:

لَا يُوْجَدُ مِنَ الْحَسُوْدِ أَمَانٌ أَحْرَزُ مِنَ الْبُعْدِ مِنْهُ، لِأَنَّهُ مَا دَامَ مُشْرِفًا عَلَى مَا خُصِّصْتَ بِهِ دُوْنَهُ لَمْ يَزِدْهُ ذٰلِكَ إِلَّا وَحْشَةً وَسُوْءَ ظَنٍّ بِاللّٰهِ وَنَمَاءً لِلْحَسَدِ فِيْهِ، فَالْعَاقِلُ يَكُوْنُ عَلَى إِمَاتَةِ الْحَسَدِ أَحْرَصَ، وَلا يَجِدُ لِإِمَاتَتِهِ دَوَاءً أَنْفَعَ مِنَ الْبُعْدِ. (روضة العقلاء:۱۲۲)

حاسد کے شر سے حفاظت کے لئے اس سے بہتر کوئی راستہ نہیں ہے کہ اس سے دوری اور فاصلہ رکھا جائے، اس لئے کہ جب تک حاسد تمہارے اوپر بطور خاص متوجہ اللہ کی نعمتوں کو دیکھے گا پھر اپنے آپ کو ان نعمتوں سے محروم پائے گا تو اس کی وحشت، اللہ کے بارے میں بدگمانی اور تمہارے لئے حسد اور برے جذبات میں اضافہ ہی ہوگا، عقل مند آدمی حسد کے جراثیم کو ختم کرنے کا خواہش مند ہوتا ہے، اور اس کے لئے اس سے زیادہ کارگر کوئی دوا نہیں ہے کہ حاسد سے دوری اور فاصلہ رکھا جائے۔

(۱۵) حاسد کو نصیحت

محسود کو چاہئے کہ وہ اخلاص اور دل سوزی کے ساتھ حاسد کو سمجھائے، نصیحت کرے، اسے حسد کی تباہ کاریاں بتائے اور حسد کی شناعت سے واقف کرائے، اور یہ کام مستقل کرتا رہے، اخلاص اور استقامت کے ساتھ فہمائش کی جائے تو ضرور اثر دکھاتی ہے، اس کی برکت سے محسود حاسد کے شر سے محفوظ بھی ہوگا، اور حاسد کو توبہ کی توفیق بھی مل سکتی ہے۔

(۱۶) ضبط، درگذر اور احسان

کسی کی طرف سے مخالفانہ معاملات ہوں اور وہ ایذا رسانی پر آمادہ ہو تو سچے صاحب ایمان کے لئے پہلی ہدایت یہ ہے کہ وہ اپنے کو بے قابو اور مشتعل نہ ہونے دے، غصہ پی جائے اور ضبط سے کام لے، اس کے بعد اس سے اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ وہ اپنے مخالف کو معاف کر دے، انتقام کے بہ جائے درگذر سے کام لے، اور تیسرا سب سے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرے۔

قرآن میں فرمایا گیا ہے:

أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ، الَّذِينَ يُنفِقُونَ فِيْ السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ.

(آل عمران: ۱۳۳-۱۳۴)

جنت ان پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے جو خوش حالی اور بدحالی دونوں میں اللہ کے لئے مال خرچ کرتے ہیں، اور جو غصے کو پی جانے اور لوگوں کو معاف کردینے کے عادی ہیں، اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

محسود کے لئے بھی حاسد کے شر سے حفاظت کا راستہ یہ ہے کہ وہ طیش میں نہ آئے، غصے کو پی جائے، عفوودرگذر اور حسن سلوک سے کام لے۔

حسد کے کچھ نمایاں نمونے

تخلیق کائنات ہی کے وقت سے ''حسد'' کا گناہ ہوتا رہا ہے، آسمان پر سب سے پہلے یہی گناہ ہوا، چنانچہ ابلیس نے حضرت آدم سے حسد کیا، پھر زمین پر بھی سب سے پہلا گناہ یہی ہوا، چنانچہ قابیل نے ہابیل سے حسد کیا، پھر اس کے بعد تو تاریخ حسد کے واقعات اور نمونوں سے لبریز نظر آتی ہے، چند نمونے یہاں پیش کئے جاتے ہیں:

(۱) ابلیس کا حسد

اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمائی، اور انہیں عظمت ورفعت کا رتبۂ بلند عطا فرمایا، پھر ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ آدم کو سجدہ کریں، فرشتے سجدہ ریز ہو گئے مگر ''عزازیل'' (جو بعد میں ابلیس قرار پایا) نے تکبر ونخوت کا مظاہرہ کیا، اسے حضرت آدم علیہ السلام سے زبردست حسد ہو گیا، اور اس نے سجدہ ریز ہونے سے انکار کر دیا، قرآن فرماتا ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلآئِكَةِ اسْجُدُوا لآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ لَمْ يَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ، قَالَ مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ. (الاعراف: ۱۱-۱۲)

ہم نے تمہیں پیدا کیا، پھر تمہاری صورت بنائی، پھر فرشتوں سے کہا: آدم کو سجدہ کرو، چنانچہ سب نے سجدہ کیا، سوائے ابلیس کے، وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا، اللہ نے کہا: جب میں نے تجھے حکم دے دیا تھا تو تجھے سجدہ

کرنے سے کس چیز نے روکا؟ وہ بولا: میں آدم سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا، اور اُس کو مٹی سے پیدا کیا۔

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں:

حَسَدَ عَدُوُّ اللّٰهِ إِبْلِيسُ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلامُ مَا أَعْطَاهُ مِنَ الْكَرَامَةِ، وَقَالَ: أَنَا نَارِيٌّ وَهَذَا طِينِيٌّ. (تفسير ابن كثير: ۱/۲۳۱)

دشمنِ خدا ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام سے اس لئے حسد کیا کہ اللہ نے انہیں عظمت و مقام عطا فرمایا تھا، چنانچہ ابلیس نے (اسی حسد و تکبر کی وجہ سے) کہا: میں ناری ہوں اور آدم خاکی ہیں (اس لئے میں برتر ہوں)۔

امام ابن عطیہؒ نے وضاحت کی ہے:

أَوَّلُ مَا عُصِيَ اللّٰهُ بِالْحَسَدِ، فَظَهَرَ ذَلِكَ مِنْ إِبْلِيسَ.

(موسوعة الاخلاق: ٤/٣٥٦)

اللہ کی نافرمانی سب سے پہلے حسد کے گناہ سے سے کی گئی، اور یہ ابلیس کی طرف سے سے ہوا۔

بالآخر ابلیس کے اس جرم کی سزا اس پر تا قیامت لعنت مسلط کر کے دی گئی، اور کہہ دیا گیا:

فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ، وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ. (الحجر: ٣٤-٣٥)

تو یہاں سے نکل، کیونکہ تو مردود ہو گیا ہے، اور تجھ پر قیامت کے دن تک پھٹکار پڑی رہے گی۔

تکبر وحسد کے جرم کی سزا ''ابدی لعنت'' کی صورت میں ابلیس کو دی گئی، اس نے قیامت تک زندہ رہنے کی مہلت مانگی جو اسے دے دی گئی، اُس نے جسارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے انسانوں کو مستقل گمراہ کرتے رہنے اور ہر چہار جانب سے ان پر حملہ آور رہنے اور انہیں

راہِ حق سے دور رکھنے کا عزم وعہد بھی دیدہ دلیری سے کیا، جس سے اس کی ذلت ولعنت پر مہر لگ گئی۔(الاعراف:۱۶-۱۸)

امام ابن القیمؒ لکھتے ہیں:

اَلْحَاسِدُ شَبِيْهٌ بِإِبْلِيْسَ، وَهُوَ فِي الْحَقِيْقَةِ مِنْ أَتْبَاعِهِ، لِأَنَّهُ يَطْلُبُ مَا يُحِبُّهُ الشَّيْطَانُ مِنْ فَسَادِ النَّاسِ وَزَوَالِ نِعَمِ اللّٰهِ عَنْهُمْ، كَمَا أَنَّ إِبْلِيْسَ حَسَدَ آدَمَ لِشَرَفِهِ وَفَضْلِهِ، وَأَبَى أَنْ يَسْجُدَ لَهُ حَسَداً، فَالْحَاسِدُ مِنْ جُنْدِ إِبْلِيْسَ. (بدائع الفوائد: ۲/۲۳٤)

حاسد ابلیس کے مشابہ ہے، حاسد دراصل ابلیس کے پیروکاروں میں سے ہوتا ہے، اس لئے کہ اس کی آرزو شیطان کی چاہت کے مطابق لوگوں میں فساد ڈالنا اور ان سے اللہ کی نعمتوں کا چھن جانا ہوتی ہے، جیسے ابلیس نے حضرت آدم سے ان کے فضل وشرف کی وجہ سے حسد کیا، اور اسی حسد کی وجہ سے اس نے سجدہ سے انکار کردیا، پس حسد کرنے والا ابلیس کے لشکر میں شامل ہوتا ہے۔

(۲) قابیل کا حسد

روئے زمین پر سب سے پہلا قتل ناحق قابیل کے ہاتھوں ہابیل کا ہوا، اور اس قتل کا محرک ''حسد'' کا وہ گناہ تھا جو قابیل کے دل میں پیدا ہوا، قرآن نے اس واقعے کا ذکر کیا ہے:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَاناً فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ، لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لَأَقْتُلَكَ إِنِّيْ أَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعَالَمِيْنَ، إِنِّيْ أُرِيْدُ أَنْ

تَبُوءَ بِإِثْمِیْ وَإِثْمِکَ فَتَکُونَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ وَذٰلِکَ جَزَاءُ الظَّالِمِیْنَ، فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِیْهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ. (المائدۃ: ۲۷-۳۰)

اور (اے پیغمبر!) ان کے سامنے آدم کے دو بیٹوں کا واقعہ ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سناؤ، جب دونوں نے ایک ایک قربانی پیش کی تھی، اور ان میں سے ایک کی قربانی قبول ہوگئی، اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی، اُس (دوسرے نے پہلے سے) کہا کہ ''میں تجھے قتل کرڈالوں گا'' پہلے نے کہا کہ ''اللہ تو ان لوگوں سے (قربانی) قبول کرتا ہے جو متقی ہوں، اگر تم نے مجھے قتل کرنے کو اپنا ہاتھ بڑھایا تب بھی میں تمہیں قتل کرنے کو اپنا ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا، میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ انجام کار تم اپنے اور میرے دونوں کے گناہ میں پکڑے جاؤ، اور دوزخیوں میں شامل ہو، اور یہی ظالموں کی سزا ہے، آخر کار اس کے نفس نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کرلیا، چنانچہ اس نے اپنے بھائی کو قتل کرڈالا، اور نامرادوں میں شامل ہوگیا۔

اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ:

''حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے جن میں سے ایک کا نام قابیل تھا اور ایک کا ہابیل، اس وقت چونکہ دنیا کی آبادی صرف حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد پر مشتمل تھی، اس لئے ان کی اہلیہ کے ہر حمل میں دو جڑواں بچے پیدا ہوتے تھے، ایک لڑکا اور ایک لڑکی، ان دونوں کے درمیان تو نکاح حرام تھا، لیکن ایک حمل میں پیدا ہونے والے لڑکے کا نکاح دوسرے حمل سے پیدا ہونے والی لڑکی سے ہوسکتا تھا، قابیل کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی وہ بڑی خوبصورت تھی، لیکن جڑواں بہن ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ قابیل کا نکاح جائز نہ تھا، اس کے باوجود اس کا اصرار تھا کہ اسی

سے نکاح کرے، ہابیل کے لئے وہ لڑکی حرام نہ تھی، اس لئے وہ اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا تھا، جب دونوں کا یہ اختلاف بڑھا تو فیصلہ اسی طرح قرار پایا کہ دونوں کچھ قربانی اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کریں، جس کی قربانی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی اس کا دعویٰ برحق سمجھا جائے گا، چنانچہ دونوں نے قربانی پیش کی، روایات میں ہے کہ ہابیل نے ایک دنبہ قربان کیا، قابیل نے کچھ زرعی پیداوار پیش کی، اس وقت قربانی کے قبول ہونے کی علامت یہ تھی کہ آسمان سے ایک آگ آکر قربانی کو کھالیتی تھی، ہابیل کی قربانی کو آگ نے کھالیا، اور اس طرح اس کی قربانی واضح طور پر قبول ہوگئی، اور قابیل کی قربانی وہیں پڑی رہ گئی جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ قبول نہیں ہوئی، اس پر بجائے اس کے کہ قابیل حق کو قبول کرلیتا، حسد میں مبتلا ہوکر اپنے بھائی کو قتل کرنے کے لئے تیار ہوگیا۔'' (آسان ترجمہ: حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب: ۲۴۶)

معلوم ہوا کہ زمین پر پہلا گناہ ''حسد'' کا ہوا جو قتل ناحق جیسے سنگین جرم کا باعث بنا۔

(۳) برادرانِ یوسف کا حسد

حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے بھائیوں کے حسد کا خوب خوب سامنا ہوا، حسد کی آگ ان کے بھائیوں میں اس درجہ منتقل ہوئی کہ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا، اور بالآخر قتل کے بہ جائے سنسان وخطرناک جنگل میں ایک کنویں میں انہیں ڈال دیا، قرآن کریم نے سورۂ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کی داستان حیات اور بطور خاص اس واقعہ کا ذکر فرمایا ہے، جس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ برادرانِ یوسف حسد کے ساتھ ساتھ کذب بیانی، افترا پردازی، منافقت، شک، بداعتمادی اور بے ادبی جیسے مختلف گناہوں کے شکار ہورہے تھے، حضرت یوسفؑ اور آپ ﷺ میں بہت زیادہ مماثلت ملتی ہے، دونوں انبیاء کا ابتدائی دور صبر، آزمائش، مشقت اور تکلیف ومغلوبیت کا دور تھا، دونوں اپنے قریبی اعزہ کے بغض وحسد اور عداوت کا نشانہ بنے، پھر دونوں انجام کار اس طرح فاتح

وغالب ہوئے کہ مخالفین سر جھکانے پر مجبور ہوئے، پھر دونوں ہی نے اپنے جانی دشمنوں کو یک لخت معاف کردیا۔

’’حضرت یعقوب علیہ السلام کے کل بارہ بیٹے تھے جن میں سے دس دوسری بیویوں سے اور حضرت یوسف علیہ السلام و بن یمین ایک بیوی راحیل کے بطن سے تھے، حضرت یوسف علیہ السلام اول تو بڑھاپے کی اولاد تھے، دوسرے یہ کہ حسن ظاہری و باطنی دونوں سے آراستہ تھے، حسن ظاہری تو ایسا تھا کہ دنیا میں کسی اور کو ویسا حسن و جمال نہیں دیا گیا، چنانچہ صحیح مسلم میں حدیث معراج کی روایت میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ’’میں یوسفؑ سے ملا تو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے پورے عالم کے حسن و جمال میں سے آدھا اُن کو عطا فرمایا ہے، باقی آدھا سارے جہاں میں تقسیم ہوا ہے۔

تیسرے یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام دوسرے بھائیوں کے مقابلے میں شروع ہی سے نہایت سنجیدہ پروقار، عقل و خرد کی دولت سے آراستہ، انتہائی حلیم و بردبار، ہر اچھے کام کی طرف مائل اور برائیوں سے متنفر رہنے والے تھے اور مزید برآں ان کی پیشانی پر نور نبوت بھی درخشاں تھا۔

بالائے سرش ز ہوش مندی
می تافت ستارۂ بلندی

ان تمام اسباب کے ہوتے ہوئے اگر حضرت یعقوب علیہ السلام کا میلان طبعی جو اللہ کے نبی ہیں، حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف نہ ہوتا تو پھر کس کی طرف ہوتا، جب کہ سلسلۂ نبوت کو انہیں سے تابانی ملنی تھی، اور انہیں کے ذریعہ اسے نشو ونما پانا تھا، الحاصل حضرت یعقوب علیہ السلام کو دوسرے بیٹوں کے مقابلے میں مذکورہ وجوہات کی بنا پر حضرت یوسف علیہ السلام سے نہ صرف یہ کہ بے حد محبت تھی بلکہ والہانہ عشق تھا، جس نے برادران یوسف کو آتش حسد میں مبتلا کردیا تھا، اور ان کی آتش حسد اس وقت تیز تر ہوگئی جب حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے اور شمس

وقمران کوسجدہ کررہے ہیں، اور چھپانے کے باوجود بھائیوں کوکسی طرح اس کا علم ہوگیا تھا، اور پھر یہ آتش حسد یہاں تک بھڑکی کہ ایک دن بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کواپنی راہ سے ہٹانے کا فیصلہ کرلیا۔'' (احسن القصص:۶۸-۶۹)

(۴) یہود ونصاریٰ کا حسد

اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کو جناب رسول اللہ ﷺ اور تمام اہل ایمان سے بہت زیادہ حسد تھا، قرآن نے ان کے حسد کا متعدد مقامات پر ذکر بھی فرمایا ہے، قرآن اور احادیث کی تفسیری تشریحات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعثتِ نبوی سے پہلے جب کبھی یہود کی بت پرستوں سے لڑائی ہوتی یا بحث ہوتی تو وہ یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ! آپ نے توریت میں جس آخری نبی کی خبر دی ہے، اسے جلد از جلد مبعوث کردیجئے تاکہ ہم ان کے ساتھ مل کر بت پرستوں پر فتح پاسکیں، پھر جب آپ ﷺ کی بعثت ہوگئی تو وہ اس حسد میں مبتلا ہوگئے کہ انہیں بنی اسرائیل کے بجائے بنی اسماعیل میں کیوں مبعوث کیا گیا؟ یہ بدترین قسم کا تعصب اور حسد تھا جس کے وہ شکار ہوئے، اور سابقہ کتب کی تمام پیش گوئیاں اور علامات آپ ﷺ پر منطبق وصادق ہونے کے باوجود انہوں نے اسی حسد وعناد کی بنیاد پر آپ ﷺ کو ماننے سے انکار کردیا، قرآن نے اس کا ذکر یوں کیا ہے:

وَلَمَّا جَاءَ هُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِندِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَاءَ هُم مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهِ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِيْنَ. بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ أَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْياً أَنْ يُنَزِّلَ اللّٰهُ مِن فَضْلِهِ عَلَى مَنْ يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِ فَبَآؤُوْا بِغَضَبٍ عَلَى غَضَبٍ وَلِلْكَافِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ. (البقرة: ۸۹-۹۰)

اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب آئی (یعنی قرآن) جو اُس (تورات) کی تصدیق بھی کرتی ہے جو پہلے سے ان کے پاس ہے، (تو ان کا طرزِ عمل دیکھو!) باوجودیکہ یہ خود شروع میں کافروں (یعنی بت پرستوں) کے خلاف (اس کتاب کے حوالے سے) اللہ سے فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے، مگر جب وہ چیز ان کے پاس آ گئی جسے انہوں نے پہچان بھی لیا، تو اس کا انکار کر بیٹھے، پس پھٹکار ہے اللہ کی ایسے کافروں پر، بُری ہے وہ قیمت جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا ہے، کہ یہ اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب کا صرف اس جلن کی بنا پر انکار کر رہے ہیں کہ اللہ اپنے فضل کا کوئی حصہ (یعنی وحی) اپنے بندوں میں سے جس پر چاہ رہا ہے (کیوں) اتار رہا ہے؟ چنانچہ یہ (اپنی اس جلن کی وجہ سے) غضب بالائے غضب لے کر لوٹے ہیں، اور کافر لوگ ذلت آمیز سزا کے مستحق ہیں۔

قرآن نے یہ ذکر بھی کیا ہے کہ آپ ﷺ اور اہل ایمان سے حسد وعداوت کی بنیاد پر یہود نے ہمیشہ کفار مکہ کی مدد کی، ان سے ساز باز رکھی، مسلمانوں سے ہونے والے اپنے معاہدات کی خلاف ورزی کی، مشرکین کو راضی کرنے کے لئے اور مسلمانوں کے خلاف مہم میں ان کا مخلص معاون ہونے کی یقین دہانی کے لئے یہود نے بتوں کو سجدہ بھی کیا اور صاف الفاظ میں بت پرستی کو اسلام اور توحید سے بہتر بھی قرار دیا اور کہا:

هَؤُلاءِ أَهْدَى مِنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا سَبِيْلاً. (النساء: ٥١)

یہ (بت پرست) مؤمنوں سے زیادہ سیدھے راستے پر ہیں۔

اور اس کے نتیجے میں اُن پر اللہ کی لعنت مسلط کر دی گئی، وہ اللہ کی مدد سے محروم کر دیئے گئے۔

قرآن نے یہ بھی بتایا ہے کہ اسی حسد کی وجہ سے یہود ونصاریٰ کی خواہش وکوشش رہتی

تھی کہ مسلمانوں کو اسلام سے پھیر دیں اور ایمان سے نکال کر کفر میں پہونچا دیں (البقرہ:۱۰۹) یہود نے اسی جذبۂ حسد کی وجہ سے براہ راست آپ ﷺ پر بار بار حملے کئے، سنگ باری کی کوشش، زہر خورانی کا عمل، جادو کرانے کا واقعہ یہ سب واضح مثالیں ہیں، اسی طرح مسلمانوں میں تفریق کی کوشش بھی اسی حسد کی وجہ سے ان کی طرف سے بار بار ہوتی رہی۔

(۵) کفار قریش کا حسد

آپ ﷺ کو نبوت ورسالت کا منصب عطا ہونے پر قریش کے سرداروں اور کافروں کو بھی بے حد حسد تھا، انہوں نے نبوت کو اپنے بگڑے ہوئے مزاج کے مطابق اپنے خود ساختہ معیاروں پر جانچنا شروع کیا اور ان کی زبانوں پر ازراہِ حسد یہ باتیں بھی آئیں کہ اُن (محمد ﷺ) کو نبوت کیوں ملی؟ مکہ اور طائف کے کسی بڑے سردار کو کیوں نہیں ملی (الزخرف:۳۱) مکی زندگی کے تمام واقعات، مکہ وطائف کے مظالم کی تمام داستانیں اور مدنی زندگی میں پیش آمدہ غزوات اور ان کے اسباب ومحرکات، بہ طور خاص حدیبیہ کے مقام پر آپ ﷺ اور صحابہ کو روکے جانے کا عمل پھر صلح کی دفعات میں بہ ظاہر ذلت آمیز دفعہ کی شمولیت پر اصرار، ان سب کے پیچھے بنیادی طور پر کفار مکہ کا حسد اور بغض وعناد ہی کارفرما نظر آتا ہے، قرآن میں فرمایا گیا ہے:

وَرَبُّکَ یَعْلَمُ مَا تُکِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا یُعْلِنُونَ. (القصص: ٦٩)

تمہارا پروردگار ان باتوں کو بھی جانتا ہے جو ان کے سینے چھپائے ہوئے ہیں اور ان کو بھی جو یہ علانیہ کرتے ہیں۔

علامہ نخعیؒ کے بقول ''سینوں میں چھپی ہوئی باتوں'' سے مراد ان کا حسد اور بغض ہے۔(مدارک التنزیل:۲/۶۵۴)

(۶) منافقین کا حسد

منافقین کا گروہ مارِ آستین بن کر اسلام اور اس کے مشن کو خطرناک نقصانات پہونچانے

میں لگا رہتا تھا، ان افراد کے دلوں میں کفر اور حسد کی جڑیں بہت مضبوط تھیں، قرآن نے ان کا نقشہ کھینچا ہے کہ مسلمانوں کی خوشی اور راحت ان کے لئے تکلیف دہ ہوتی ہے اور مسلمانوں کی تکلیف ان کے لئے خوش کن، ان کی دلی تمنا مسلمانوں کو پریشان کرنا ہے، ان کے دلوں میں جو عداوت ہے وہ بہت زیادہ ہے، ان کی آتشِ غضب مسلمانوں کے خلاف ہمیشہ مشتعل رہتی ہے۔ (آل عمران:۱۱۸-۱۲۰)

سورۂ محمد میں ارشاد ہوا ہے:

أَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِم مَّرَضٌ أَنْ لَّنْ يُخْرِجَ اللّٰهُ أَضْغَانَهُمْ. (محمد: ٢٩)

جن کے دلوں میں نفاق کا روگ ہے، کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے چھپے ہوئے حسد اور کینہ کو اللہ کبھی ظاہر نہیں کرے گا۔

''منافقین جو اسلام کا دعویٰ اور ظاہر میں رسول اللہ ﷺ سے محبت کا اظہار اور باطن میں عداوت وکینہ رکھتے تھے، اُن کے بارے میں نازل ہوا کہ یہ لوگ اللہ رب العالمین کو عالم الغیب جانتے ہوئے اس بات سے کیوں بے فکر ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے باطنی راز اور مخفی عداوت کو لوگوں پر ظاہر کردیں، ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ براءت میں ان کے ایسے اعمال وافعال اور حرکتوں کا پتہ دے دیا جن سے منافقین کے نفاق کا پتہ چل جائے اور وہ پہچانے جائیں، اسی لئے سورۂ براءت کو فاضحہ بھی کہا جاتا ہے یعنی رسوا کرنے والی کیوں کہ اس نے منافقین کی خاص خاص علامتیں ظاہر کردی ہیں۔'' (معارف القرآن:۸/۴۳-۴۴)

(۷) حضرت عائشہؓ پر افترا پردازی

منافقین کی طرف سے حضرت عائشہؓ کے خلاف تہمتوں کا جو طوفان کھڑا کیا گیا تھا، جسے واقعۂ افک کہا جاتا ہے، اور جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے، اس کے مختلف اسباب ومحرکات

ہیں، ایک سبب مخالفین کے دلوں میں اُن کے لئے حسد کا جذبہ بھی تھا، اللہ نے حضرت عائشہؓ کو ظاہری ومعنوی محاسن وکمالات سے خوب نوازا تھا، آپ ﷺ کی طرف سے ان کے لئے محبت واعتماد بالکل آشکارا تھا، اس صورت حال نے حاسدین کو خوب جلن اور کڑھن میں مبتلا کیا تھا، حضرت عائشہؓ کی والدہ حضرت ام رومانؓ نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا تھا کہ تم جیسی عورتوں کے دشمن ہوا کرتے ہیں اور ایسی چیزیں مشہور کیا کرتے ہیں، تم اس کے غم میں نہ پڑو، خود بخود معاملہ صاف ہو جائے گا۔

(۸) حضرت عثمانؓ کی شہادت

حضرت عثمانؓ کی شہادت کا واقعہ تاریخ اسلام کا بے حد المناک باب ہے، بلوائیوں کے ذریعہ ان کو قتل کئے جانے کے مختلف اسباب میں ایک سبب "حسد" بھی ہے، امام ابوقلابہؒ کے بقول:

مَا قَتَلُوا عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلَّا حَسَداً، حَسَدُوْهُ عَلَى الْخِلَافَةِ فَأَحَبُّوا أَنْ يُزِيلُوْهَا عَنْهُ. (اشكر حسادك: ٢٠٤)

بلوائیوں نے حضرت عثمانؓ کو حسد کی بنیاد ہی پر قتل کیا، بلوائیوں کو ان کی خلافت پر حسد تھا چنانچہ انہوں نے حضرت عثمانؓ سے خلافت چھیننا پسند کیا۔

(۹) امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حاسد

امام اعظم ابوحنیفہؒ کو اپنی زندگی میں بے شمار حاسدوں کا سامنا کرنا پڑا، ایک مصنف نے لکھا ہے:

جو شخصیت جس قدر باکمال اور مقبول عند اللہ ہوتی ہے، اسی تناسب سے اس کے حاسدوں کی تعداد بھی زیادہ ہوتی ہے، جو درخت پھل دار ہوتا ہے، پتھر بھی اسے مارے جاتے ہیں۔ لَا يُرْمىٰ شَجَرٌ إِلَّا ذُوْ ثَمَرٍ.

خود امام صاحب کی زندگی میں جب معاندین وحاسدین کی طرف سے آپ کو رنج پہنچتا تو یہ شعر پڑھا کرتے۔

إِنْ يَحْسُدُونِي فَإِنِّي غَيْرُ لَائِمِهِمْ
قَبْلِي مِنَ النَّاسِ أَهْلُ الْفَضْلِ قَدْ حُسِدُوْا
فَدَامَ لِي وَلَهُمْ مَابِي وَمَا بِهِمِ
وَمَاتَ أَكْثَرُنَا غَيْظًا بِمَا يَجِدُوْا

اگر لوگ مجھ پر حسد کرتے ہیں تو کریں، میں ان کو ملامت نہیں کروں گا، کیونکہ اہل فضل پر مجھ سے پہلے بھی لوگ حسد کرتے آئے ہیں، میرا اور ان کا یہی شیوہ رہا ہے کہ وہ اپنے حال پر قائم رہیں اور میں اپنے حال پر اور ہم میں سے اکثر لوگ حسد کر کے مر گئے ہیں۔ (امام ابوحنیفہؒ کے حیرت انگیز واقعات: ۷۰-۷۱)

حضرت حسن بن عمارہؒ نے امام صاحبؒ کو خطاب کر کے کہا تھا:

وَاللّٰهِ مَا أَدْرَكْنَا أَحَداً يَتَكَلَّمُ فِي الْفِقْهِ أَبْلَغَ وَلَا أَحْضَرَ مِنْكَ، وَمَا يَتَكَلَّمُوْنَ فِيْكَ إِلَّا حَسَداً. (ابو حنيفة النعمان: وهبي سليمان غاوجي: ٢٦٧)

خدا کی قسم! ہم نے فقہ میں آپ سے زیادہ ذہین، حاضر جواب اور بلیغ کلام کرنے والا نہیں پایا، آپ کے معاصرین ومخالفین آپ کے خلاف جو کچھ کہتے ہیں وہ صرف حسد کی وجہ سے کہتے ہیں۔

امام اعظمؒ کے ساتھ حسد کے بہت سے واقعات کتب تاریخ میں محفوظ ہیں، ان میں سے ایک بہت عجیب واقعہ یہاں ذکر کیا جاتا ہے جس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ حاسد کتنی پست سطح تک جاسکتے ہیں، حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

بعض حاسدوں نے مل کر پروگرام بنایا کہ ان کی کسی طرح عوام میں Public insult (جگ ہنسائی) کروائیں، جب پبلک انسلٹ ہوگی تو پھر ہم لوگوں سے کہیں گے کہ ایسے بندے کی بات ماننے کی کیا ضرورت ہے، چنانچہ انہوں نے ایک منصوبہ بنایا، یہ مسجد سے جب اپنے گھر آیا کرتے تھے، راستے میں ایک بیوہ کا گھر تھا، اس بیوہ کو تیار کیا کہ تجھے ہم مال پیسہ دیں گے، تو صرف یہ کر کہ کسی بہانے سے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے گھر میں بلا لے، ایک طرف غربت تھی ایک طرف اتنی دولت تھی، وہ سمجھی شاید یہ ان سے کوئی بات کرنا چاہتے ہوں تو چلو میں کسی بہانے سے ان کو گھر بلاتی ہوں، چنانچہ آپ اپنے گھر آرہے تھے کہ وہ عورت جلدی سے اپنے گھر کے دروازے سے نکلی، چادر میں تھی، کہنے لگی اے گزرنے والے! گھر میں کوئی مریض ہے جس کا آخری وقت ہے، سکرات کی حالت میں ہے اور وصیت کرنا چاہتا ہے، مجھے سمجھ نہیں آرہی تم ذرا اس کی وصیت سن لو، شریعت کا حکم ہے کہ اگر مرنے والا وصیت کر رہا ہو تو قریب جو بندہ بھی ہو وہ اس کی وصیت کو سنے، یہ چیز واجب کے درجے میں آجاتی ہے، اب جب اس نے یہ کہا تو امام صاحب نے اعتماد کر لیا کہ میں اس کی بات سن لیتا ہوں، جیسے ہی دروازے سے اندر قدم رکھا، حاسدین تو پہلے سے چھپے بیٹھے تھے، کیونکہ انہوں نے کہا تھا کہ ہم نے کوئی بات کرنی ہے، اب انہوں نے امام صاحب کو گھیرا ڈال دیا، کہنے لگے، عشاء کے بعد رات کی تنہائی میں بیوہ کے گھر تمہارا آنا جانا ہے اور تم لوگوں کے امام بنے پھرتے ہو، عورت کو بھی یہ بات عجیب لگی، ان میں سے ایک بندہ بھاگ کر گیا اور جا کر حاکمِ وقت کو بتا دیا کہ شہر کی علمی محفل کا سب سے بڑا امام رات کی تنہائی میں ایک بیوہ کے گھر پایا گیا، اس کو نیند آرہی تھی اس نے آرڈر جاری کر دیئے کہ ان کو اور اس عورت کو جیل میں ڈال دو، میں صبح اٹھ کر مقدمہ سنوں گا۔

اب اس عورت کو بھی ساتھ پکڑ لیا گیا، وہ تو نہیں سمجھتی تھی کہ میرے اوپر یہ مصیبت بن جائے گی، چنانچہ امام صاحب اور اس عورت دونوں کو پکڑ کر جیل میں بند کر دیا

گیا، حاسدین بغلیں بجاتے گھر گئے کہ اب صبح سب تیہ پانچہ ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ کی شان دیکھیں پولیس نے ان دونوں کو ایک کمرے میں بند کر دیا، امام صاحب وضو سے تھے، انہوں نے اس اندھیرے میں نفل پڑھنے شروع کر دیئے، جو عادت تھی عشاء کے وضو سے فجر کی نماز، انہوں نے اپنا معمول شروع کر دیا، عورت ذات آخر عورت تھی سوچتی رہی میں بھی جوان العمر ہوں اور ان کی عمر بھی ایسی ہے، تنہائی ہے اندھیرا ہے اگر ان کی طبیعت کے اندر کوئی برائی ہوتی تو یہ اس وقت مجھ سے برائی کے مرتکب ہوتے، یہ بندہ اس وقت بھی اپنے رب کی عبادت میں لگا ہوا ہے، اب اس کے دل کے اندر ندامت ہونی شروع ہوئی کہ میں نے ایسے آدمی کو جیل پہنچایا، چنانچہ اندر اندر وہ شرمندہ ہوئی، بالآخر جب آپ نے کچھ رکعتوں کے بعد سلام پھیرا تو آ کر معذرت کرنے لگی کہ مجھے معاف کر دیں۔

اور اس نے پوری اسٹوری ان کو سنا دی کہ اس طرح مجھ سے تو پیسوں کا وعدہ کیا گیا تھا، غربت کی وجہ سے میں نے ہاں کر لی تھی، امام صاحب نے جب ساری بات سن لی، امام صاحب فرمانے لگے اچھا اب میں تمہیں اس کا حل بتاتا ہوں، وہ کہنے لگی کیا؟ کہنے لگے حل یہ ہے کہ یہ جو پولیس والا کھڑا ہے اس کو بلاؤ اور اس کو رو دھو کے کہو کہ میرا گھر میں ضروری کام ہے اور میں یہاں قید میں ڈال دی گئی ہوں اور صبح پتہ نہیں میرے بارے میں کیا فیصلہ ہو، تو تم مجھے لے کر میرے گھر جاؤ اور پھر واپس آ جاؤ میں اپنا کام سمیٹ کر آتی ہوں، عورت ذات ہو منت سماجت کرو گی تو مان جائے گا، اور اگر مان جائے تو تم سیدھا میرے گھر جانا اور میرے گھر جا کے میری بیوی کو ساری بات بتا دینا اور یہ برقعہ اسے دے دینا اور اسے کہنا کہ یہی برقعہ پہن کر واپسی پر اس پولیس والے کے ساتھ میرے پاس آ جائے، چنانچہ اس عورت نے دو آنسو نکالے، اس وقت تو ویسے ہی نکلنے تھے دو کے بھی چار نکلے ہوں گے، اس کی منت سماجت کی، وہ پولیس والا کہنے لگا ٹھیک ہے، چنانچہ وہ ساتھ چلا اور یہ برقعے میں پیچھے پیچھے، اب یہ سیدھا امام صاحب

کے گھر پہنچی، ان کی اہلیہ کو جا کر پورا واقعہ سنایا اور برقعہ ان کو دے دیا، چنانچہ انہوں نے برقعہ پہنا اور پولیس کے ساتھ واپس آ گئیں، اب جب صبح ہوئی وقت کے حاکم نے دربار لگایا، سارے شہر سے حاسدین اکٹھے ہو کر آ گئے، آج ہم تماشا دیکھیں گے، پولیس آئی اور ان دونوں کو گرفتار کر کے دربار میں پہنچا دیا۔

حاکم وقت نے کہا ابوحنیفہ! تمہارے علم کا اتنا چرچا اور تم لوگوں کے مقتدا کہے جاتے ہو، اور تمہاری اخلاقی حالت یہ ہے کہ تم غیر عورت کے پاس عشاء کے بعد تنہائی میں ہوتے ہو، آپ نے فرمایا کون سی عورت؟ وہ کہنے لگے یہ جس کے ساتھ تمہیں گرفتار کیا گیا، فرمایا یہ غیر تو نہیں یہ تو میری بیوی ہے، اس نے کہا نہیں یہ تمہاری بیوی کیسے؟ آپ نے فرمایا: وہ میرے سسر کھڑے ہیں ان کو بلا لیں کہ وہ برقعے میں دیکھ لیں کہ یہ ان کی بیٹی ہے یا نہیں، اب سسر صاحب آ گئے انہوں نے دیکھا تو وہ کہنے لگے میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ میری بیٹی ہے، میں نے گواہوں کی موجودگی میں ان کا نکاح کیا تھا، حاسدین کا یہ تصور بھی نہیں تھا کہ اس مصیبت کا یہ حل بھی نکل سکتا ہے، اللہ رب العزت نے امام صاحب پر رحمت فرمائی، حاسدین پھر حسد کی آگ میں جلتے ہوئے واپس اپنے گھروں کو لوٹ گئے، اللہ تعالیٰ نے عزت کے ساتھ امام صاحب کو بری فرما دیا۔ (مہلک روحانی امراض: ۲۰۲-۲۰۵)

حضرت یحییٰ بن معینؒ کے بارے میں آتا ہے کہ جب بھی کوئی شخص ان کے سامنے حضرت امام ابوحنیفہؒ سے حسد اور عداوت کی بنیاد پر ان کی شان میں گستاخی کرتا یا برا تذکرہ کرتا تو امام یحییٰ فرماتے تھے ؎

حَسَــدُوْا الْـفَتَـیٰ إِذْ لَـمْ یَـنَـالُـوْا فَـضْـلَـهُ
فَـــالْــقَــوْمُ أَعْـدَاءٌ لَــهُ وَخُـصُـوْمُ
کَـضَـرَائِـرِ الْـحَسْـنَـاءِ قُلْنَ لِزَوْجِهَا
حَسَـــدًا وَبَــغْـيًــا إِنَّهَــا لَــذَمِيْـمُ

لوگوں نے اس نوجوان (ابوحنیفہؒ) سے حسد کیا، جب کہ اس کے رتبہ کو نہ پہونچ سکے، سو قوم ان کی مخالف اور دشمن بنی ہوئی ہے، جس طرح خوبرو عورت کی سوکنیں اس کے خاوند سے حسد اور زیادتی کرتی ہوئی یہ کہتی ہیں کہ وہ تو بدصورت ہے۔ (امام ابوحنیفہ کے حیرت انگیز واقعات:۷۱)

(۱۰) امام محمدؒ کا حاسدین کو حکیمانہ جواب

ایک سوانح نگار لکھتے ہیں:

''امام محمدؒ کو جس عظیم مقام اور منصب سے اللہ پاک نے نوازا تھا تو لازم تھا کہ ان کے حاسدین ومخالفین بھی اسی نسبت سے موجود ہوں، اور واقعہ بھی یہی ہے کہ بے ثمر درخت کو کون پتھر مارتا ہے، جس درخت پر پھل ہوتا ہے گزرنے والے اسے پتھر مار دیتے ہیں، مگر پتھر کے جواب میں پتھر آئے ایسا نہیں ہوتا، پھل ہی آتا ہے، اگر بدقسمتی سے ٹہنیوں اور شاخوں میں پہلے سے اٹکا ہوا کوئی پتھر بھی گر آئے اور مارنے والے کو لگ بھی جائے تو اس میں شجر کا کوئی ارادہ نہیں ہوتا، قصور تو بعید کی بات ہے، اہل علم اور ارباب فضل وکمال بھی شجرِ سایہ دار وثمر دار ہیں، ان سے خیر ہی کی توقع ہونی چاہئے اور وہ خیر کی تقسیم واشاعت کے لئے خود کو وقف رکھتے ہیں، حضرت امام محمدؒ دولت ودنیا، جاہ ومنصب سے کوسوں دور بھاگتے تھے، اللہ نے انہیں علم وفضل اور فقہی مہارت وکمال سے نوازا تھا، حاسدین ومبغضین اسے بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے، امام اعظم ابوحنیفہؒ کی طرح امام محمدؒ کے خلاف بھی یار لوگوں نے زبان طعن وتشنیع دراز کر رکھی تھی، جب اس قسم کی باتیں اور ہفوات امام محمدؒ تک پہنچتیں کہ لوگ امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب (امام محمدؒ اور قاضی ابویوسفؒ) کا ذکر برائی اور تحقیر سے کرتے ہیں، تو آپ بھی اپنے استاذ کی سنت ادا کرتے ہوئے ایک شعر گنگنایا کرتے تھے، یہی دل کی تسلی اور دشمن کا جواب ہوا کرتا تھا۔

مُحَسَّدُوْنَ وَشَرُّ النَّاسِ مَنْزِلَةً
مَنْ عَاشَ فِی النَّاسِ غَیْرَ مَحْسُوْدِ

''ہم وہ لوگ ہیں کہ ہم پر حسد کیا جاتا ہے اور وہ لوگ بھی کس قدر بدنصیب ہیں کہ وہ محسود نہیں بلکہ (حاسد) ہوتے ہیں اور مرتبہ کے اعتبار سے سب سے کم بخت وہ شخص ہے جس پر کوئی حسد نہ کرے۔''

مخالفین ومبغضین کے طعن وتشنیع اور خرافات کے سننے کے بعد طبعًا انسان میں اشتعال پیدا ہوتا ہے اور انتقام کے جذبات ابھرتے ہیں، مگر امام محمدؒ نہ تو جذبات پر آمادہ ہوتے اور نہ جذبات میں آ کر مشتعل ہوتے تھے بلکہ ایسا میٹھا، پیارا اور جواب علیٰ اسلوب الحکیم اختیار کرتے کہ مخالف کو بھی یارائے دم زدن باقی نہ رہتا۔ (علمائے احناف کے حیرت انگیز واقعات: ۳۳۸-۳۳۹)

(۱۱) قاضی ایاس بن معاویہؒ کا واقعہ

مذکور ہے کہ:

قاضی ایاس بن معاویہؒ کی ذہانت اور فطانت کے چہار سو چرچے تھے، عدالت میں بیٹھتے تو ایسے شاندار فیصلے کرتے کہ لوگ حیران رہ جاتے، تاریخ نے ان کے فیصلوں کے حوالے سے متعدد واقعات بیان کئے ہیں، بڑی شخصیات کے جہاں بہت سارے مداح اور عزت وتوقیر کرنے والے لوگ ہوتے ہیں، وہاں حاسدین کی بھی ایک بڑی تعداد ہوتی ہے، چنانچہ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن کو قاضی ایاس کے ساتھ خدا واسطے کا بیر تھا، انہوں نے ان کی زندگی میں عیوب تلاش کرنے شروع کئے، تاکہ ان کی شخصیت کو کسی طرح داغدار کیا جاسکے، خاصی تگ ودو کے بعد ان کو ایک بات ہاتھ لگی کہ قاضی ایاس فیصلہ کرنے میں بہت جلد بازی سے کام لیتے ہیں، یقیناً یہ ایک بڑا عیب ہے جو قاضی کی شان کے منافی ہے، سنجیدگی اور متانت کا تقاضا ہے کہ فیصلہ کرنے سے پہلے خوب غور وفکر کیا جائے اور اس کے بعد فیصلہ سنایا جائے، حاسدین نے ان کے

بارے میں لوگوں میں یہ شوشہ چھوڑ دیا اور رفتہ رفتہ عوام میں یہ بات مشہور ہوتی گئی کہ قاضی صاحب فیصلہ کرنے میں بڑے جلد باز ہیں، ادھر قاضی ایاس بن معاویہ کو بھی حاسدین کی چہ میگوئیوں کے بارے میں معلوم ہوگیا، انہوں نے بھی حاسدین کو سبق سکھانے کا فیصلہ کرلیا، قاضی ایاس نے نہایت ادب سے ان لوگوں کو اپنی مجلس میں بلایا، ان کی خوب عزت کی، ان کو خوب کھلایا پلایا اور پھر گفتگو شروع کی، اس دوران میں اچانک انہوں نے اپنے ہاتھ کو بلند کیا اور کہنے لگے: ساتھیو! ذرا بتانا ان انگلیوں کی تعداد کتنی ہے؟

حاضرین مجلس نے ایک نظر ان کے ہاتھ پر ڈالی اور یک زبان ہوکر بول پڑے: پانچ ہیں جناب، پوری پانچ۔

قاضی ایاس بن معاویہ نے ان کی طرف تبسم بھری نظروں سے دیکھا اور فرمانے لگے: ساتھیو! تم نے جواب دینے میں اس قدر جلدی کیوں کی، تم ایک دو تین چار پانچ تک گن کر تھوڑی دیر انتظار کرتے، غور وفکر کرتے اور قدرے توقف کے بعد جواب دیتے؟

وہ کہنے لگے: قاضی صاحب! اس میں انتظار اور توقف کی کیا ضرورت ہے، جس چیز کی گنتی ہمیں معلوم ہو، بھلا اس میں توقف کیوں کریں؟

اب قاضی ایاس نے نہایت اطمینان اور سکون کے ساتھ ان سے کہنا شروع کیا: جب میرے پاس مقدمات آتے ہیں، میں فریقین کی بات سننے کے بعد فوراً ہی معاملے کی تہ تک پہونچ جاتا ہوں، تو پھر فیصلہ سنانے میں کیوں توقف کروں؟

قاضی ایاس نے اس مثال سے معترضین کو جواب دے دیا، اس طرح حاسدین کی چال ناکام ہوگئی اور انہیں معلوم ہوگیا کہ وہ فیصلہ سنانے میں جلد بازی نہیں کرتے بلکہ وہ اپنی خداداد ذہانت اور صلاحیت کی بدولت بات کی تہ تک پہونچ جاتے ہیں اور بغیر کسی تاخیر کے مقدمے کا فیصلہ صادر فرمادیتے ہیں۔

حاضرین مجلس وہاں سے اس طرح رخصت ہوئے کہ وہ اچھی طرح سے قاضی

ایاس کی ذہانت کے قائل ہوگئے، اوران کے خلاف مجالس میں جو گفتگو کیا کرتے تھے، اس سے باز آ گئے۔(سنہرے فیصلے:۱۵۸-۱۵۹)

(۱۲)ایک اعرابی کا واقعہ

منقول ہے کہ:

ایک اعرابی پر حاسدین نے الزام لگایا کہ اس نے حاکم شہر کے بارے میں کسی مجلس میں نازیبا گفتگو کی ہے، چنانچہ اسے حاکم کی عدالت میں پیش کیا گیا، اعرابی اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کے حاسدین نے اسے ناحق کیس میں پھنسایا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ اسے قید کی سزا مل جائے، تاکہ ان کو اپنی من مانیاں کرنے کا موقع مل جائے، اس نے بڑے خوبصورت انداز میں اپنا مقدمہ لکھا، تفصیل سے اپنی براءت کا ذکر کیا کہ کس طرح اس کے مخالف گروپ نے اس کے خلاف سازش تیار کی ہے اور یہ سارا مقدمہ محض الزامات پرمبنی ہے، حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہے۔

اعرابی جب حاکم کی مجلس میں داخل ہوا تو اس نے حاضرین کے چہروں کی طرف دیکھا، سارے ہی اسے اپنے مخالف گروہ کے نظر آئے، اس نے اپنی جیب سے وہ خط جو کتاب کی صورت میں تھا، نکالا اور حاکم کو مخاطب ہو کر کہا:

هَاؤُمُ اقْرَؤُوْا كِتَابِيَهْ.

یہ لو! میرا اعمال نامہ پڑھو۔

حاکم پہلے سے ناراض بیٹھا تھا، اس نے خط کو پڑھے بغیر ہی اسے واپس کر دیا اور کہنے لگا کہ یہ کلمہ قیامت کے دن کہا جائے گا، یہاں دنیا میں نہیں اور نہ ہی یہ اس کا موقع ومحل ہے۔

اعرابی نے فوراً کہا: امیر محترم! آج کا دن میرے لئے قیامت کے دن سے بھی برا ہے کہ اس روز تو میری نیکیاں اور برائیاں دونوں پیش کی جائیں گی، اور پھر ان کے مطابق فیصلہ ہوگا، مگر آج تو میری برائیاں ہی آپ کے حضور پیش کی گئی ہیں اور میری

تمام ترنیکیاں اور خوبیاں پس پشت ڈال دی گئی ہیں، امیر کو اس کا جواب بڑا پسند آیا اور اُس نے اِس کے خلاف مقدمہ واپس لے لیا۔ (سنہرے اوراق: ۷۲-۷۳)

(۱۳) حسد کی نقد سزا

امام غزالیؒ نے ایک عجیب واقعہ ہے کہ ایک بادشاہ کے پاس ایک آدمی کو بڑا تقرب حاصل تھا، اس پر ایک دوسرے آدمی نے حسد کرنا شروع کر دیا اور ایک دن بادشاہ سے جا کر شکایت کی کہ یہ شخص جو آپ کا مقرب ہے، اس کا گمان ہے کہ بادشاہ ''گندہ ذہنی'' (منہ کی بدبو) کے مرض میں مبتلا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ اس کو قریب بلائیں، تو وہ اپنی ناک پر ہاتھ رکھ لے گا، تا کہ اس کی بدبو نہ سونگھ سکے، بادشاہ نے کہا: اچھا! ہم دیکھیں گے۔

یہ آدمی بادشاہ کے پاس سے نکل کر اس آدمی کے پاس گیا اور اپنے گھر کھانے پر بلایا اور کھانے میں لہسن بھی رکھا جو بدبودار ہوتا ہے، یہ آدمی اس کی سازش سے بے خبر، وہاں سے نکلا اور اپنی ڈیوٹی پر بادشاہ کے پاس گیا، تو بادشاہ نے کہا: قریب آؤ! یہ شخص یہ خیال کر کے کہ کہیں لہسن کی بدبو سے بادشاہ کو تکلیف نہ ہو اپنے منہ پر ہاتھ رکھا، بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ اس کی شکایت جو اس آدمی نے کی ہے، وہ صحیح ہے، بادشاہ نے اپنے ایک گورنر کو اپنے ہاتھ سے خط لکھا کہ یہ خط لے کر آنے والے کو قتل کر دو اور خط کو سربہ مہر کر کے اس کو دیا اور کہا کہ گورنر کے پاس یہ خط لے جاؤ، جب یہ آدمی خط لے کر نکلا تو وہ آدمی باہر نکلا، جس نے سازش کی تھی اور پوچھا کہ یہ کیا خط ہے؟ تو اس نے کہا کہ بادشاہ نے غالباً میرے لئے انعام کا پروانہ لکھا ہے، اس نے کہا کہ یہ تم مجھے دے دو، اس نے اس پر رحم کر کے دے دیا، جب وہ اس کو لے کر عامل کے پاس گیا، تو بادشاہ کے خط کے مطابق اس کو قتل کر دیا۔ (واقعات پڑھئے اور عبرت لیجئے: ۳۴۰-۳۴۱ بحوالہ احیاء العلوم: ۳/۱۸۸)

(۱۴) محمود وایاز

مولانا رومیؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایاز نام کا ایک بہت غریب شخص تھا، محمود بادشاہ

نے اس کے اخلاق عالیہ کے سبب اس کو اپنا محبوب اور مقرب بنالیا تھا، لیکن ایاز جس دن شاہ محمود کے یہاں حاضر ہوا تھا تو اس دن اس کے پاس صرف ایک پرانی گدڑی تھی، اور ایک بوسیدہ پوستین تھا، جس کو ایاز نے ایک حجرے میں مقفل کر دیا تھا، اور ہر روز تنہا اس حجرے میں داخل ہوتا تھا اور اپنی گدڑی کو دیکھتا اور اپنے نفس کو مخاطب کر کے یہ کہتا تھا کہ: اے ایاز! ایک دن وہ تھا کہ اسی بوسیدہ گدڑی میں تو یہاں آیا تھا اور آج تو بادشاہ کا مقرب ہے، دیکھ اپنی حقیقت کو مت بھولنا، نظرِ عنایت شاہ کی تجھ پر بہت ہے، ناز و تکبر میں مبتلا نہ ہونا، بلکہ شکر کا مقام ہے کہ یہی گدڑی پہننے والا آج مقرب اور محبوبِ سلطان ہے جس سے آج تمام وزراء و حکمران لرزتے ہیں، رفتہ رفتہ یہ خبر عام ہوئی، سارے ارا کین سلطنت کو پہلے ہی سے ایاز کے ساتھ حسد تھا کہ ایک معمولی غریب آدمی آج ہم سبھوں سے سبقت لے گیا اور اس سے بڑھ کر شاہ محمود کا کوئی مقرب اور محبوب نہیں ہے، حاسدین میں یہ چہ می گوئیاں شروع ہوئیں کہ ایاز تنہا حجرہ میں کیا کرتا ہے اور حجرے کو ہر وقت مقفل کیوں رکھتا ہے، ہو نہ ہو یہ خفیہ خفیہ شاہی خزانہ سے چرا چرا کر دولت جمع کر رہا ہے، پس سلطان کو اس کی اس حرکت کی خبر کرنی چاہئے، تا کہ یہ تقرب ایاز کا عتاب شاہی سے بدل جائے۔

پس سبھوں نے باہمی مشورہ کے بعد سلطان محمود کو خبر دی کہ حضور ایاز گندم نما جو فروش ہے، یہ آپ کا عاشق نہیں ہے، یہ منافق ہے، خزانۂ شاہی سے اپنے خاص حجرے میں سیم وزر جمع کر رہا ہے۔

سلطان محمود کو ایاز کے متعلق ایسی حرکت کا گمان تک بھی نہ ہوا، لیکن ارا کین پر حجت تمام کرنے کے لئے اور ایاز کا مقام محبت اور اس کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے حکم نافذ کر دیا کہ آدھی رات کو ایاز کے حجرے کی تلاشی لی جائے، ارا کین سلطنت بڑے خوش ہوئے کہ آج رات میں ایاز کی قلعی کھل جاوے گی، اور اس کا تقرب ختم ہو جاوے گا۔

چنانچہ نیم شب کو اس کے حجرے کا تالا توڑا گیا اور حکام سلطنت نے حجرے کے اندر

تلاشی لی، لیکن بجز ایک پرانی گدڑی اور ایک بوسیدہ پوستین کے حجرے میں کچھ نہ تھا، اور حاسدین نے حجرے کی زمین بھی اس شبہ سے کھود دی کہ شاید زمین میں دفینہ ہو اور گدڑی کو دھوکہ دینے کے لئے ٹانگ رکھا ہو، بالآخر تلاشی لینے والے حکام تہی دست و نامراد شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور باصد شرمندگی معذرت اور معافی طلب کرنے لگے۔

محمود پر اس وقت ایاز کی محبت میں ایک حال غالب ہوگیا، اور ایاز سے پوچھا کہ: اے ایاز! اس قدر اہتمام سے اس گدڑی اور پوستینِ بوسیدہ کو حجرے میں کیوں مقفل کر رکھا ہے؟ ایاز نے عرض کیا کہ: حضور میں ہر روز اپنی اس گدڑی اور پوستینِ بوسیدہ کو دیکھ کر عبرت حاصل کرتا ہوں، اور نفس سے کہتا ہوں کہ اے ایاز تیری یہ تمام نعمتیں عزت وشوکت سب عطاءِ شاہِ محمود ہے ورنہ اے ایاز تیری حقیقت ایک دن یہی گدڑی اور بوسیدہ پوستین تھی۔

مولانا رومؒ نے ایاز کا ایک اور واقعہ بھی مثنوی میں ذکر کیا ہے موقع کی مناسبت سے وہ بھی سنتے چلیں:

ایک روز صبح کے وقت سلطان محمود نے اراکین سلطنت کی عقل وفہم کا امتحان کرنے کے لئے خزانۂ شاہی سے ایک موتی نکلوایا اور سب سے پہلے وزیر کے ہاتھ میں دے کر اس سے دریافت کیا کہ یہ موتی کتنے دام میں فروخت ہوگا، وزیر نے عرض کیا کہ حضور! یہ تو بہت ہی بیش قیمت ہے، سونے لدے ہوئے دو سو گدھوں سے بھی اس کی قیمت زیادہ ہے۔

سلطان نے کہا کہ اچھا تو میرے حکم سے اس بیش بہا موتی کو ریزہ ریزہ کردو، وزیر نے عرض کیا کہ حضور میں اس موتی کو ضائع نہ کروں گا، میں آپ کے خزانۂ دولت کا خیر خواہ ہوں اور اس گوہر کو توڑنا بدخواہی ہوگی، بادشاہ نے اس کو شاباش دی اور ایک شاہی خلعت عطا فرمائی، اور اس موتی کو وزیر کے ہاتھ سے لے سلطنت کے ایک دوسرے مقرب عہدیدار کو دیا اور اس سے بھی اس کی قیمت دریافت کی، اس نے کہا کہ: حضور اس بیش بہا موتی کی قیمت آپ کی آدھی سلطنت ہے، خدا اس موتی کو محفوظ رکھے، بادشاہ نے اس کو بھی حکم دیا کہ اس موتی کو ریزہ ریزہ

کر دو، اس نے عرض کیا: حضور ایسے قیمتی موتی کو توڑنے کے لئے میرا ہاتھ حرکت نہیں کر سکتا، اس موتی کو توڑنا خزانۂ سلطنت سے دشمنی کے مترادف ہوگا۔

سلطان محمود نے اس کو بھی شاہی خلعت عطا فرمائی اور دیر تک اس کی تعریف کرتا رہا، غرض بادشاہ نے ۶۵؍ اراکین سلطنت کو باری باری طلب کر کے یہی معاملہ فرمایا اور ہر ایک نے وزیر کی تقلید کی اور شاہی خلعت حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ سلطان سے شرف مدح بھی حاصل کیا، بادشاہ جب سب کا امتحان کر چکا اور انعامات دے چکا تو آخر میں اس نے ایاز کو طلب کیا اور موتی کو اس کے ہاتھ پر رکھ کر کہا کہ اے ایاز: ہر ایک نے اس موتی کو دیکھا تو بھی اس کی شعاعوں کو دیکھ لے اور غور کر کے بتا کہ اس کی کیا قیمت ہوگی۔

ایاز نے عرض کیا کہ: حضور! جس قدر قیمت اس موتی کی عرض کروں گا یہ موتی اس سے بھی کہیں زیادہ گراں اور بیش قیمت ہوگا، شاہ نے حکم دیا کہ اچھا تو فوراً اس گوہر کو توڑ دے اور بالکل ریزہ ریزہ کر دے۔

ایاز سلطان کا مزاج شناس تھا اور وہ سمجھ رہا تھا کہ بادشاہ اس وقت امتحان کر رہا ہے، سلطان کا حکم سنتے ہی اس نے گوہر بیش بہا کو چکنا چور کر دیا اور خلعت وانعامات کی ذرا بھی طمع نہ کی، جیسے ہی ایاز نے وہ بیش بہا موتی توڑا تمام اراکین سلطنت نے شور برپا کر دیا اور دیوان خاص میں ایک ہنگامہ مچ گیا، تمام وزراء سلطنت نے کہا کہ واللہ یہ شخص کافر ہے یعنی ناسپاس نعمت ہے جس نے اس پرنور و محترم موتی کو توڑ دیا، ایاز نے کہا: اے محترم بزرگو! حکم شاہ کی قیمت زیادہ ہے یا اس موتی کی، اے لوگو! تمہاری نظر موتی پر ہے بادشاہ پر نہیں، میں اپنی نظر کو بادشاہ سے نہ ہٹاؤں گا اور مشرک کی طرح موتی کی طرف رخ نہ کروں گا، کیونکہ بادشاہ سے نظر ہٹا کر موتی کی طرف متوجہ ہونا بادشاہ کی محبت و اطاعت میں شرک ہے۔

گفت ایاز اے مہتران نامور
امر شہ بہتر بقیمت یا گہر

من زشہ برمی نگر دانم بصر
من چو مشرک روئے نارم در گہر
گوہر امر شاہ بود اے ناکساں
جملہ بشکستید گوہر را میاں
چوں ایاز ایں راز بر صحرا فگند
جملہ ارکاں خوار گشتند و نژند

ایاز نے کہا کہ اے نامور بزرگو! امر شاہ قیمت میں بہتر ہے یا موتی، میں شاہ سے اپنی نگاہ نہ ہٹاؤں گا، میں مشرک کی طرح گوہر کی طرف رخ نہ کروں گا، اے نااہلو! اصل موتی تو حکم شاہ تھا، تم سب نے سلطان کے حکم کا موتی توڑ دیا، جس وقت ایاز نے اس راز کو ارکینِ سلطنت پر ظاہر کیا تمام اراکین جو ایاز کے مقربِ بادشاہ ہونے کی وجہ سے حسد رکھتے تھے، اس کی فتح و کامیابی سے ذلیل و خوار ہو گئے۔ (جواہر پارے: ۲/۱۲۲-۱۲۷)

(۱۵) امام ابن تیمیہؒ اور ان کے حاسدین

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کو اپنی زندگی میں حاسدین و معاندین کا بار بار سامنا کرنا پڑا، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں:

مخالفین کا ایک گروہ اس بنا پر مخالف تھا کہ وہ اپنی غیر معمولی ذہانت و علم، اپنی شخصیت کی دل آویزی اور بلندی کی وجہ سے عوام و خواص میں مقبول اور حکومت کے اشخاص پر حاوی ہوتے جا رہے ہیں، اور ان کے علم و تقریر کے سامنے کسی کا چراغ نہیں جلتا، وہ جہاں رہتے ہیں، سب پر چھا جاتے ہیں، درس دیتے ہیں تو درس کی دوسری محفلیں بے رونق ہو جاتی ہیں، تقریر کرتے ہیں تو علم کا دریا امنڈتا نظر آتا ہے، ذہبی نے اس معنیٰ خیز فقرہ میں دلوں کی اس چھپی ہوئی بات کو آشکارا کر دیا ہے:

غَيْـرَ أَنَّـهُ يَـغْـتَـرِفُ مِـنْ بَحْرٍ وَ غَيْرُهُ مِنْ الائِمَّةِ يَغْتَرِفُوْنَ مِنَ السَّوَاقِيْ.

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ تو سمندر سے پانی لیتے ہیں، اور دوسرے اکابر علماء چھوٹی چھوٹی نہروں اور نالیوں سے پانی لیتے ہیں۔

ہر زمانہ کے علماء بہرحال بشر تھے، اور انسانوں ہی کا دل ودماغ اور انسانی احساسات رکھتے تھے، اس لئے کوئی تعجب کی بات نہیں کہ بہت سے لوگوں کے لئے ان کی مخالفت کا موجب یہی احساس کمتری اور انسانی طبیعت کی قدیم کمزوری تھی، جس سے بچنا بڑا مشکل کام ہے۔ (تاریخ دعوت وعزیمت: ۲/ ۱۵۶-۱۵۷)

❑❑❑

علماء اور دینی خدام کا باہمی حسد

حسد بلاشبہ انتہائی خطرناک مرض ہے، اس کے اسباب ومحرکات کا جائزہ یہ بتاتا ہے کہ معاصرت حسد کا بہت نمایاں محرک ہوتی ہے، علماء اور خدام دین کے حلقوں میں دیگر گناہوں کی بہ نسبت حسد کا گناہ بہت بڑھا ہوا ہوتا ہے، آپ ﷺ سے منقول ایک حدیث میں یہ فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ پہلے ہی مرحلے میں داخلِ جہنم کر دیئے جائیں گے اُن میں ظالم حکام، بددیانت تاجروں، متعصب لوگوں اور متکبر افراد کے ساتھ حاسد علماء بھی ہوں گے۔ (التفسیر الکبیر:۱/ ۴۶۵، احیاء العلوم:۳/ ۳۴۸، کنز العمال:۱۶/ ۳۷:۴۴۰۲۴)

مختلف مشائخ کی طرف یہ قول منسوب ہے:

لَوْلَا الْحَسَدُ فِی الْعُلَمَاءِ لَصَارُوْا بِمَنْزِلَةِ الْأَنْبِیَاءِ.

اگر علماء میں حسد نہ ہوتا تو وہ انبیاء کے مقام پر ہوتے۔ (مہلک روحانی امراض:۲۱۶)

امام راغب اصفہانی کا قول ہے:

هَلَاکُ الْعُلَمَاءِ بِحَسَدِهِمْ. (محاسد العلماء: شیخ احمد القطان)

علماء کی اصل بربادی ان کے حسد کی وجہ سے ہوتی ہے۔

ظاہر ہے کہ یہاں جن علماء کا ذکر ہے ان سے ''علمائے سوء'' مراد ہیں جن کو احادیث میں **''أَلَا إِنَّ شَرَّ الشَّرِّ شِرَارُ الْعُلَمَاءِ''** (سنو: سب سے بڑا شر برے علماء ہیں) فرمایا گیا ہے، اور جن کو احادیث میں **''شَرُّ مَنْ تَحْتَ أَدِيْمِ السَّمَاءِ''** (آسمان کی چھت کے نیچے سب سے

بدتر لوگ) قرار دیا گیا ہے، اور بتایا گیا ہے کہ ”مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَ فِيهِمْ تَعُوْدُ“ (انہیں کے پاس سے فتنہ نکلے گا اور انہیں میں لوٹ جائے گا) یعنی وہی فتنوں کا سرچشمہ ہوں گے اور فتنوں کے نقصانات سے سب سے زیادہ دوچار ہوں گے۔ (مشکوۃ:العلم)

امام ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں:

تَأَمَّلْتُ التَّحَاسُدَ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ، فَرَأَيْتُ مَنْشَأَهُ مِنْ حُبِّ الدُّنْيَا، فَإِنَّ عُلَمَاءَ الآخِرَةِ يَتَوَادُّوْنَ وَلا يَتَحَاسَدُوْنَ، وَالأَمْرُ الْفَارِقُ بَيْنَ الْفِئَتَيْنِ: أَنَّ عُلَمَاءَ الدُّنْيَا يَنْظُرُوْنَ إِلَى الرِّيَاسَةِ فِيهَا، وَيُحِبُّوْنَ كَثْرَةَ الْجَمْعِ وَالثَّنَاءِ، وَعُلَمَاءُ الآخِرَةِ بِمَعْزِلٍ عَنْ إِيْثَارِ ذٰلِكَ، وَقَدْ كَانُوْا يَتَخَوَّفُوْنَهُ، وَيَرْحَمُوْنَ مَنْ بُلِيَ بِهٖ. (صيدالخاطر:٤٨)

میں نے علماء کے باہمی حسد کے بارے میں غور کیا تو سمجھ میں آیا کہ اس کا سرا دنیا کی محبت سے جڑا ہوا ہے، اس لئے کہ علماء آخرت باہم محبت کرتے ہیں، باہم حسد نہیں رکھتے، علماء کے دونوں گروہوں (علماء آخرت اور علماء دنیا) کے درمیان فرق یہ ہے کہ علماء دنیا دنیوی وجاہت پر نگاہ رکھتے ہیں اور مال و دولت کی کثرت اور لوگوں کی زبانی اپنی خوب خوب تعریف اور مدح سرائی پسند کرتے ہیں، جب کہ علماء آخرت ان سب سے الگ تھلگ ہوتے ہیں، بلکہ وہ ایسی چیزوں سے ڈرتے رہتے ہیں اور جو دنیا کی محبت اور تعریف پسندی کے روگ میں مبتلا ہوتے ہیں ان سے ہمدردی کرتے ہوئے ان کی اصلاح کی دعا کرتے ہیں۔

کائنات میں سب سے پہلا حسد ابلیس نے حضرت آدمؑ سے کیا تھا، حضرت آدمؑ کو اللہ نے کامل اور خصوصی علم عطا فرمایا تھا، قرآن مجید میں ”وَعَلَّمَ آدَمَ الأَسْمَاءَ كُلَّهَا“ میں اس کی صراحت آئی ہے، دوسری طرف ابلیس کو بھی اللہ نے بھرپور علم سے نوازا تھا، بلکہ حکیم الامت

حضرت تھانویؒ کے بقول ابلیس بہت بڑا عالم، عابد اور عارف تھا، البتہ وہ اللہ کا عاشق نہیں تھا، اور یہی اس کی مردودیت کا باعث بنا، اللہ کی طرف سے ابلیس اور تمام ملائکہ کو حضرت آدمؑ کے سامنے سجدہ ریز ہونے کا جو حکم دیا گیا تھا اس نے ابلیس میں تکبر اور حسد کے جذبات بھڑکا دیئے تھے، گویا یہ ایک عالم کا دوسرے عالم سے حسد تھا، اس میں یہ سبق بھی ہے کہ عالمِ حاسد کو غور کرنا چاہئے کہ وہ ابلیس کے نقش قدم پر ہے، اور عالمِ محسود کو یہ اطمینان ہونا چاہئے کہ وہ حضرت آدمؑ کے نقش قدم پر ہے۔

شیخ عبداللہ بن حسین الموجان نے باضابطہ ایک کتاب ''تحاسد العلماء'' کے نام سے تحریر کی ہے، جس میں انہوں نے علماء کے باہم حسد کا مفصل تذکرہ کیا ہے، اور واضح کیا ہے کہ غیر تربیت یافتہ علماء حسد میں بہ طور خاص مبتلا ہوتے ہیں، وہ لکھتے ہیں کہ:

''عالم چاہتا ہے کہ اس کا ایک علمی مقام ہو جس میں اس کے ساتھ کوئی بحث نہ کر سکے، اس کے علاوہ کسی اور سے کوئی بات نقل نہ کی جائے اور نہ اس کے سوا کسی اور سے فتویٰ لیا جائے، لوگوں کا رجوع اسی کی طرف ہو، جب (یہ دیکھتا ہے کہ) لوگ کسی اور عالم کے ساتھ بیٹھتے ہیں، اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اس سے فتویٰ لیتے ہیں، تو یہ اس کے لئے جھگڑا اور حسد کا سبب بنتا ہے (کہ اس سے فتوے کیوں پوچھے جا رہے ہیں) اور پھر یہیں سے علماء آپس میں حسد کرنے لگتے ہیں۔'' (تحفۃ الائمۃ:۱۲۷)

حضرت زید بن حبیبؒ فرماتے ہیں:

صاحب علم وفقہ کے لئے بہت بڑا فتنہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے سے فاضل اور اہل افراد کی گفتگو سننے سے زیادہ خود بولنا پسند کرتا ہو، تاکہ اپنے علم کا رعب دوسروں پر ڈال سکے۔ (کتاب الزھد لابن المبارک:۱۶)

دروس، محاضرات اور خطابات میں بالعموم ایسا ہوتا ہے کہ حاسد مزاج انسان دوسرے عالم کا درس وخطاب سننے اور اثر قبول کرنے کے بہ جائے اس فکر میں لگ جاتا ہے کہ مجھے موقع

ملے اور میں انوکھے انداز میں بات پیش کرکے اپنی دھاک جمادوں اور اس عالم کا اثر ختم کردوں۔

شیخ احمد بن النضر الازدی فرماتے ہیں:

إِنَّ الرَّجُلَ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ إِذَا مَنَحَهُ اللّٰهُ شَيْئًا مِنَ الْعِلْمِ وَ حَرَمَهُ قُرَنَاءَهُ وَأَشْكَالَهُ، حَسَدُوْهُ فَرَمَوْهُ بِمَا لَيْسَ فِيْهِ، بِئْسَتِ الْخَصْلَةُ فِي أَهْلِ الْعِلْمِ. (اشكر حسادك: ١٩٦)

کسی عالم کو جب اللہ علم کا کوئی خاص مقام بخش دیتا ہے، اور وہ مقام اس کے ہم عصروں اور ہم عمروں کو نہیں ملتا، تو وہ اس سے حسد کرنے لگتے ہیں، پھر اس پر غلط الزامات لگانے لگتے ہیں، علماء میں حسد کی یہ خصلت بہت بری ہوتی ہے۔

حالانکہ حضرت ابوحازمؒ کے بقول:

جب تک تین باتیں نہ پائی جائیں کوئی شخص عالم کہلانے کا حق دار نہیں ہوتا:

(۱) اپنے سے بڑے سے بغاوت نہ کرے، (۲) اپنے سے چھوٹے کو حقیر نہ جانے، (۳) اپنے علم پر کسی سے معاوضہ کا طلب گار نہ رہے۔ (ایضاً)

حضرت عمرؓ کا قول ہے:

لَا يَكُوْنُ الرَّجُلُ عَالِماً حَتَّى لَا يَحْسُدَ مَنْ فَوْقَهُ وَلَا يَحْقِرَ مَنْ دُوْنَهُ. (التبيان فی حملة القرآن للنووی: ٦٠)

کوئی شخص اس وقت تک عالم نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے سے بڑے عالم سے حسد کرتا رہے اور اپنے سے چھوٹے عالم کو حقیر سمجھتا رہے۔

کسی عالم سے پوچھا گیا کہ فلاں عالم صاحب آپ سے ناراض رہتے ہیں اور آپ کی مذمت بھی کرتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ میرے سگے رشتہ دار ہیں،

پڑوسی بھی ہیں اور ہم پیشہ بھی ہیں، یعنی قرابت، ہم سائیگی اور ہم پیشگی یہ سب اسباب حسد بن جاتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے اس پر تفصیل سے کلام کیا ہے، اور حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کا نمونہ بھی ذکر کیا ہے کہ اخلاص کی برکت سے اللہ نے ان کے دل کو معاصرانہ چشمک پر مبنی حسد سے بطور خاص کس طرح محفوظ و مامون رکھا، فرماتے ہیں:

> اللہ بچائے یہ حسد بڑی خراب چیز ہے، خاص طور پر ہمارے اہل علم کے طبقے میں زیادہ پایا جاتا ہے، کیونکہ یہ علم ایسی چیز ہے کہ اس کے اندر ترفع کی شان ہے، اس وجہ سے دوسرے شخص کو علم میں آگے بڑھتا ہوا اور ترقی کرتا ہوا دیکھ کر اور اس کی مقبولیت دیکھ کر بعض اوقات اس کی طرف سے دل میں حسد پیدا ہوجاتا ہے، حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ ایک شخص نے خواب میں شیطان کو ایک بنجارے کی شکل میں دیکھا، 'بنجارہ' اس کو کہتے ہیں جو اپنا سامانِ تجارت ایک گٹھری میں باندھ کر اور اپنے کندھے پر لاد کر گاؤں گاؤں محلے محلے اس سامان کو بیچتا پھرتا ہے، نظیرا کبرآبادی کی مشہور نظم ہے جس میں وہ یہ کہتا ہے کہ:
>
> سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا
> جب لاد چلے گا بنجارہ
>
> بہرحال! خواب میں دیکھا کہ شیطان ایک بنجارے کی طرح بہت ساری گٹھریاں اپنے کندھے پر لادے جا رہا ہے، وہ گٹھریاں بھی عجیب وغریب تھیں، کسی گٹھری میں پاخانہ بھرا ہوا ہے، کسی گٹھری میں پیشاب بھرا ہوا ہے، کسی گٹھری میں پیپ وغیرہ، ساری دنیا کی نجاستیں اس کے پاس موجود تھیں اور ہر گٹھری پر کچھ نہ کچھ لکھا ہوا ہے، کسی پر لکھا ہے "حسد"، کسی پر "کینہ"، کسی پر "حب مال"، کسی پر "حب جاہ" وغیرہ۔
>
> کسی شخص نے شیطان سے پوچھا کہ تم یہ لے کر کہاں جا رہے ہو؟ شیطان نے کہ یہ سامان تجارت ہے، اس کو بیچنے جا رہا ہوں، اس شخص نے کہا کہ یہ سب گندگی ہے، یہ

کون تیرے سے خریدے گا، شیطان نے کہا کہ مجھے اپنے مال کی منڈیاں معلوم ہیں کہ کس منڈی میں میرا مال فروخت ہوگا، یہ ''حب مال'' تاجروں کے علاقے میں لے جا کر فروخت کروں گا، وہ مجھ سے یہ مال خرید لیں گے، یہ ''حب جاہ'' اور ''حسد'' اس کی منڈیاں علماء ہیں، جب علماء کے پاس لے جاؤں گا تو وہ اس کو ہاتھوں ہاتھ خرید لیں گے، العیاذ باللہ، اللہ تعالیٰ ہم سب کی اس سے حفاظت فرمائے۔

بہر حال! اگر علم کے ساتھ اخلاص نہ ہو تو اس علم کے نتیجے میں ''حب جاہ'' پیدا ہوتی ہے اور حب جاہ کے نتیجے میں ''حسد'' پیدا ہو جاتا ہے، کیونکہ جب دوسرے کو علم کے اندر آگے بڑھتا ہوا دیکھے گا تو اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوگا کہ یہ مجھ سے کیوں آگے بڑھ گیا، اس کی شہرت کیوں زیادہ ہوگئی، اس کی طرف لوگوں کا رجوع کیوں زیادہ ہونے لگا؟ اگر علم کے ساتھ اخلاص ہو کہ وہ علم اللہ تعالیٰ کے لئے ہو تو پھر ''حسد'' اور ''حب جاہ'' پیدا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا، بلکہ کوئی دوسرا علم کے اندر آگے بڑھ جائے گا تو خوشی پیدا ہوگی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رحمت سے اخلاص عطا فرمائے، آمین۔

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے آمین، یہ میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے ہم سبق تھے اور دونوں کو آپس میں ایک دوسرے سے بڑی محبت تھی اور اس درجے کی محبت تھی کہ حضرت والد صاحب کی ہر کتاب کے دو نسخے رکھا کرتے تھے، اور چونکہ تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی تھا، اس لئے حضرت والد صاحبؒ اپنی کتاب کا جو نام رکھتے تھے، وہ اپنی کتاب کا وہی نام رکھتے تھے، چنانچہ والد صاحب نے قرآن کریم کی تفسیر لکھی اور اس کا نام ''معارف القرآن'' رکھ دیا، انہوں نے بھی قرآن کریم کی تفسیر لکھی اور اس کا نام بھی ''معارف القرآن'' رکھ دیا، حضرت والد صاحبؒ نے ایک کتاب ''دعاوی مرزا'' کے نام سے لکھی، انہوں نے بھی ایک کتاب ''دعاوی مرزا'' کے نام سے لکھی، کئی کتابیں ایک ہی نام کی لکھیں۔

لاہور میں قیام تھا، ایک مرتبہ میں لاہور گیا اور ان سے ملاقات کے لئے پہنچا تو مجھ سے فرمایا کہ ''مولوی شفیع سے میرا اسلام کہیو''، لفظ ''مولوی'' سے آگے مولانا کا لفظ کبھی نہیں بولتے تھے، پھر فرمانے لگے کہ مولوی شفیع سے ہمارا باون سال کا تعلق ہے اور الحمدللہ اس باون سالہ تعلق کے دوران کبھی دل میں ایک دوسرے کے خلاف بال بھی نہیں آیا، پھر فرمانے لگے کہ یہ بتاؤں کہ ایک دوسرے کے خلاف بال بھی کیوں نہیں آیا؟ فرمایا کہ بال اس لئے نہیں آیا کہ مولویوں کے درمیان جو تعلقات خراب ہوتے ہیں، اس کی وجہ ''حسد'' ہوتی ہے کہ فلاں ہم سے آگے کیوں نکل گیا، اس حسد کی وجہ سے کدورتیں پیدا ہوتی ہیں اور اس کے نتیجے میں تعلقات خراب ہوتے ہیں، الحمدللہ! میرا مولوی شفیع سے اس قسم کا حسد کبھی ہوا ہی نہیں۔

پھر فرمایا کہ اچھا یہ بتاؤں کہ ہمارے درمیان ''حسد'' کیوں نہیں ہوا؟ میں نے کہا بتادیں، فرمایا کہ تم نے ''کافیہ'' پڑھا؟ میں نے کہا: جی ہاں! پڑھا، فرمایا کہ اس میں توابع کا بیان آتا ہے، وہ تم نے پڑھا؟ میں نے کہا: جی ہاں! پڑھا، فرمایا کہ اس توابع میں ایک نعت ہوتی ہے، وہ پڑھی؟ میں نے کہا کہ: جی ہاں! پڑھی، فرمایا کہ نعت کی دو قسمیں ہوتی ہیں، ایک متبوع کی نعت اور ایک متعلقِ متبوع کی نعت، مثلاً اگر ''زیدن العالم'' کہو تو ''عالم'' زید کی نعت اور اس کی صفت ہے، اور کبھی متعلقِ متبوع کی نعت ہوتی ہے، جیسے ''زیدن العالم غلامہ'' اس میں ''عالم'' اگرچہ اصلاً غلام کی نعت ہے، لیکن جب ترکیب کروگے تو یوں کہوگے ''زید'' موصوف ''العالم غلامہ'' صفت، حالانکہ ''العالم'' زید کی صفت نہیں ہے بلکہ اس کے متعلق یعنی غلام کی صفت ہے، مگر پھر بھی ترکیب میں اس کو ''زید'' ہی کی صفت کہا جاتا ہے۔

یہ ساری تفصیل بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ مولوی صاحب! جب مولوی شفیع کا کوئی علمی کارنامہ میرے سامنے آوے تو میں یوں سمجھوں کہ میں ''زیدن العالم اخوہ'' کی قبیل سے ہوں اور جو تصنیف انہوں نے کی ہے، وہ حقیقت میں تو ان کی ہے لیکن ان

کے واسطے سے میری بھی ہے، اس وجہ سے ہمارے درمیان طویل عرصے کی دوستی کے باوجود کبھی دل میں حسد پیدا نہیں ہوا، اللہ تعالیٰ یہ جذبہ ہم سب کو عطا فرمادے، آمین۔

لٰہذا علم کے اندر اخلاص ہونا چاہئے، یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے علم حاصل کرنا چاہئے، یہ علم اس لئے نہیں ہے کہ اس کے ذریعہ دوسروں پر فضیلت جتائی جائے، ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیا خوبصورت بات ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ کیا یہ علم اللہ تعالیٰ نے دوسروں پر جتلانے کے لئے دیا ہے؟ ارے اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک نعمت دی ہے، اس نعمت کو صحیح مصرف پر استعمال کرو، اس علم کا صحیح مصرف یہ ہے کہ اس علم کے ذریعہ دوسروں کو نفع پہنچاؤ اور اس کے ذریعہ دوسروں کی خدمت کرو، تم خادم اور دوسری مخلوق مخدوم ہے، علم کے ساتھ یہی خدمت کا جذبہ انسان کے اندر پیدا ہونا چاہئے، نہ یہ کہ اس کے ذریعہ دوسروں پر اپنی فضیلت جتائی جائے۔

اور جب یہ اخلاص پیدا ہو جائے گا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر کوئی دوسرا شخص علم کے اندر تم سے آگے بڑھتا نظر آئے گا اور اس کے ذریعہ لوگوں کو فائدہ پہو نچتا نظر آئے گا تو تم یہی سمجھو گے کہ میرا ہی مقصد حاصل ہو رہا ہے، لٰہذا اس پر خوش ہونا چاہئے، نہ یہ کہ اس پر رنجیدہ ہوں۔

یہ ”شہرت اور حبِ جاہ اور مقبولیت“ دین کے اعتبار سے تو یہ خراب چیز ہے، حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی راحت کے اعتبار سے بھی بڑی خراب چیز ہے، اس کے نتیجے میں آدمی کسی کام کا نہیں رہتا، آدمی ایسی فضول چیز کو حاصل کرنے کی طرف کیوں توجہ کرے اور اس کی وجہ سے دوسروں سے کیوں حسد کرے، ارے بھائی! اگر لوگ تمہارے مقابلے میں دوسروں کی طرف زیادہ متوجہ ہو رہے ہیں تو تمہیں تو خوش ہونا چاہئے کہ تمہارا کام آدھے سے زیادہ دوسرا انجام دے رہا ہے، اس لئے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، نہ یہ کہ اس سے حسد کرنے بیٹھ جاؤ۔

بہرحال! اگر دل میں یہ اخلاص رہے تو پھر حسد کی جڑ کٹ جاتی ہے، اور اس حسد

سے بچنے کا بڑا ذریعہ یہ ہے کہ ہر عمل میں اخلاص پیدا کرو، جوں جوں اخلاص پیدا ہوگا، ان شاء اللہ یہ حسد زائل ہوجائے گا۔ (اصلاحی مجالس:۴/ ۱۵۹-۱۶۴)

امام غزالی نے تعلیم وتدریس سے وابستہ علماء کی ذمہ داریوں کے ذکر میں لکھا ہے کہ:

> کسی خاص فن کا درس دینے والے مدرس کو چاہئے کہ دیگر علوم وفنون جو اس کے زیر درس نہیں ہیں، طالب علم کے سامنے ان کی اہمیت نہ گھٹائے، مثلاً ادب کا استاذ جسے ادب سے مناسبت ہے، علم فقہ کی شان نہ گھٹائے، یا علم فقہ کا ماہر علم حدیث وتفسیر کی وقعت کم نہ کرے، وہ کسی بھی علم کا ماہر ہو طالب علم پر ہر علم کی گنجائش کھلی رکھے، اور اگر وہ متعدد علوم میں ماہر ہو تو بتدریج ایک علم کے بعد دوسرے علم کی طرف طالب علم کو متوجہ کرے۔ (احیاء العلوم:۱/ ۷۶ بیان وظائف المرشد المعلم)

واقعہ یہ ہے کہ ایک فن کے عالم کے ذریعہ دوسرے فنون کی تحقیر دراصل حسد اور کبر کا شاخسانہ ہوتی ہے، ممتاز عالم دین حضرت مولانا اعجاز احمد اعظمیؒ نے اپنے فرزند کو مخاطب بنا کر ایک مکتوب میں امام غزالیؒ کے مذکورہ اقتباس کی روشنی میں بے حد اہم ہدایات دی ہیں، طوالت کے باوجود ان کی اہمیت کی وجہ سے انہیں درج کیا جاتا ہے، لکھتے ہیں:

> امام غزالی علیہ الرحمہ اپنے دور کے حالات کے مطابق یہ فریضہ بتا رہے ہیں، اس دور میں اور اس کے بعد کے ادوار میں تعلیم کا جو طریقہ تھا وہ یہ کہ الگ الگ فن کے الگ الگ اساتذہ ہوتے تھے، جو اپنے فن کے طلبہ کو لے کر بساطِ درس بچھائے ہوتے، حدیث کا طالب علم کسی محدث کی خدمت میں حاضر ہوتا، فقہ کا طالب کسی فقیہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرتا، علم کلام کا جویا متکلم کے پاس جاتا، منطق وفلسفہ کا چاہنے والا منطقی وفلسفی کا شاگرد بنتا، لغت وادب کا شیدائی لغوی اور ادیب کی جوتیاں سیدھی کرتا، انسان کی نفسیاتی کمزوری ہے کہ جس کو جس علم وفن سے دلچسپی ہوتی ہے، دوسرے علم وفن کو وہ قدر ومنزلت نہیں دیتا جس کا وہ مستحق ہوتا ہے، وہ خود بھی اور اس کے طلبہ بھی دوسرے فن کے حق میں انصاف کرنے میں کوتاہی کرنے لگتے ہیں، امام غزالی اس پر

متنبہ کرتے ہیں کہ یہ بات طالب علم کی خیر خواہی اور خلوص کے خلاف ہے، مدرس کو خواہ وہ کسی فن کا ہو، چاہئے کہ وہ دوسرے فن کی تحقیر نہ کرے، تاکہ ایک طالب علم جب کسی فن میں معتد بہ مہارت پیدا کرلے تو دوسرے ضروری اور مفید فن کی تحصیل میں اسے کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

دارالعلوم دیوبند کے آغاز سے جس طرح کے مدرسوں کا رواج ہوا ہے، ان میں اکابر نے ایسا انتظام کردیا ہے، کہ تحقیر و تحسین کی یہ کشمکش بہت حد تک کم ہوگئی، کیونکہ علم دین کے لئے ہر ضروری اور معاون فن کو ان حضرات نے درس میں شانہ بشانہ رکھ دیا ہے، نحو، صرف، منطق، فقہ، حدیث، تفسیر، بلاغت اور ادب سب تکمیل تک ایک دوسرے کے ساتھ چلتے رہتے ہیں، پڑھانے والے بھی بیک وقت متعدد فنون پڑھاتے ہیں، اس طرح ترجیحات کی گنجائش نہیں نکلتی۔

لیکن اسی طرح کی اس سے زیادہ خطرناک ایک بیماری پیدا ہوتی ہے، جس کے نتائج طالب علم کے حق میں بہت مضر نکلتے ہیں، وہ یہ کہ علوم کی ترجیحات کے بہ جائے اساتذہ کے درمیان تنافس، بلکہ تحاسد کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے، یہ کیفیت دینی اور اخلاقی اعتبار سے بھی زہر ہے، اور طالب علم اور مدرسہ کے لئے بھی مضر ہے۔

پہلے ہر مدرس کی درسگاہ الگ ہوتی تھی، اب ایک ہی مدرسے میں کئی مدرس ہوتے ہیں، یہ مختلف استعداد، مختلف طبیعت و مزاج کے ہوتے ہیں، اور مختلف اساتذہ کے تلامذہ ہوتے ہیں، ایک ہی مدرسہ میں پڑھاتے ہیں، طلبہ کی ہر جماعت متعدد اساتذہ سے پڑھتی ہے، پسند وناپسند کا معیار بھی الگ الگ ہوتا ہے، اس ماحول میں فطرت انسانی کی وہ کمزوری جسے حسد کہا جاتا ہے، بہت زور کرتی ہے، اگر استاذ قلب ودماغ کا کمزور ہوا تو دوسرے پر تنقید وتبصرہ یا شرعی زبان میں غیبت وتنقیص میں مبتلا ہوجاتا ہے، ایک مدرس دوسرے مدرس کو طلبہ کی نگاہ میں اور ماحول کے اندر کم رتبہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس سے طلبہ میں باہم کشمکش پیدا ہوجاتی ہے، پھر تحصیل علم کی سرگرمی ٹھنڈی پڑنے لگتی ہے۔

اس لئے میں تمہیں اس مسئلہ میں بہت تاکید کرتا ہوں کہ ہرگز ہرگز کسی سے حسد نہ ہو، حاسد جب حسد کرتا ہے تو حق تعالیٰ پر اعتراض کرتا ہے، وہ اللہ سے خوش نہیں ہے کہ فلاں کو علمی تبحر و وسعت، مقبولیت ومحبوبیت اور خوش تقریری کی دولت کیوں ملی؟ اس سے سمٹ کر میری طرف کیوں نہیں چلی آتی، بھلا بتاؤ، اللہ پر اعتراض کرنے والا کیسے کامیاب ہوسکتا ہے؟ تمہارا طریقہ یہ ہونا چاہئے کہ جس کسی کی جو خوبی ہو، اسے خوش دلی سے مان لو، اس کا اعتراف کرو اور اس اعتراف کا جو تقاضا ہو، احترام کا، استفادے کا، مدح وتوصیف کا، اس میں بخل نہ کرو، جو نعمت اللہ نے اسے دی ہے تم اس پر راضی ہو تو اللہ سے راضی ہو، ہرگز ہرگز اس کی تنقیص نہ کرو، نہ صراحۃً نہ کنایۃً، نہ طلبہ کے سامنے نہ اپنے ہم چشموں اور معاصرین کے درمیان، غیبت جیسی کچھ معصیت ہے تم جانتے ہو، پھر آدمی جب غیبت کرتا ہے تو غیبت ہی تک محدود نہیں رہتا، وہ اس حد سے گزر کر تہمت اور بہتان کی مہلک اور اندھیری وادی میں جا گرتا ہے، پھر وہ اللہ کے یہاں بھی ذلیل وخوار ہوتا ہے، اور مخلوق بھی اس سے بیزار ہوجاتی ہے۔

فی زمانہ مدارس میں بعض اوقات مدرسوں کی مجلسیں غیبت، بہتان، استہزاء وتحقیر کی غلاظتوں کا انبار بن جاتی ہیں، ان سخت معاصی میں مبتلا ہوکر بھی عالم کے عالم اور بزرگ کے بزرگ بنے رہتے ہیں، معصیت سے بچنا بہت ضروری ہے، اور یہ حقوق العباد قسم کی معصیتیں انسان کے قلب ودماغ کے لئے سخت مضر ہیں اور مرنے کے بعد تو خطرۂ عظیم ہیں، اس لئے مدرسے میں قدم رکھو تو اپنے ہی جیسے یا اپنے سے بڑے علماء کا گوشت نہ کھاؤ، اس سے اس طرح بچو جیسے آدمی سانپ سے بچتا ہے، یہ موضوع بہت ضروری ہے۔ (منصب تدریس اور حضرات مدرسین: ۳۵-۳۷)

امام محمد بن حسین آجری علیہ الرحمہ نے اپنے رسالہ ’’اخلاق العلماء‘‘ میں علمائے سوء کے اوصاف میں ’’حسد‘‘ کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے، اور بتایا ہے کہ ایسے عالم کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ:

اگر اس کے دور میں علماء کی تعداد زیادہ ہو اور زمرۂ علماء میں ان کا شمار ہوتا ہو تو چاہتا

ہے کہ اس کا بھی تذکرہ ان میں ہو، اگر کسی مسئلہ میں اس سے سوال نہ کیا جائے اور دوسرے علماء سے پوچھا جائے تو اس کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ مجھ سے دریافت کیا جائے، حالانکہ اس پر اسے خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے تھا کہ چلو میں ذمہ داری سے چھوٹا، اور اگر کسی دوسرے نے مسئلہ بتایا اور اس کا بتایا ہوا مسئلہ غلط ثابت ہوگیا تو اسے بہت خوشی ہوتی ہے، حالانکہ اسے رنج ہونا چاہیئے تھا، اگر کسی عالم کی وفات ہوتی ہے تو یہ خوش ہوتا ہے کہ اب لوگ اس کے محتاج و نیازمند ہوں گے، اگر اس سے کوئی ایسی بات پوچھی جائے جو اسے معلوم نہ ہو تو اسے اپنی لاعلمی کا اقرار کرنے میں عار محسوس ہوتا ہے اور تکلف کر کے ایسا جواب دیتا ہے جس کی گنجائش نہیں ہوتی، اگر اسے معلوم ہو کہ فلاں آدمی مسلمانوں کے لئے اس سے زیادہ مفید ہے تو اس کی زندگی اسے ناپسند ہو جاتی ہے اور لوگوں کی رہنمائی اس کی جانب نہیں کرتا، اگر اس نے کوئی بات بتائی، اس کی یہ بات مان کر لوگوں نے اتباع کر لیا اور جاہلوں کے نزدیک اس کی وجہ سے ایک مقام و مرتبہ اسے حاصل ہوگیا، پھر معلوم ہوا کہ بات غلط تھی، تو اب اسے اپنی غلطی کا اعتراف کرنے میں عار محسوس ہوتا ہے، غلطی کا اعتراف تو ایک طرف رہا اس اندیشہ سے کہ اس کا مرتبہ مخلوق کی نگاہ سے گر نہ جائے، اپنے اس قول کی حمایت میں دلائل فراہم کرنے لگتا ہے۔

اپنے کو زمرۂ علماء میں شمار کرتا ہے، حالانکہ اعمال اس کے سب احمقوں والے ہیں، دنیا کی محبت، جھوٹی تعریف کی خواہش اور جاہ و منزلت کی حرص نے اس کو فتنہ میں ڈال رکھا ہے، علم کے ذریعہ ایسی آرائش کرتا ہے جیسے کوئی خوبصورت عورت کپڑوں سے اپنے کو سنوارتی ہے، لیکن اپنے علم کو عمل سے مزین نہیں کرتا۔ (ایضاً:۶۳)

حسد کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عالم اپنے معاصر علماء کے نقائص طلبہ اور عوام کے سامنے اجاگر کرتا ہے، عارف باللہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ نے لکھا ہے کہ:

اساتذہ کو چاہیئے کہ مدرسہ کے نظم اور اس کے مہتمم و اراکین اور دوسرے اساتذہ کی خرابیاں طلبہ کے سامنے نہ بیان کریں، اگر وہ چیزیں واقعی قابل اصلاح ہیں تو ذمہ دار

حضرات کو دیانتداری اور خیرخواہی کے ساتھ مشورہ دے دیا کریں تاکہ وہ اپنی صوابدید کے مطابق اس کی اصلاح کردیں، طلبہ کے سامنے اس قسم کی چیزیں لانے ہی کا نتیجہ ہے جو اسٹرائک کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، تجربہ تو یہی بتاتا ہے کہ طلبہ کے ذریعہ جو فساد مدارس میں رونما ہوتا ہے اس کی پشت پناہی کرنے والا مدرسہ کا کوئی مدرس ہوتا ہے۔

غیبت، کسی کی پردہ دری، افتراق بین المسلمین تو ہر ایک کے لئے ناجائز اور حرام ہے، تو پھر علماء اور مقتدایانِ دین کے لئے یہ کس طرح جائز ہوں گی، مدارس میں جب اس قسم کی بہت سے خرابیاں آجاتی ہیں اور اساتذہ ایک دوسرے کی برائی میں لگ جاتے ہیں تو اس کا اثر طلبہ اور عوام پر بہت برا پڑتا ہے، پھر جب وہ درس اور وعظ میں ان معائب (یعنی غیبت وغیرہ) کی برائیاں اوران پر وعید بیان کرتے ہیں تو ان کی اس لفاظی کا کسی کے دل پر اثر نہیں ہوتا اور فوراً ان کے کارنامے آئینہ بن کر لوگوں کے سامنے آجاتے ہیں۔

علامہ شعرانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص ہمارے سامنے ہمارے ہم عصر کی تعریف کرے تو ہم بھی اس کی تعریف اور مدح میں موافقت کریں اور اس میں میخ نہ نکالیں خواہ وہ ہم پر اعتراض ہی کرتا رہتا ہو، کیوں کہ جب ہم بجائے اس کی برائی اور اعتراض کرنے کے تعریف کریں گے تو جلد ہی وہ اپنی حرکت سے باز آجائے گا اور برائی کرنا چھوڑ دے گا، اس تدبیر سے ہم خود گناہ سے بچ جائیں گے اور اس کو بھی بچالیں گے، یہ عہد آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

ذرا اس زمانے کے علماء اور سالکین غور سے دیکھیں کہ اس پر کہاں تک عمل کیا جاتا ہے، افسوس صد افسوس یہ مرض مدارس اور خانقاہوں میں عام طور پر سرایت کرتا جارہا ہے، نتیجہ ظاہر ہے کہ جو دنیا میں سب سے بہترین مقامات تھے، آج وہی سب سے زیادہ شرور وفتن کے چشمے بنے ہوئے ہیں، جن کے بدبودار سوتے بہہ بہہ کر دنیا کو متعفن کررہے ہیں، اللہ پاک سب کی حفاظت فرمائے۔ (تحفۂ مدارس: ۲۴۱-۲۴۲)

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا ملفوظ ہے:

ایک مرض اپنی جماعت میں اور پیدا ہو گیا ہے، کہ آپس میں بیٹھ کر ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ فلانے بڑے بڑھے ہوئے ہیں اور فلانے کم ہیں، ایک دوسرے کو فضیلت دے کر دوسرے کے عیوب بیان کرتے ہیں، اپنے حضرت کو دیکھا کہ مجمع میں بکثرت لوگ ہوتے مگر یہ بھی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ کون کس سے بیعت ہے؟ (العلم والعلماء: افادات حضرت تھانویؒ: ۳۶۳)

امام ابو حازمؒ فرماتے ہیں:

گذشتہ زمانے میں جب (خیر کا غلبہ تھا) کوئی شخص اپنے سے زیادہ صاحب علم سے ملتا تھا تو اس کو نعمت عظمیٰ اور غنیمت کبریٰ سمجھتا تھا اور استفادہ کرتا تھا، اور اپنے برابر کے عالم سے ملتا تھا تو علمی مذاکرے میں مشغول ہو جاتا تھا، اور اپنے سے کم علم والے سے ملتا تھا تو فخر و تکبر کا مظاہرہ نہیں کرتا تھا، اور اب زمانہ ایسا آ گیا ہے کہ آدمی اپنے سے بڑے علماء کو ہدف ملامت اور نشانۂ نقد بناتا ہے، اور لوگوں میں یہ تأثر دیتا ہے کہ ان کو کوئی بڑا کمال حاصل نہیں ہے، اور مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اپنے برابر کے علماء سے اعراض کرتا ہے، باہم علمی مذاکرے کو پسند نہیں کرتا، اور اپنے سے کم علم والے کو حقیر سمجھتا ہے اور دوسروں کے سامنے اس کی تذلیل کرتا ہے، لوگوں کی بربادی کا راز یہی ہے۔ (جامع بیان العلم وفضلہ: ۲/۱۵۱)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

بسا اوقات بعض وہ لوگ جو عالم کہلاتے ہیں (مگر درحقیقت وہ علماء میں شمار کئے جانے کے قابل نہیں ہیں) وہ ہر اس شخص سے حسد کرنے لگتے ہیں جسے اللہ نے علم نافع اور عمل صالح سے نوازا ہو اور خدمت دین کی توفیق عطا فرمائی ہو، یہ بہت بری خصلت ہے، اور یہ اُن یہودیوں کی مشابہت ہے جن پر اللہ کا غضب نازل ہو چکا ہے۔ (محاسد العلماء: شیخ احمد القطان)

اہل علم کے باہمی حسد کے مختلف مظاہر اور شکلیں ہوتی ہیں، جن میں سے چند نمایاں امور یہ ہیں:

(۱) تحقیر کی نیت سے دعائیہ کلمات کا استعمال

جب کسی عالم کو دوسرے عالم سے حسد ہوتا ہے، پھر کوئی شخص اس سے اس عالم کے بارے میں دریافت کرتا ہے تو یہ حاسد عالم محسود عالم کو دعا دیتے ہوئے کہتا ہے: غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ (اللہ ان کو معاف فرمائے) اَصْلَحَهُ اللّٰهُ (اللہ ان کی اصلاح فرمائے) هَدَاهُ اللّٰهُ (اللہ ان کو ہدایت سے نوازے) یہ الفاظ بظاہر دعا کے ہیں مگر حاسد عالم کے انداز واطوار سے واضح ہوجاتا ہے کہ ان دعائیہ کلمات سے اس کا مقصد دعا دینا نہیں ہے، بلکہ مخاطب کے سامنے یہ ظاہر کرنا ہے کہ وہ عالم گناہوں میں مبتلا ہے، اللہ اسے معاف فرمائے، وہ گمراہی پر قائم ہے، اللہ اسے ہدایت سے نوازے، وہ بگاڑ کا شکار ہے، اللہ اس کی اصلاح فرمائے۔

(۲) عالم کے علم اور کام کی تنقیص

حسد کی ایک شکل یہ ہوتی ہے کہ دوسرے کسی عالم کا علمی رسوخ دیکھ کر اس کے علم، تصنیف، درس اور خطاب وغیرہ کے بارے میں تنقیص پر مبنی کلمات استعمال کئے جاتے ہیں۔

(۳) بدعقیدگی یا کج فکری وغیرہ کا الزام

حسد کا شاخسانہ یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک عالم دوسرے عالم کی مقبولیت اور مرکزیت سے پریشان ہوکر اسے بدنام اور رسوا کرنے کے لئے اس کے اوپر بدعقیدگی، کج فکری یا گمراہ افراد وطبقات سے تعلق اور وابستگی وغیرہ کے الزامات عائد کردیتا ہے، علمائے سلف میں بطور خاص حضرت امام بخاریؒ کے ساتھ بار بار اور مختلف شہروں میں ایسا ہی ہوا کہ معاصر علماء نے (جن میں اکثر علمائے سوء تھے جو بدنیت بھی تھے اور ظالم حکمرانوں کے مقرب بھی تھے، جب کہ کچھ

مخلص علماء بھی تھے جو غلط فہمیوں کے حصار میں آ گئے تھے) ان کے اوپر بدعقیدگی اور کج فکری کے جھوٹے الزامات لگائے اور طوفان کھڑا کر دیا۔

(۴) عالم کی غلطیوں، کوتاہیوں اور لغزشوں کا تجسس

حسد کی ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ حاسد عالم دوسرے عالم کی ٹوہ میں لگ جاتا ہے اور اس کی غلطیوں، کوتاہیوں اور لغزشوں کی چھان بین کرتا رہتا ہے، چونکہ انبیاء کے علاوہ کوئی معصوم نہیں ہے، بڑے سے بڑے صاحب علم کے کام اور شخصیت میں نقد واحتساب کی گنجائش ہوتی ہے اور خامیاں پائی جاتی ہیں، عالم ربانی دوسرے علماء کی ایسی خامیوں کی پردہ پوشی بھی کرتا ہے اور اچھی توجیہ بھی کرتا ہے مگر بسا اوقات حسد کا جذبہ کسی عالم پر اس درجہ غالب آ جاتا ہے کہ وہ دیگر علماء کی غلطیوں ہی کو پیش نگاہ رکھتا ہے پھر رائی کو پہاڑ بنا کر پیش کرتا ہے، اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ محسود لوگوں کی نگاہوں سے گر جائے۔

(۵) عالم سے علم حاصل نہ کرنے کی تلقین

حسد کا ایک نمونہ یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص حاسد عالم سے اس کے محسود عالم سے استفادہ کی بابت معلومات یا مشورہ کرتا ہے تو وہ فوراً یہ کہتا ہے کہ ان کے بجائے فلاں سے استفادہ کیا جائے، یہ مشورہ دیانتداری کی بنیاد پر نہیں بلکہ ان سے حسد کی بنیاد پر ان کی نااہلی کو ثابت کرنے اور حقیر ظاہر کرنے کے مقصد سے دیا جاتا ہے۔

(۶) کسی عالم کے علمی مرکز اور سر چشمہ کی تحقیر

حسد کی ایک نمایاں شکل یہ بھی ہوتی ہے کہ حاسد عالم اپنے محسود عالم کا تذکرہ آنے پر یہ استفسار کرتا ہے کہ:

انہوں نے کہاں تعلیم حاصل کی؟ ان کے اساتذہ کون ہیں؟ مثلاً: وہ جامعہ ازہر

مصر یا دارالعلوم دیوبند یا مدینہ یونیورسٹی سے فارغ ہیں یا نہیں؟ ان کے پاس پی ایچ ڈی کی سند ہے یا نہیں؟ ان کے نمبرات کتنے رہے؟ کیا وہ پوزیشن ہولڈر رہے؟ کاش! ان کی فراغت ازہر یا دیوبند سے ہوتی، کاش! وہ فرسٹ پوزیشن ہوتے، اگر وہ فلاں اساتذہ سے پڑھتے تو بہتر ہوتا۔

حاسد عالم یہ ساری باتیں صرف اس نیت سے کرتا ہے کہ موجود لوگوں کے سامنے اس عالم کو بے حیثیت ثابت کیا جائے، جس ادارے سے اُس عالم نے استفادہ کیا ہے، اُس مرکز کی تحقیر کی جائے، حالانکہ علم اصلاً عطائے خداوندی ہے اور احادیث کی صراحت کے مطابق اللہ جس کے ساتھ عظیم خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے علم وتفقہ سے مالا مال کر دیتا ہے، افراد، ادارے اور شخصیات وسائل ہیں، مقاصد نہیں ہیں، اسی طرح نمبرات اور ڈگریاں علامت ہیں، اصل نہیں ہیں، علمی تاریخ میں بہت سی ایسی مثالیں ہیں کہ چھوٹی درسگاہوں اور غیر معروف اساتذہ سے استفادہ کرنے والوں کا علمی ڈنکا پوری دنیا میں بجا اور ان کا لوہا سب نے مانا، اس لئے اصل نگاہ استعداد اور خدمت پر ہونی چاہئے نہ کہ انتسابات اور علامتوں پر۔

(۷) بے جا مباحثہ اور جھک بازی

حسد کرنے والا عالم بسا اوقات دیگر علماء کو ذلیل کرنے کے لئے ان سے بے جا مباحثے کرتا ہے، ہوتا یہ ہے کہ کبھی حاسد عالم کا اختصاص ایک موضوع پر ہوتا ہے اور محسود کا اختصاص دوسرے موضوع پر ہوتا ہے، اب حاسد اپنے اختصاص کے موضوع پر محسود سے برسرِ عام مباحثہ کرتا ہے اور مقصداً اسے رسوا کرنا ہوتا ہے، احادیث میں ''دیگر علماء سے بے جا مباحثہ اور جھگڑا کرنے کی نیت سے علم حاصل کرنے'' پر سخت وعید کے الفاظ آئے ہیں۔

(۸) چغل خوری

اہل علم کے باہمی حسد میں ایک دوسرے کو پھنسانے، موردِ الزام ٹھہرانے اور ذلیل

ورسوا کرنے کی نیت سے اِدھراُدھر باتیں منتقل کرنا اور چغلی کرنا بھی شامل ہے۔

(۹) احسان جتانا

چونکہ دنیا اسباب ووسائل سے جڑی ہوئی ہے، اہل علم میں بھی بارہا ایسا ہوتا ہے کہ ایک عالم دوسرے عالم کی مدد کرتا ہے، یہ مدد ملازمت فراہم کرانے، سفارش، تائید، مالی تعاون، علمی تعاون وغیرہ مختلف صورتوں میں ہوتی ہے، اگر دلوں میں اخلاص ہو تو دوسرے کی مدد کرنے والا کبھی نہ احسان جتاتا ہے اور نہ اس عنوان سے شرمندہ کرتا ہے، اور مدد حاصل کرنے والا ہمیشہ احسان منداور دعا گو رہتا ہے، مگر جب حسد پیدا ہو جاتا ہے تو مدد کرنے والا عالم احسان بھی جتاتا ہے اور برسرعام بار بار شرمندہ بھی کرتا ہے، اور مدد حاصل کرنے والا احسان فراموشی اور بغاوت پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

امام بخاریؒ اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ وغیرہ کی سیرت کا مطالعہ کیا جائے تو ان کے متعدد معاصر اہل علم کی طرف سے (غلط فہمی، بدگمانی یا کسی اور بنیاد پر ہی سہی) ان کے تئیں حسد اور حاسدانہ جذبات کا اندازہ ہوتا ہے، منقول ہے کہ امام محمد بن یحییٰ ذہلیؒ کا رویہ امام بخاریؒ کے ساتھ ایسا ہی تھا، شیخ محمد شادل الہاشمی نیشاپوریؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں امام بخاریؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ کے اور محمد بن یحییٰ ذہلیؒ کے درمیان جو مسئلہ ہے اس کی وجہ سے آپ کے پاس جو لوگ بھی پڑھنے آتے ہیں، محمد بن یحییٰؒ ان سے قطع تعلق کر لیتے ہیں، کیا اس مسئلہ کا کوئی حل بھی ہے؟ امام بخاریؒ نے فرمایا:

كَمْ يَعْتَرِىْ مُحَمَّدَ بْنَ يَحْيَى الحَسَدُ فِي الْعِلْمِ، وَالْعِلْمُ رِزْقُ اللّٰهِ يُعْطِيهِ مَنْ يَشَاءُ.

محمد بن یحییٰ کو علم کے بارے میں کتنا حسد لاحق ہو گیا ہے، جب کہ علم تو اللہ کا عطیہ ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ (سیرت امام بخاری: مولانا عبدالرحمٰن چیمہ: ۲۸۳)

سلف کا اسوہ یہ بتاتا ہے کہ علماء اور خدام دین میں ایک دوسرے کے تئیں وحدت ومودت اور نصح والفت کا اٹوٹ رشتہ ہونا چاہئے، ان کے دلوں میں ہر مرحلے میں تعاونِ باہم کا جذبہ بیدار رہنا چاہئے۔

اولیاء امت کے سیر وسوانح میں یہ فکر انگیز واقعہ ملتا ہے کہ پانی پت کے علاقے میں ایک بافیض مرد خدا شیخ شمس الدین ترکؒ کی خانقاہ آباد تھی اور فیض تسلسل سے جاری تھا، کچھ عرصے بعد وہاں ایک دوسرے بزرگ شیخ بوعلی قلندرؒ کی آمد ہوئی، اور انہوں نے بھی اسی علاقے میں اپنا سلسلۂ خدمت شروع کر دیا، اب پہلے بزرگ نے ایک پیالے میں دودھ بھر کر اپنے خادم کے توسط سے اُن دوسرے بزرگ کی خدمت میں بھیجا، دوسرے بزرگ لبریز پیالہ دیکھ کر مسکرائے اور اس میں گلاب کے پھول کی کچھ پنکھڑیاں ڈال کر واپس کر دیا، پہلے بزرگ نے لبریز پیالہ بھیج کر یہ پیغام دینا چاہا تھا کہ اس علاقے میں میں پہلے سے فیض وخدمت کا سلسلہ جاری کئے ہوئے ہوں، یہاں دوسرے سلسلے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی، جیسے پیالہ بھرا ہوا ہے، اب اس میں مزید گنجائش نہیں ہے، مزید کچھ ڈالا جائے گا تو وہ گر جائے گا اور ضائع ہو جائے گا، اسی طرح تربیت واصلاح کا میرا سلسلہ اس خطہ کے لئے کافی ہے، مزید کسی اور سلسلے کی یہاں ضرورت نہیں ہے، اس لئے آپ کسی اور خطے کا انتخاب کریں جہاں ضرورت ہو تو یہ بہتر اور مفید ہوگا، دوسرے بزرگ نے لبریز میں پیالے میں پھول رکھا، اس پھول نے دودھ کو کوئی نقصان نہیں پہونچایا بلکہ پیالے اور مشروب کی زینت اور رونق بڑھادی، نیز خوشبو پیدا کر کے تکمیل کر دی، اس میں یہ پیغام مضمر تھا کہ میرا کام اور سلسلہ آپ کے فیض اور سلسلہ کو نقصان نہیں پہونچائے گا بلکہ آپ کے کام کے لئے معاون، باعث رونق وزینت اور تکمیل کا ذریعہ ثابت ہوگا۔

اس واقعہ سے سمجھا جا سکتا ہے کہ اہل علم ودین کا باہم ربط کیسا ہونا چاہئے، پہلے بزرگ نے ''حسد، بغض، مخالفت، گروپ بندی اور تشدد'' کے اوچھے ہتھیار استعمال نہیں کئے، لطیف پیرایے میں اپنے دل کا احساس پہونچادیا، پھر دوسرے بزرگ نے ''جوابی کارروائی اور کبر کے

مظاہرے'' کے بجائے خوبصورت انداز میں اپنے خلوص وتعاون کی یقین دہانی کرادی، یہ اسوہ تمام علمائے امت اور خدام دین کے لئے رہنما نمونہ اور مشعل راہ ہے۔

اسی طرح دینی وملی خدمات انجام دینے والی تنظیمات اور جماعتوں میں بھی تقابل کا انداز اور ہر خدمت کا کریڈٹ اپنے نام کرنے کی کوشش سارے کئے کرائے پر پانی پھیر دیتی ہے، ملی ،قومی اور مذہبی خدمات انجام دینے والی تحریکات کو جو روگ گھن کی طرح آج لگے ہوئے ہیں ان میں ایک تو اللہ کے ہاں حسن قبول حاصل ہونے کی فکر کے بجائے عوامی مقبولیت کے حصول کا بخار ہے، اور دوسرا روگ باہم تقابل اور حسد کا ہے ،معروف عالم دین مفتی محمد سلمان منصور پوری صاحب نے ''بین الجماعتی حسد روانہیں'' کے عنوان سے خوب لکھا ہے:

ہماری تنظیموں کے مقبول اور مؤثر نہ ہونے کی اہم وجہ یہ ہے کہ اب ہم دینی فائدہ سے زیادہ محض اپنی جماعت کا مفاد پیش نظر رکھتے ہیں، اور اللہ معاف کرے ہماری جد وجہد دین کی سربلندی اور مسلمانوں کی خدمت کے لئے کم ، دوسری جماعت کے مقابلہ کے لئے زیادہ ہوتی ہے، اور ہر وقت ہم اس ادھیڑ بن میں رہتے ہیں کہ فلاں جماعت کہیں ''فلاں کارنامہ'' کا کریڈٹ نہ حاصل کرلے،اوراس صورت حال نے اب بڑھ کر ''بین الجماعتی حسد'' کی صورت اختیار کرلی ہے،جس کی وجہ سے دینی محاذ پر آپسی تعاون کی راہیں مسدود ہوکر رہ گئی ہیں، ایک جماعت دوسری تنظیم کو کام کرتے دیکھنا تک گوارا نہیں کرتی، اور کوئی نیا کام شروع بھی کیا جاتا ہے تو اولین مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ سے مقابل جماعت کوزک پہنچائی جاسکے،خواہ اس سے دینی نفع ہو یا نہ ہو جماعت کی برتری ضرور ہونی چاہئے ، یہ تقابل اور مقابلہ کے جذبات ہی ہماری جماعتوں کو گھن کی طرح اندر اندر کھوکھلا کررہے ہیں، اور جماعتوں کا وقار برابر مجروح ہورہا ہے، اس لئے ہمیں اپنی ڈگر بدلنی چاہئے ، اور مقابلہ سے بے پروا ہوکر وسعت قلبی کے ساتھ تعاون وتناصر کے جذبہ کے ساتھ محض رضائے خداوندی کے لئے کام کرنا چاہئے ، ورنہ یہ ساری محنتیں اکارت ہوتی رہیں گی ، اور یہ ''پرشکوہ جماعتیں'' کاغذی رپورٹوں اور اسٹیل کی

الماریوں تک محدود ہوکر رہ جائیں گی اور بس۔ (اللہ والوں کی مقبولیت کا راز: ۵۶)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے فرمایا:

''اہل علم میں جو حسد ہوتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ علم کچھ پکا ہوتا ہے کچھ کچا، بھئی ہم جیسے لوگوں کا علم کچا ہے، اور تم جانتے ہو کہ کچا پھل تو کھٹا ہوتا ہے، تلخ ہوتا ہے، اور گیلی لکڑی کو جلاؤ تو دھواں ہی دھواں ہوتا ہے، ہم لوگ بھی اپنے دھوئیں میں رہتے ہیں، اگر علم میں پختگی پیدا ہوجائے تو ہم میں بھی شیرینی پیدا ہوجائے، علم تو حقیقت سے آگاہ کرتا ہے، لیکن عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ علم کچا رہتا ہے، ہم لوگ علم کو پکاتے نہیں ہیں اور وہ سوکھ جاتا ہے، ہم لوگ بوڑھے ہوجاتے ہیں اور علم کچا ہی رہتا ہے، اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ حسد پیدا ہوتا ہے، ایک عالم کو دوسرے عالم سے حسد ہوگیا کہ لوگ اس کے معتقد ہوجائیں گے، گویا یہ تقریر کرنے والا بھی لوگوں کو معتقد کرنے کے لئے تقریر کررہا ہے، اللہ تعالیٰ معاف کرے اللہ کی رضا اس کا بھی مقصد نہیں ہے، اور وہ جو دوسرا احمق حسد کررہا ہے اس کے نزدیک بھی تقریر سے یا وعظ سے بس لوگوں کو معتقد بنانا مقصود ہے۔'' (بیانات مولانا یوسفؒ: ۱/ ۳۲۸)

حضرت سیدنا مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں: میں ساری مخلوق کے خلاف علماء کی گواہی قبول کرلوں گا مگر علماء کی ایک دوسرے کے خلاف گواہی قبول نہیں کروں گا، کیونکہ میں نے انہیں زیادہ حسد کرنے والا پایا ہے۔

حضرت سیدنا فضیل بن عیاضؒ نے اپنے بیٹے سے فرمایا: مجھے ان علماء سے کہیں دور گھر خرید کردو، ان لوگوں کے ساتھ رہنے کا کوئی فائدہ نہیں، اگر یہ میری غلطی دیکھتے ہیں تو میری بے عزتی کرتے ہیں، اور اگر میرے پاس کوئی نعمت دیکھتے ہیں تو مجھ سے حسد کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے تلامذہ کو خطاب کرکے فرمایا تھا:

أَنْتُمُ الْيَوْمَ فِي زَمَانٍ اَلْهَوىٰ فِيهِ تَابِعٌ لِلْعِلْمِ، وَسَيَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يَكُونُ الْعِلْمُ فِيهِ تَابِعًا لِلْهَوىٰ. (احیاء العلوم: ۱/ ۱۰۵)

آج تم ایسے دور میں ہو جس میں خواہش نفس علم کے تابع ہے، لیکن
عنقریب تم پر ایسا دور آئے گا جس میں علم خواہش نفس کے تابع ہو جائے گا۔

آج یہ منظر ہم سب کے سامنے ہے کہ خواہشات نفس نے ہم سب کو اپنا اسیر بنالیا ہے، یہی وجہ ہے کہ موجودہ حالات میں اہل علم اور دین کی مختلف جہات سے خدمت کرنے والے طبقات میں (۱) حسد (۲) اپنے کام کی اہمیت کا یقین اور دوسروں کے کاموں کی تنقیص (۳) بدگمانی کے امراض بہت عام ہوگئے ہیں اور اس کی نحوست یہ ظاہر ہو رہی ہے کہ علماء میں اور خدام دین میں باہمی اجتماعیت مفقود ہوتی جارہی ہے اور گروہی تعصّبات کی جڑیں مضبوط ہو رہی ہیں، اور عوام کے حلقوں میں اہل علم کی بے وقاری، بے توقیری اور بے وزنی بڑھتی جارہی ہے، جب تک خدام علم و دین ان روگوں کا علاج نہیں کریں گے خالق اور مخلوق کی نگاہوں میں محبوب و مقبول نہیں ہوسکیں گے، عربی شاعر کا شعر مہمیز لگانے کے لئے کافی ہے:

يَا مَعْشَرَ الْعُلَمَاءِ يَا مِلْحَ الْبَلَدُ
مَا يُصْلِحُ الْمِلْحَ إِذَا الْمِلْحُ فَسَدُ

اے علماء! آپ امت کے لئے وہی مقام رکھتے ہیں جو کھانے میں نمک
کا مقام ہوتا ہے، اور جب نمک ہی بگڑ جائے اور خراب ہو جائے تو کون اُسے
صحیح کرسکتا ہے؟

❑❑❑

'قابیل' کے گروہ کے بجائے 'ہابیل' کی صف میں رہنے کی ہدایت

سعادت وسکون کی زندگی اور قابل تعریف موت اور پھر موت کے بعد جاودانی ذکرِ خیر کی نعمتوں کا حصول اس پر موقوف ہے کہ انسان اپنی زندگی اس طرح گزارے کہ اس کے دل میں کسی کے لئے حسد، عداوت، نفرت، بغض، کینہ اور کپٹ نہ ہو، وہ اپنے حاسدین اور مخالفین کو یک لخت معاف کرنے کا ظرف رکھتا ہو، اس کے دل میں اتنی گنجائش ہو کہ وہ اپنے معاندین کو گلے لگانے میں کوئی تردد نہ کرتا ہو، اُس کا حلم اُس کے طیش پر غالب ہو اور اس کی مروّت اور خیر خواہی زبان زدِ خاص وعام ہو۔

جس انسان کا یہ کردار ہوتا ہے اسے خدا اور خلقِ خدا دونوں کی نگاہ میں محبوبیت کا مقام حاصل ہو جاتا ہے، لوگوں کے دل اس کے تئیں عقیدت ومحبت سے لبریز ہوتے ہیں، زبانیں اس کے لئے دعا گو ہوتی ہیں، اور وہ لوگوں کی الفت کا مرکز بن جاتا ہے، عربی شاعر کا شعر ہے ؎

مَنْ سَالَمَ النَّاسَ يَسْلَمُ مِنْ غَوَائِلِهِمُ

وَنَامَ وَهُوَ قَرِيرُ الْعَيْنِ جَذْلَانُ

جو لوگوں کے ساتھ میل جول اور محبت سے رہتا ہے، وہ ان کی شرارتوں سے محفوظ رہتا ہے، اور نعمتوں کی گود میں خوش وخرم آرام سے سوتا ہے۔

قرآنی تعلیمات، نبوی ہدایات، اسوۂ نبوی اور مزاج شریعت کا کھلا پیغام تمام اہل ایمان کے نام یہ ہے کہ انہیں ''قابیل'' کے گروہ کے بجائے ''ہابیل'' کی صف میں رہنا چاہیئے، جب قابیل نے ہابیل کو بر بنائے حسد قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا تو ہابیل کا جواب تھا:

لَئِن بَسَطتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ. (المائدة: ۲۸)

اگر تم نے مجھے قتل کرنے کو اپنا ہاتھ بڑھایا تب بھی میں تمہیں قتل کرنے کو اپنا ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا، میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔

اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ تم اپنے حاسدین اور معاندین سے اپنی طرف سے انتقام لینے کے بجائے معاملہ اللہ کے سپرد کرنے کا مزاج بناؤ، اور یہ یقین رکھو کہ اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے، اس کی طرف سے ظالم وحاسد کو جو بدلہ ملے گا وہ کہیں زیادہ عبرتناک ہوگا۔

چینی زبان کی ایک مثل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ: تم اپنے دشمن کو اس کے حال پر چھوڑ دو، وہ اپنے کئے کا خمیازہ اس طرح بھگت لے گا کہ نشانِ عبرت بن جائے گا، تم عداوت کی فائل مت کھولو، اپنے دل ودماغ میں اپنے دشمنوں اور حاسدوں کی حرکتوں کی تفتیش کی عدالتیں مت لگاؤ، اپنی عمرِ گراں مایہ دوسروں کی تاک اور گھات میں لگے رہنے اور سینے میں انتقامی جذبات کی پرورش میں مت ضائع کرو، دوسروں سے عداوت یا انتقام کی فکر میں صرف ہونے والا ہر لمحہ زہر کا ایک گھونٹ ہوتا ہے جو بالآخر جان لیوا بن جاتا ہے، تم حلم ودرگذر کو اپنا شعار بناؤ، بہت جلد تم کو پتہ چل جائے گا کہ دشمن کے مقابلے کے لئے حلم وعفو کے ہتھیار سے بڑا کوئی ہتھیار نہیں ہے، یہ دلوں کو فتح اور دماغوں کو مسخر کر لیتا ہے، ایک شاعر نے کہا ہے ۔

إِذَا كُنتَ قَابِيلَ الْعَدَاوَةِ وَالرَّدَىٰ
فَإِنِّي أَنَا هَابِيلُ رَأْياً وَمَذْهَباً

اگر تم عداوت اور نقصان پہونچانے میں قابیل بن رہے ہو تو سن لو میں اپنی رائے اور نظریے کے اعتبار سے ہابیل ہوں (یعنی ظلم وانتقام کے چکر میں نہیں پڑتا)۔

حضرت احنف بن قیسؒ فرمایا کرتے تھے:

وَاللّٰهِ لَقَدْ نَصَرَنِیَ اللّٰهُ بِالْحِلْمِ أَعْظَمَ مِنْ نَصْرِ الْعَشِیْرَۃِ.

خدا کی قسم! حلم وبردباری کی برکت سے اللہ نے میرے مخالفین کے مقابلے میں میری نصرت اور دست گیری اس طرح فرمائی کہ میرا پورا خاندان مل کر میری ایسی مدد نہیں کرسکتا تھا (خاندان مل کر آتا تو ہم دشمن پر حملہ کر کے فاتح ہوجاتے، مگر حلم وعفو نے مجھے ان دشمنوں کے دلوں پر فاتح بنادیا)۔

متنبّی کہتا ہے:

وَأَحْــلُــمُ عَــنْ خِــلِّــیْ وَأَعْــلَــمُ أَنَّــهُ
مَتــیٰ أَجْــزِهِ حِــلْـمًــا عَلَــی الْجَهْلِ یَنْدَمِ

میں اپنے دوست سے بردباری کا معاملہ رکھتا ہوں، میرا یقین ہے کہ جب جب میں اس کے جاہلانہ طرزِ عمل کے جواب میں بردباری اختیار کروں گا اسے اپنے رویے پر ضرور شرم ساری ہوگی۔

آپ کا بھائی آپ کے سامنے تلوار سونت لے تو آپ جواب میں گلاب کا پھول پیش کردیں، وہ آپ کو مٹادینے کی سازش کرے آپ اس کا دل بدلنے کی دعا میں لگ جائیں، وہ مجلس میں آپ کے خلاف زبانِ تبصرہ کھول کر نازیبا باتیں کرنے لگے، آپ اس کا ذکر خیر اور دعائے خیر کریں، قرآن بتاتا ہے کہ عظمت یہ نہیں ہے کہ دوست دشمن بن جائے، بلکہ عظمت یہ ہے کہ دشمن دوست بن جائے۔

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَهُ عَدَاوَۃٌ کَأَنَّهُ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ. (حم السجدۃ: ٣٤)

اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی، تم بدی کا دفاع ایسے طریقے سے کرو جو بہترین ہو، نتیجہ یہ ہوگا کہ جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی تھی، وہ دیکھتے ہی دیکھتے ایسا ہوجائے گا جیسے وہ (تمہارا) جگری دوست ہو۔

منقول ہے کہ کسی نے کسی دانا آدمی سے اپنے مخالفین کی بابت کہا تھا:

غَداً نَتَحَاسَبُ.

کل ہم اپنے دشمنوں سے حساب کتاب برابر کریں گے۔

اُس دانا نے فکر کا رخ موڑ دیا اور کہا:

بَلْ غَدًا نَتَسَامَحُ.

نہیں: بلکہ کل ہم عفو و درگذر اور سیر چشمی سے کام لیں گے۔

فتح مکہ کے موقع پر کسی ذمہ دار مسلمان نے یہ کہہ دیا تھا:

اَلْیَوْمُ یَوْمُ الْمَلْحَمَةِ.

آج جنگ و انتقام کا دن ہے۔

آپ ﷺ کا جواب رخ بدل دینے والا تھا:

اَلْیَوْمُ یَوْمُ الْمَرْحَمَةِ.

آج رحمتِ عام کا دن ہے۔

عقل مندی یہ ہے کہ آپ کے ہزار دوست اور خیر خواہ بھی ہوں، انہیں زیادہ نہ سمجھیں، اور یہ خیال نہ آنے دیں کہ اب مجھے اور دوستوں کی ضرورت نہیں ہے، اور آپ کا ایک حاسد یا دشمن کیوں نہ ہو، آپ اسے کم، ہلکا اور معمولی مت سمجھیں، وہ بہ ظاہر کمزور ہو تو بھی آپ اسے کمزور نہ سمجھیں، اس کی عداوت کو محبت سے بدلنے کی فکر کریں، بسا اوقات آگ کی چھوٹی سی چنگاری بھی جلا ڈالتی ہے، ایک مکھی یا مچھر یا چوہے سے بھی بنا بنایا کام بگڑ جاتا ہے۔

زندگی بہت مختصر ہے، عمریں تھوڑی ہیں اور ہر آنے والا لمحہ مہلتِ حیات کم کر رہا ہے ؎

ہو رہی ہے عمر مثلِ برف کم

دھیرے دھیرے رفتہ رفتہ دم بدم

بڑی کم عقلی ہوگی اگر یہ حیات بیش بہا تنازعہ اور انتقام کی نذر کر دی جائے، حسد، نزاع

اورانتقام ابلیس کی شیطانی درسگاہ کی منحوس نصابی سرگرمیوں میں بنیاد کا درجہ رکھتے ہیں، قرآن وسنت کی تعلیم گاہ ہم کو پاک باطنی، وحدت، اجتماعیت، ایثار، عفو وحلم اور مروت و درگذر کے اسباق سکھاتی ہے، ابلیسی زاویۂ نظریہ ہے کہ جو ظلم کرتا ہے وہ طاقت ور ہے، جو زیادتی کرتا ہے وہ بہادر ہے، جو حلم وبردباری اختیار کرتا ہے وہ ذلیل ہے اور جو عفو ودرگذر سے کام لیتا ہے وہ بزدل ہے، مگر وحی الٰہی ہم کو یہ زاویۂ نظر دیتی ہے:

فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ. (الشوریٰ: ٤٠)

پھر بھی جو کوئی معاف کردے اور اصلاح سے کام لے تو اُس کا ثواب اللہ نے ذمے لیا ہے۔

وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ. (الشوریٰ:٤٣)

اور یہ حقیقت ہے کہ جو کوئی صبر سے کام لے، اور درگذر کر جائے تو یہ بڑی ہمت کی بات ہے۔

صِلْ مَنْ قَطَعَکَ، وَأَعْطِ مَنْ حَرَمَکَ، وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَکَ. (مسند احمد)

جو تم سے قطع تعلق کرے تم اس سے رشتہ جوڑو، جو تمہیں محروم کرے تم اسے عطا کرو، جو تم پر ظلم کرے تم اسے معاف کردو۔

اسلام یہ رہنمائی دیتا ہے کہ جب بھی کسی سے ہماری ملاقات اور سامنا ہو ہمیں دو خوبصورت انداز پیش کرنے چاہئیں:

(۱) مسکراتے ہوئے خندہ پیشانی سے ملنا چاہیے، سچی مسکراہٹ باطن اور اندرون کی پاکیزگی اور سلامتی کا ٹائٹل ہوتی ہے۔

(۲) سلام میں آغاز کرنا چاہیے، سلام کا بول دراصل ہماری طرف سے سامنے والے کو دیا جانے والا پیامِ امن ومحبت ہے، جو خاموش انداز سے بتاتا ہے کہ نزاع نہیں بلکہ مصالحت،

نفرت نہیں بلکہ محبت، بے گانگی نہیں بلکہ الفت، عداوت نہیں بلکہ حسن تعلق ،اور ایذا رسانی نہیں بلکہ نفع رسانی کا معاملہ ہوگا۔

کیا کبھی یہ سننے میں آیا ہے کہ کسی بدخلق، مشتعل مزاج، انتقامی نفسیات رکھنے والے نے لوگوں کے دلوں میں جگہ بنائی ہو؟ یا لوگوں کی زبان پر اس کا ذکر خیر ہو؟ سچی محبت اور عظمت اسی کا نصیب ہوتی ہے جو خوش خلقی اور عفوودرگذر کے اصولوں پر مکمل کاربند ہوتا ہے، جو اپنے ہاتھوں اپنے لئے عظمت وخیر کی تاریخ رقم کرنا چاہتا ہے اسے حسن سلوک، حسن خلق، حلم وعفو، سیر چشمی اور درگذر، وسعتِ ظرف، اور نرم مزاجی کی عادت ڈالنی ہوگی، بلند حوصلہ مؤمن انہیں اوصاف کو اپنا کر اپنی تاریخ اپنے ہاتھوں لکھتا ہے، اسے کسی صلہ کی آرزو، کسی ستائش کی تمنا، کسی شکریہ کا انتظار اور کسی ثناخوانی کی لالچ نہیں ہوتی، وہ اپنے ضمیر کی آواز پر اپنا دینی، اخلاقی، سماجی اور عقلی فرض سمجھ کر ان اصول واوصاف کا پاسدار بنتا ہے، پھر اس کی زندگی بھی قابل رشک ہوتی ہے اور اس کی موت کی خبر بھی نہ جانے کتنوں کی ٹیس کا باعث بنتی ہے، زبان خلق اس کے لئے ثناخواں ہوتی ہے، درست کہا گیا ہے: ’’إِنَّ اَلْسِنَةَ الْخَلْقِ أَقْلامُ الْحَقِّ‘‘

بلاشبہ خلقِ خدا کی زبانیں حق کی ترجمان ہوتی ہیں۔

بقول شاعر ؎

بجا کہے جسے عالم اُسے بجا سمجھو
زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

تمام اہل ایمان سے ایسا ہی کردار ادا کرنے کا مطالبہ ہے، دنیا اس کے بغیر امن ومحبت اور عافیت ووحدت کا گہوارہ نہیں بن سکتی، شاعر نے سچا پیغام دیا ہے ؎

زندگی ایسی جیو کہ دشمنوں کو رشک ہو
موت بھی ایسی ہو دنیا دیر تک ماتم کرے

ایک عربی مضمون کی ترجمانی مع ترمیم واضافہ (اس مضمون کی بنیادی فکر د/ عائض القرنی کے مضمون ’’کن ھابیل ولا تکن قابیل‘‘ سے مستفاد ہے۔)

حسد عربی اشعار میں

عربی اشعار میں حسد اور حاسد کے تعلق سے حکمت اور دانائی پر مبنی کلمات وافکار کا بہت بیش بہا خزانہ موجود ہے، افادۂ عام کے لئے اس موضوع کے کچھ اہم اشعار مع ترجمہ یہاں پیش کئے جاتے ہیں:

(۱) ''الطغرائی'' کے اشعار ہیں:

جَامِلْ عَدُوَّکَ مَا اسْتَطَعْتَ فَإِنَّهُ
بِالرِّفْقِ يُطْمَعُ فِی صَلاحِ الْفَاسِدِ
وَاحْذَرْ حَسُوْدَکَ مَا اسْتَطَعْتَ فَإِنَّهُ
إِنْ نِمْتَ عَنْهُ فَلَيْسَ عَنْکَ بِرَاقِدِ
إِنَّ الْحَسُوْدَ وَإِنْ أَرَاکَ تَوَدُّداً
مِنْهُ أَضَرُّ مِنَ الْعَدُوِّ الْحَاقِدِ
وَلَرُبَّمَا رَضِیَ الْعَدُوُّ إِذَا رَأَیٰ
مِنْکَ الْجَمِيْلَ وَصَارَ غَيْرَ مُعَانِدِ
وَرِضَا الْحَسُوْدِ زَوَالُ نِعْمَتِکَ الَّتِیْ
أُوْتِيْتَهَا مِنْ طَارِفٍ أَوْ تَالِدِ
فَاصْبِرْ عَلَی غَيْظِ الْحَسُوْدِ فَنَارُهُ
تَرْمِیْ حَشَاهُ بِالْعَذَابِ الْخَالِدِ

تَضْفُوْ عَلَى الْمَحْسُوْدِ نِعْمَةُ رَبِّهِ
وَيَذُوْبُ مِنْ كَمَدٍ فُؤَادُ الْحَاسِدِ

جہاں تک ہو سکے اپنے دشمن کے ساتھ بہتر اور نرم معاملہ رکھو، کیونکہ نرمی ہی سے بگڑے ہوئے کے درست ہونے کی امید کی جاسکتی ہے، جہاں تک ممکن ہو اپنے حاسد سے چوکنا رہو، کیونکہ اگر تم اُس سے بے فکر ہو کر سو بھی جاؤ، وہ تم سے بے پروا ہو کر سونے والا نہیں ہے، بلاشبہ حاسد اپنی طرف سے تمہارے سامنے چاہے جتنی محبت اور تعلق کا مظاہرہ کرے، وہ کینہ پرور کھلے ہوئے دشمن سے زیادہ نقصان پہنچانے والا ہوتا ہے، بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب دشمن تمہاری طرف سے حسن سلوک دیکھتا ہے تو وہ راضی ہو جاتا ہے، مخالفت چھوڑ دیتا ہے اور دوست بن جاتا ہے، حاسد کی خوشی تو صرف اس میں ہوتی ہے کہ تمہاری وہ نعمت چھن جائے جو تمہیں ملی ہے، خواہ وہ نئی ہو یا قدیم اور موروثی ہو، لہٰذا تم حاسد کے غصہ پر صبر کرو، اس لئے کہ اس کی آگ اس کو مسلسل دائمی عذاب میں مبتلا رکھتی ہے، محسود (جس سے حسد کیا جائے) پر اس کے رب کی نعمت بڑھتی جاتی ہے، اور حاسد کا دل جلن اور کڑھن سے پھٹتا جاتا ہے۔ (دیوان الطغرائی:۶۸)

(۲) ''ابوالحسن التہامی'' کہتے ہیں:

إِنِّي لَأَرْحَمُ حَاسِدِيْ مِنْ حَرِّمَا
ضَمَّتْ صُدُوْرُهُمْ مِنَ الْأَوْغَارِ
نَظَرُوْا صَنِيْعَ اللّٰهِ بِيْ فَعُيُوْنُهُمْ
فِيْ جَنَّةٍ وَقُلُوْبُهُمْ فِي النَّارِ

بلاشبہ مجھے اپنے حاسد پر رحم آتا ہے اس لئے کہ اس کے دل میں

عداوتوں کا زہر بھرا ہوا ہوتا ہے، حاسدوں نے میرے ساتھ اللہ کا بہتر معاملہ دیکھا جس کی وجہ سے ان کی آنکھیں جنت کا منظر دیکھتی ہیں مگر ان کے دل آگ سے جھلس رہے ہیں۔(الترغیب والترہیب: الترہیب من الحسد :۳/ ۵۵۷ حاشیہ)

(۳) ایک شاعر کہتا ہے:

یَــا حَــاسِــدًا لِــیُ عَـلَـی نِـعُـمَتِـیُ
أَتَــدُرِیُ عَــلَــی مَــنُ أَسَــأُتَ الأَدَبُ
أَسَــأُتَ عَـلَــی اللّٰــهِ فِـیُ حُـكُـمِــهِ
لِأَنَّکَ لَــمُ تَــرُضَ لِــیُ مَــا وَهَــبُ
فَــأَخُـــزَاکَ رَبِّــیُ بِــأَنُ زَادَنِــیُ
وَسَــدَّ عَــلَـیُکَ وُجُــوُهَ الــطَّــلَــبُ

اے وہ شخص جو میری نعمت پر مجھ سے حسد کرتا ہے! کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم نے کس ذات کے ساتھ بے ادبی کی؟ تم نے اللہ کے فیصلہ پر اعتراض کرکے اللہ کے ساتھ بے ادبی کی، اس لئے کہ تم میرے لئے اللہ کی نوازش پر راضی نہیں ہوئے، نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے میری نعمت میں اضافہ کر کے اور تمہارے لئے راستے بند کر کے تمہیں رسوا کر دیا۔(ایضاً:۳/ ۵۵۵ حاشیہ)

(۴)

مَــا یُـحُسَــدُ الُـمَـرُءُ إِلَّا مِـنُ فَـضَـائِـلِـهِ
بِــالُعِـلُـمِ وَالـظَّـرُفِ أَوُ بِـالُبَـأُسِ وَالُجُوُدِ

کسی بھی انسان سے اس کی خوبیوں کی ہی بنیاد پر حسد کیا جاتا ہے، خوبی علم وفضل کی ہو یا بہادری اور سخاوت کی۔(موسوعۃ الأخلاق:۴/ ۳٦۷)

(۵) عمارہ بن عقیلؒ کا شعر ہے:

مَـا ضَـرَّنِـیْ حَسَـدُ الْلِّـئَـامِ وَ لَـمْ یَـزَلْ
ذُوْ الْـفَـضْـلِ یَـحْسُـدُهُ ذَوُوْ الـنُّـقْـصَـانِ

کمینہ فطرت لوگوں کا حسد مجھے نقصان نہیں پہونچاتا، یہ تو ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے کہ کم ترین لوگ صاحبِ فضل سے حسد کرتے ہیں۔ (اشکر حسادک:۱۸۳)

(۶)

إِنَّ الْـعَـرَانِیْـنَ تَـلْـقَـاهَـــا مُـحَسَّـــدَةً
وَلَـنْ تَـرَ لِـلِـئَـامِ الـنَّـاسِ حُسَّـادَا

بلاشبہ خوددار، سردار اور باعزت لوگوں کو آپ دیکھیں گے کہ ان سے حسد کیا جارہا ہے، کمینہ قسم کے لوگوں سے کوئی حسد کرنے والا آپ کو ہرگز نظر نہیں آئے گا۔ (ایضاً:۱۸۵)

(۷) امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

وَ کُـلٌّ أُدَاوِیْـــهِ عَـلَـی قَـدْرِ دَائِـهِ
سِـوَیٰ حَـاسِـدِیْ فَهِـیَ الَّتِـیْ لا أَنَـالُهَـا
وَ کَیْفَ یُـدَاوِیْ الْـمَـرْءُ حَـاسِـدَ نِـعْـمَةٍ
إِذَا کَـــانَ لا یُـرْضِیْـــهِ إِلَّا زَوَالُهَـــا

میں ہر شخص کا اس کی بیماری کے اعتبار سے علاج کرسکتا ہوں، سوائے حسد کرنے والے کے، میں اس کا علاج نہیں کرسکتا، آدمی نعمتوں پر حسد کرنے والے اس شخص کا علاج کیسے کرسکتا ہے جسے نعمتوں کے خاتمے کے سوا کوئی اور چیز خوش نہ کرتی ہو۔ (ایضاً:۱۹۷)

(۸)

لَا مَــــاتَ حُسَّـــــادُکَ بَـلْ خُـلِّـدُوْا
حَتَّـــی یَـــرَوْا مِـنْکَ الَّـذِیْ یَـکْـمُدُ
لا زِلْـــتَ مَـــحْسُـــوْدًا عَـلَـــی نِـعْـمَةٍ
فَـــإِنَّـمَـــا الْـکَــامِـلُ مَـنْ یُـحْـسَـدُ

اللہ کرے کہ تمہارے حاسد اس وقت تک نہ مریں اور زندہ رہیں جب تک وہ تمہارے اُن کمالات کو نہ دیکھ لیں جو اُن کے لئے تکلیف دہ ہیں، خدا کرے کہ نعمتوں پر تم سے ہمیشہ حسد کیا جائے، اس لئے کہ کامل انسان وہی ہوتا ہے جس سے حسد کیا جاتا ہے۔(ایضاً:۲۰۶)

(۹) متنبّی کا شعر ہے:

وَإِنِّـــی وَإِنْ لُـمْـــتُ حَـــاسِـدِیْ فَـمَـــا
أُنْـــــکِـــــرُ أَنِّــــیْ عُـــقُـــوْبَةٌ لَهُـــمْ

میں اگر چہ اپنے حاسدوں کو ملامت کرتا ہوں، لیکن مجھے اس سے انکار نہیں ہے کہ میں ان کے لئے سزا ہوں۔(ایضاً:۲۰)

(۱۰) ابن الوزیر کہتا ہے:

وَشَـکَـوْتَ مِنْ ظُـلْـمِ الْـحَسُوْدِ وَلَنْ تَجِدْ
ذَا سُـــــؤْدَدٍ إِلَّا أُصِـیْـــــبَ بِـــــحُسَّـــــدِ
لَا زِلْـــتَ یَـــا سِـبْــطَ الْـکِـرَامِ مُـحَسَّـدًا
وَالتَّـــافِـــهُ الْـــمِسْـکِـیْنُ غَیْـــرُ مُـحَسَّـدِ

آپ کو حاسد کے ظلم کا شکوہ ہے، جان لیجئے کہ آپ کو ہرگز ایسا سردار نہیں

مل سکتا جو حاسدوں کے ظلم کا شکار نہ ہو، اے معزز اجداد کے فرزند: خدا کرے کہ ہمیشہ آپ سے حسد کیا جاتا رہے، حسد اس سے نہیں کیا جاتا جو بے چارہ معمولی بے حیثیت ہوتا ہے۔ (ایضاً:۷۷)

(۱۱) حبیب الطائی کہتے ہیں:

وَإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ نَشْرَ فَضِيلَةٍ
طُوِيَتْ أَتَاحَ لَهَا لِسَانَ حَسُودِ
لَوْلَا اشْتِعَالُ النَّارِ فِيمَا جَاوَرَتْ
مَا كَانَ يُعْرَفُ طِيبُ عَرْفِ الْعُودِ

جب اللہ کسی ایسی خوبی کو عام کرنا چاہتا ہے جو چھپائی جارہی ہو تو اس کے لئے حاسد کی زبان تیار کردیتا ہے، اگر آگ کے شعلے اِدھر اُدھر مشتعل نہ ہوں تو کبھی عود کی خوشبو کا کمال معلوم نہ ہوسکے۔ (ایضاً:۱۴۳)

(۱۲)

دَعِ الْحَسُودَ وَمَا يَلْقَاهُ مِنْ كَمَدِهِ
كَفَاكَ مِنْهُ لَهِيبُ النَّارِ فِي جَسَدِهِ
إِنْ لُمْتَ ذَا حَسَدٍ نَفَّسْتَ كُرْبَتَهُ
وَإِنْ سَكَتَّ فَقَدْ عَذَّبْتَهُ بِيَدِهِ

حاسد کو اس کی جلن اور کڑھن کے ساتھ چھوڑ دو، اس کے جسم میں حسد کی جو لپیٹ ہے وہ اسے جلانے کے لئے کافی ہے، اگر تم حاسد کو ملامت کروگے تو اس کی پریشانی کم کردوگے اور اگر خاموش رہوگے تو اسے اپنے ہاتھوں عذاب میں مبتلا کردوگے۔ (ایضاً:۱۵۳)

(۱۳) متنبّی کہتا ہے:

وَلا تَطْمَعَنْ مِنْ حَاسِدٍ فِی مَوَدَّةٍ
وَإِنْ كُنْتَ تُبْدِيهَا لَهُ وَ تُنِيلُ

تم حاسد سے اپنی محبت کا چاہے جتنا اظہار کرو اور اسے داد ودہش سے نوازو، لیکن تم جواب میں اس سے اپنے لئے محبت کی ہرگز امید مت رکھنا۔

(ایضاً:۱۸۲)

(۱۴) امام شافعیؒ کا شعر ہے:

كُلُّ الْعَدَاوَاتِ قَدْ تُرْجَىٰ مَوَدَّتُهَا
إِلَّا عَدَاوَةُ مَنْ عَادَاکَ مِنْ حَسَدِ

ہر عداوت کے بعد محبت کی امید کی جاسکتی ہے، سوائے اُس عداوت کے جس کی بنیاد حسد پر قائم ہو۔ (دیوان الشافعی:۱۳۶)

(۱۵) محمد بن عبداللہ بن زنجی البغدادی کے اشعار ہیں:

أَنْتَ امْرُؤٌ قَصُرَتْ عَنْهُ مُرُوءَتُهُ
إِلَّا مِنَ الْغِشِّ لِلْإِخْوَانِ وَالْحَسَدِ
أَ إِنْ تَرَانِی خَيْرًا مِنْكَ تَحْسُدُنِی
إِنَّ الْفَضِيلَةَ لا تَخْلُوُ مِنَ الْحَسَدِ

(اے حاسد) تم ایسے شخص ہو کہ تمہیں اپنے احباب کے ساتھ بدخواہی اور حسد کے سوا کچھ نہیں آتا، کیا تم مجھے اپنے آپ سے بہتر سمجھتے ہو؟ تبھی تم مجھ سے حسد کرتے ہو، فضیلت وکمال کبھی حسد سے خالی نہیں ہوتے۔ (روضۃ العقلاء:۱۲۴)

(۱۶)عتبی کا شعر ہے:

أُفَکِّرُ مَا ذَنْبِیْ إِلَیْکَ فَلا أَرَیٰ
لِنَفْسِیَ جُرْمًا غَیْرَ أَنَّکَ حَاسِدُ

(تمہاری مخالفت دیکھ کر) میں سوچتا ہوں کہ میں نے تمہارے ساتھ کیا قصور کیا ہے (جس کے جواب میں تمہارا یہ رویہ ہے) پھر مجھے اپنا کوئی قصور تو نظر نہیں آتا، البتہ یہ واضح ہوتا ہے کہ تم ہی حسد کرنے والے ہو۔

(روضۃ العقلاء:۱۲۳)

❑❑❑

حسد اور ازدواجی زندگی

ازدواجی زندگی میں بیوی اور شوہر کے تعلقات کا باب بہت اہمیت رکھتا ہے، یہ رشتہ دیگر رشتوں کے بالمقابل بہت حساس، نازک اور مستقل توجہ کا طالب رہتا ہے، زوجین کی نگاہ ایک دوسرے کی ہر نقل وادا پر ہوتی ہے، دونوں ایک دوسرے کے لئے بہت باغیرت بھی ہوتے ہیں، یہ غیرت کبھی حسد تک جا پہونچتی ہے، پھر اگر حکمت عملی سے حاسدانہ کیفیات پر قابو نہ پایا جائے تو تلخیوں اور کدورتوں کا ایسا دروازہ کھل جاتا ہے جسے بند کیا جانا بہت دشوار ہوتا ہے۔

یہ صورت حال اس وقت بہت زیادہ پیش آتی ہے اور بہت حساس رخ اختیار کر لیتی ہے جب مرد ایک سے زائد شادیاں کرتا ہے، اور اس کی بیویاں (جو باہم سوکنیں ہوتی ہیں) باہم رقیبانہ اور حاسدانہ جذبات کی وجہ سے اختلاف اور تنازعے میں مبتلا ہو جاتی ہیں، اس باب میں امت کے سامنے سب سے معیاری نمونہ حضور اکرم ﷺ اور آپ کی ازواج مطہرات کا ہے۔

حسد کا فطری جذبہ ازواج مطہرات میں بھی تھا، مگر انہوں نے آپ ﷺ کی زیر تربیت اس کمزوری پر قابو پایا اور ایک دوسرے کے احترام اور حقوق کی ادائیگی کا روشن نمونہ پیش کیا، حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کی پہلی بیوی حضرت خدیجہؓ میری شادی سے کافی پہلے وفات پا چکی تھیں، مگر ان کے لئے آپ ﷺ کا جو محبت بھرا انداز ہوتا تھا، اس نے مجھے سب بیویوں سے زیادہ ان سے رقابت میں مبتلا کر دیا تھا۔ (بخاری: المناقب: باب تزویج النبی خدیجۃ: ۳۸۱۶)

اس حدیث میں رقابت کا ذکر ہے، مگر اس رقابت کی بنیاد پر حضرت عائشہؓ نے ان کے خلاف کبھی کوئی حاسدانہ اقدام نہیں کیا، اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ بیویوں کا باہم ایک دوسرے

کے لئے رقابت محسوس کرنا تو فطری ہوتا ہے جس پر قابو مشکل ہے، مگر اپنے قول یا عمل سے کوئی حاسدانہ اور مخالفانہ اقدام کرنا (جھوٹ، افترا پردازی، گالم گلوچ، لڑائی، ظلم، بدنام کرنا، شوہر کو بدگمان کرنا، طلاق دلوانے کی کوشش وغیرہ) شرعاً جائز نہیں ہے، اور اس سے بچنا ممکن بھی ہے اور ضروری بھی۔

حضرت عائشہؓ اپنا یہ واقعہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دن آپ ﷺ میری باری کی رات میں کمرے سے باہر نکل گئے، مجھے بہت غیرت و رقابت محسوس ہوئی، آپ ﷺ واپس آئے تو میری یہ کیفیت بھانپ کر بولے؟ اے عائشہ: کیا تم غیرت ورقابت محسوس کر رہی ہو؟ میں نے جواب دیا کہ مجھ جیسی عورت آپ جیسے شوہر کے سلسلے میں یہ جذبات نہ رکھے یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارا شیطان تمہارے پاس آپہونچا ہے؟ میں نے پوچھا: کیا میرے ساتھ شیطان بھی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ (مسلم: صفات المنافقین: باب تحریش الشیطان: ۱۱۰۷)

اس واقعہ سے ایک سبق یہ ملتا ہے کہ حسد کے جذبات شیطان کی کارستانی اور مداخلت کے اثر سے مشتعل ہوتے ہیں، اس لئے ایسے مواقع پر ''تعوذ'' (شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ میں آنے کی التجا) بہت کارگر تدبیر ہوتی ہے، دوسرا سبق یہ ہے کہ بیویوں کو تمام اہم معاملات بطور خاص حسد و رقابت والے امور میں اپنے شوہروں سے تبادلۂ خیال ضرور کرنا چاہئے، شوہروں کو اپنے جذبات سے واقف کرانا چاہئے، ایسا کرنے سے ایک طرف شوہر کو بیوی کے جذبات، آرزو اور احساسات سے واقفیت ملتی ہے جو مستقبل میں پرسکون زندگی کی منصوبہ سازی میں اس کے لئے معاون ہوسکتی ہے، دوسری طرف اس سے غلط فہمی، بدگمانی اور شک وشکایت کے ازالے کی راہ ہموار ہوتی ہے، اور تیسری طرف اس سے عورت کے غصے کی شدت میں بھی کمی آجاتی ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ تبادلۂ خیال اور جذبات سے واقف کرانے میں بیوی کی طرف سے مناسب الفاظ، شائستہ اسلوب اور نرم لہجے کا اہتمام کیا جائے، تاکہ معاملہ

اچھے انداز سے سلجھ جائے اور الجھاؤ میں اضافہ نہ ہونے پائے، غور کیا جائے: حضرت عائشہؓ نے آپ ﷺ کے اس سوال ''کیا تم غیرت ورقابت محسوس کررہی تھی'' کے جواب میں اپنے جذبات اس طرح ظاہر فرمائے کہ آپ ﷺ کی تعریف بھی ہوگئی، اپنے جذبات کا پورا اظہار بھی ہوگیا، اور جو کہنا چاہتی تھیں وہ بھی کہہ دیا، ان کا جواب تھا کہ ''مجھ جیسی خاتون آپ جیسے خاوند کے سلسلے میں غیرت ورقابت نہ محسوس کرے تو کیا کرے''۔

حضرت عائشہؓ کے تعلق سے ایک تیسری روایت یہ بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ ان کی باری کے دن ان کے گھر میں آپ ﷺ کی کسی اور بیوی نے خادمہ کے ہاتھ کھانے کی کوئی چیز پیالے میں بھجوادی، یہ دیکھ کر حضرت عائشہؓ کا جذبۂ رقابت جوش میں آیا اور غصہ کی شدت میں انہوں نے اس پیالے کو پھینک دیا، پیالہ ٹوٹ گیا، آپ ﷺ نے گرا ہوا کھانا اٹھایا اور پیالہ جوڑنے لگے، پھر موجود لوگوں سے فرمایا: تمہاری ماں کو غیرت آگئی، پھر آپ نے دوسرا سالم پیالہ خادمہ کو دیا اور ٹوٹا ہوا پیالہ وہیں رہنے دیا۔ (بخاری: النکاح: الغیرۃ: ۵۲۲۵) بعض روایات میں یہ اضافہ بھی ہے کہ حضرت عائشہؓ کو اپنی اس غلطی کا فوراً احساس ہوا، اور انہوں نے ٹوٹے پیالے کے بدلے صحیح سالم پیالہ بھجوانے کے آپ ﷺ کے فیصلے کو صدقِ دل سے منظور کیا۔

اس واقعہ میں حسد ورقابت کا جذبہ دائرۂ اعتدال سے باہر جاتا ہوا نظر آتا ہے جس پر شریعت میں پابندی ہے، اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حسد ورقابت سے غصہ پیدا ہوتا ہے اور پھر غصہ کی شدت بے اعتدالی میں مبتلا کردیتی ہے، اس لئے پہلا کام تو یہ ہے کہ حسد ورقابت کو اس مرحلے تک پہونچنے ہی نہ دیا جائے کہ وہ شدید غصے اور عملی اقدام تک پہونچائے، اور دوسرا کام یہ ہے کہ اگر کبھی کوئی غلط اقدام ہوجائے تو پھر فوراً ندامت کے ساتھ اس کی تلافی کی فکر کی جائے اور متاثرہ افراد کے نقصان کا ازالہ کیا جائے۔

حضرت جویریہ بنت الحارثؓ کسی معاملے میں مدد کے لئے آپ ﷺ کے پاس پہلی بار

آئیں (ابھی آپ نے ان سے نکاح نہیں کیا تھا) تو ان کے محاسن واوصاف کو دیکھ کر حضرت عائشہؓ کے دل میں ناپسندیدگی کے جذبات پیدا ہوئے اور انہیں گمان ہوا کہ اب حضور ﷺ ان سے کہیں شادی نہ کرلیں، بالآخر بعد میں آپ ﷺ نے ان سے نکاح فرمالیا۔ (مسند احمد: ۶/ ۲۷۷)

یہاں بھی قابل توجہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کے دل میں ان کے لئے رقابت کے جذبات تو آئے مگر انہوں نے کوئی عملی اقدام نہیں کیا، اور نہ اپنے کسی رویے سے ان کو تکلیف یا نقصان پہونچایا۔

ازواج مطہرات کی باہمی غیرت کا ایک بڑا نمونہ شہد سے متعلق واقعہ ہے، ایک دن حسب معمول آپ ﷺ تمام ازواج کے گھروں کا باری باری چکر لگا رہے تھے، حضرت زینب بنت جحشؓ کے حجرے میں قیام لمبا ہوگیا، کیونکہ انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں شہد پیش کیا جو آپ کو بہت مرغوب تھا، حضرت عائشہؓ وحضرت حفصہؓ دونوں اس کی وجہ سے غیرت ورقابت محسوس کرنے لگیں، اور انہوں باہم یہ طے کیا کہ ہم میں سے جن کے ہاں بھی آپ ﷺ آئیں گے ہم یہ کہیں گی کہ آپ نے ''مغافیر'' (ایک گھاس جس میں بواور بساند ہوتی تھی) کھایا ہے، آپ کے منھ سے ایسی بو آرہی ہے، چنانچہ جب آپ تشریف لائے تو باری باری دونوں ازواج مطہرات نے یہی بات کہی، آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تو زینبؓ کے ہاں شہد نوش کیا ہے، پھر دونوں ازواج کے ایک ہی بات کہنے پر آپ کو شبہ ہوا کہ جو شہد میں نے پیا تھا، شاید اُس کی مکھی نے مغافیر کو چوسا ہو، چونکہ آپ ﷺ کو اپنے مبارک منھ سے ناگوار بو محسوس ہونا انتہائی ناپسند تھا، اس لئے آپ نے اسی وقت آئندہ شہد نہ پینے کی قسم کھالی اور حضرت حفصہؓ سے یہ بھی فرمایا کہ یہ بات کسی سے ذکر مت کرنا، جس پر سورۃ التحریم کی آیات نازل ہوئیں جن میں آپ ﷺ کو تنبیہ کی گئی کہ بیویوں کے کہنے پر اللہ کی حلال کردہ چیز کو حرام کرنے کا کوئی اختیار آپ کے پاس نہیں ہے، چونکہ حضرت حفصہؓ نے وہ بات حضرت عائشہؓ کو بتادی تھی، اس لئے ان دونوں

بیویوں کو بھی قرآن میں تنبیہ کی گئی، اور انہیں توبہ کی تلقین کی گئی، چنانچہ دونوں نے فوراً توبہ کی اور آئندہ کبھی ایسے کام کا اعادہ نہیں کیا۔

اس واقعہ سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ جب حسد ہو جائے تو چھوٹی سے چھوٹی بات پر بھی اتنی حساسیت پیدا ہو جاتی ہے کہ طوفان کھڑا ہو جائے، پہلے مرحلے میں انسان کسی واقعہ کو بہت بڑا اور سنگین سمجھتا ہے اور طوفان کھڑا کر دیتا ہے، بعد میں غصہ ٹھنڈا ہوتا ہے تو وہ دیکھتا ہے کہ وہ واقعہ تو بہت معمولی تھا، شروع میں ہی اگر طیش میں نہ آئے ہوتے اور عقل سے کام لیتے تو یہ نوبت نہ آتی، دوسری بات یہ ہے کہ حسد بسا اوقات غلط بیانی کی راہ پر لے جاتا ہے، تیسری بات یہ ہے کہ حسد بے قابو ہو تو بیوی کے شوہر سے تعلقات بھی خراب کر دیتا ہے اور ازدواجی رشتوں میں بھی تلخی آجاتی ہے، اور چوتھی بات یہ ہے کہ حسد و رقابت کی وجہ سے اگر کوئی غلط اقدام ہو جائے تو فوراً نادم و تائب ہو جانا چاہیے، اور آئندہ ایسی حرکت کا کبھی اعادہ نہیں کرنا چاہیے۔

حضرت ام سلمہؓ کو جب آپ ﷺ نے پیغام نکاح بھیجا تھا تو انہوں نے ایک عذر یہ بھی کیا تھا:

أَنَا غَيُوْرٌ.

میں غیرت و رقابت کے جذبات رکھنے والی عورت ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ان جذبات کے ختم ہونے کی میں دعا کروں گا، چنانچہ آپ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ ان کا حسد دور کر دیجئے۔ (مسلم: الجنائز: باب ما یقال عند المصیبۃ: ۲۱۲۶)

ظاہر ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے فطری غیرت سے نہیں حاسدانہ مزاج (جو نفرت اور منفی انداز فکر رکھتا ہے) سے حفاظت چاہی تھی، اور آپ ﷺ نے اسی سے حفاظت کی دعا کی تھی جو قبول ہوئی۔

مذکورہ بالا مثالوں سے یہ ہدایات ملتی ہیں کہ:

(۱) اگر دل میں حسد و رقابت کے جذبات پیدا ہو جائیں تو ان کو آگے بڑھنے سے

روکا جائے، اور اپنے قول وعمل سے کوئی بھی اقدام نہ کیا جائے، اس لئے کہ بات جب تک دل میں ہے قابل مؤاخذہ نہیں ہے، زبان پر آجائے یا عمل تک پہونچ جائے تو پھر اس پر گرفت ہوتی ہے۔

(۲) حسد شیطان کی مداخلت سے بڑھتا ہے، اس لئے ہر مرحلے میں شیطان سے پناہ مانگی جائے۔

(۳) خواتین کو حسد ورقابت والے تمام اہم معاملات مناسب پیرائے میں اپنے خاوندوں تک پہونچانے چاہئیں تاکہ مسائل حل ہوں، غلط فہمیاں دور ہوں، شکوے ختم ہوں، محبت واعتماد میں اضافہ ہو اور غصے کی شدت کم ہوجائے۔

(۴) حسد کی بناپر کوئی عملی اقدام ہوجائے اور اعتدال کے دائرے سے آدمی باہر نکل جائے تو فوراً توبہ کی جائے اور متاثرہ شخص کے نقصان کی تلافی کی جائے۔

(۵) حسد ورقابت کی بنیاد پر اپنے کو بے قابو نہ ہونے دیا جائے، غصے کو قابو میں رکھا جائے، ہر چیز کو اس کے دائرے میں رکھا جائے، معمولی باتوں کو بڑا نہ سمجھا جائے، غصہ کی شدت حاسدانہ مزاج کا نمایاں پہلو ہے، اس لئے حسد سے بچنے کے لئے اپنے غصہ کو کنٹرول میں رکھنا بہت ضروری ہے۔

(۶) غلط بیانی اور جھوٹ سے مکمل اجتناب اور گریز کیا جائے۔

(۷) حسد کی وجہ سے اپنے ازدواجی تعلقات کو بگڑنے اور شیطان کو فتنے کی آگ بھڑکانے کا موقع نہ فراہم کیا جائے۔

(۸) نفرت اور منفی انداز فکر پر مبنی حاسدانہ مزاج سے حفاظت کے لئے مخلصانہ مستقل کوشش اور دعا کا اہتمام کیا جائے۔

ایک صاحب قلم نے خوب لکھا ہے:

’’ان احادیث میں دوسرے مسلمان کے بارے میں دل کے بالکل صاف

ہونے اور ہر قسم کی نفرت وکدورت سے مبرا ہونے کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے، اسی طرح تعدد ازواج کی صورت میں سوکنوں کے لئے بھی لازم قرار دیا گیا ہے کہ وہ اس امر کا خیال رکھیں کہ ان کے حاسدانہ جذبات ایک دوسرے کے خلاف نفرت میں نہ تبدیل ہو جائیں، اچھے باہمی تعلقات کے قیام اور ان کے استحکام کے لئے ضروری ہے کہ سوکنوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے حسد، کینہ، بغض، مقابلہ بازی، اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے جذبات نہ ہوں، ایک خاندان کے اندر یکجہتی اور باہمی خلوص، دوسرے کئی خاندانوں کو بھی قریب لانے اور بالآخر پورے معاشرے کے لئے خیر و برکت کا باعث بنتا ہے، مسلمانوں کا اتحاد نہ صرف یہاں ان کی سرخ روئی اور اجتماعی قوت کی ضمانت ہے بلکہ جنت جانے کا راستہ بھی ہے۔

شیخ المنجد نے منفی جذبات یا حاسدانہ مزاج سے نجات پانے کے لئے بڑی قابل عمل تجاویز پیش کی ہیں، یہ سات تجاویز ہیں، ان کا ذرا غور سے مطالعہ فرمائیے:

(۱) اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ آپ کو اس مسئلے سے نجات دے، نبی کریم ﷺ دعا کیا کرتے تھے:

رَبِّ: وَاهْدِ قَلْبِيْ، وَاسْلُلْ سَخِيْمَةَ صَدْرِيْ.

اے میرے رب! اور میرے قلب کی رہنمائی فرما اور اس سے کدورت دور کر دے۔

''قلب کی رہنمائی فرما'' سے مراد صراط مستقیم ہے، اور اس میں سے ''کدورت دور کر دے'' سے مراد یہ ہے کہ اس میں عدم خلوص، تلخی، دشمنی اور نفرت کے جذبات نکال دے۔

(۲) قرآن مجید کی بکثرت تلاوت کی جائے، اس کے معانی اور مطالب پر غور کیا جائے اور خاص طور پر ان آیات کو زیادہ پڑھا جائے جن میں حسد سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے، قرآن مجید کی تلاوت وترجمہ ہمیں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کمانے کی ترغیب

دیتا ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ ''إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ'' (نیکیاں گناہوں کو بہالے جاتی ہیں)۔

(۳) نبی کریم ﷺ کی سیرت سے متعلق کتابوں کا مطالعہ کیا جائے تا کہ یہ معلوم ہو سکے کہ آپ کس طرح حسد سے دور رہتے تھے اور دوسروں سے حتی کہ دشمنوں سے بھی محبت کرتے تھے۔

(۴) صحابہ کرام کی سوانح حیات اور ان سے متعلقہ دیگر کتابوں کا بھی مطالعہ کیا جائے۔

(۵) اگر ایسے خیالات (حسد وغیرہ) آجائیں تو شیطان لعین کے شر سے اللہ تعالی سے پناہ مانگئے، اور خود کو کسی کام میں مصروف کر لیجئے، جس سے آپ کو یقیناً شیطانی وسوسوں سے نجات مل جائے گی۔

(٦) اگر پھر بھی شیطان آپ کے دل میں حسد کے جذبات داخل کر دیتا ہے تو اس معاملے میں احتیاط کیجئے کہ آپ کی زبان یا حرکات وسکنات سے اس کا اظہار نہ ہونے پائے، ہر مرد وعورت کو حسد میں سے کچھ نہ کچھ حصہ ملتا ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اپنی کتاب (امراض القلوب) میں کہتے ہیں: ''کوئی انسان حسد سے کلی طور پر پاک نہیں ہے، شرفاء اسے چھپا لیتے ہیں اور کم ظرف ظاہر کر دیتے ہیں'' کسی آدمی کے دل کے اندر کیا ہے اس پر اس کی کوئی پکڑ نہیں ہوگی، لیکن وہ جو کچھ کہے گا یا کرے گا، اس کا اسے لازماً حساب دینا پڑے گا۔

(۷) اگر آپ محسوس کریں کہ کسی خاص آدمی سے آپ کو حسد محسوس ہو رہا ہے تو اسے کوئی اچھا سا تحفہ لا دیں اور اس سے مصافحہ کریں۔

حسد نفرت کا نتیجہ ہوتا ہے جو کہ محبت کی ضد ہے اور محبت تحائف دینے اور سلام کو عام کرنے سے فروغ پاتی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اپنی کتاب ''امراض القلوب'' میں لکھتے ہیں: ''تم میں سے جو

شخص اپنے دل میں دوسرے کے لئے حسد کے جذبات محسوس کرے تو انہیں تقویٰ اور صبر کی مدد سے زائل کرے، لیکن جو زبان یا ہاتھ سے اپنے بھائی کو نقصان پہنچائے گا تو اسے اس کا خمیازہ بھگتنا ہوگا، جو شخص اللہ سے ڈرے اور صبر کا دامن پکڑے رکھے، اسے گناہ گاروں میں شامل نہیں کیا جائے گا اور اللہ اسے تقوی کی بدولت فائدہ پہنچائے گا۔“

لوگ جس طرح خود اعتمادی حاصل کرنے کے لئے کچھ تدابیر اختیار کرتے ہیں اسی طرح حسد پر قابو پانے کے لئے بھی چند ذہنی ورزشیں ہوتی ہیں، ذہن میں در آنے والے منفی خیالات اور ان خیالات سے نجات پانے کے لئے پختہ عزم کرنا از بس ضروری ہے، جب انہیں کنٹرول کرلیا جائے تو حسد بھی رفع ہو جاتا ہے، بظاہر ہماری یہ بات آپ کو عجیب لگے گی لیکن اس پر عمل کر کے تو دیکھئے، طریقہ یہ ہے کہ خود سے باتیں کیجئے اور کافی ڈھیر ساری کیجئے، اور یہ بات بھی بار بار ذہن میں لائیے کہ اصل محبت اللہ کی ہے جسے وہ مل جائے اسے سب کچھ مل جاتا ہے، ہر مسلمان عورت کو اللہ کی محبت کا حصول اپنا اصل نصب العین بنانا چاہیے اور اس کے دل و دماغ میں اسی کی محبت رچی بسی رہنی چاہیئے۔

حسد سے بچنے کے لئے شیطان کے وسوسوں کا بھی مقابلہ کرتے رہنا چاہیے، کیونکہ شیطان اہل ایمان کی زندگیوں میں فتنے گھولنا چاہتا ہے تاکہ ان کے گھر برباد اور ان کا سکون غارت ہو جائے، ان وسوسوں کو نظر انداز کیجئے کیونکہ شیطان ان کے ذریعے سے غم و آلام پھیلاتا ہے اور انسان کو ایسی راہ پر ڈالتا ہے کہ وہ اس پر چلتے چلتے اتنی دور نکل جاتا ہے کہ اسے ایمان سے محروم ہو جانے کا پتہ ہی نہیں چلتا، ارشاد باری تعالی ہے:

إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا. (الفاطر:٦)

درحقیقت شیطان تمہارا دشمن ہے، اس لئے تم بھی اسے اپنا دشمن ہی سمجھو۔

ان وسوسوں کو شکست دینے کے لئے اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کیجئے، مسنون اذکار میں مصروف رہیے، شیطان سے اللہ کی پناہ مانگتے رہیے اور گناہوں سے دور رہیے،

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِيْنَ آمَنُواْ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ. (النحل: ۹۹)

شیطان کو ان لوگوں پر تسلط حاصل نہیں ہوتا جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کسی کے دل میں وسوسہ پیدا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ تین مرتبہ اپنے دل میں کہے:

آمَنَّا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ.

''ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے'' تو یہ بات شیطان کو دور بھگا دیتی ہے۔

اس طرح حسد کو سمجھنے اور اس سے نمٹنے کے طریقے سیکھنے کے لئے ہمیں نبی کریم ﷺ کی زندگی اور آپ کی تعلیمات کو پیش نظر رکھنا چاہیے، کیونکہ رہنمائی حاصل کرنے کے لئے ہمیں اس سے کوئی بہتر مثال نہیں مل سکتی، دعا مؤمن کے لئے موثر ترین ہتھیار ہے، بعدازاں اپنے مزاج میں مطلوبہ تبدیلیاں لانے کی شعوری کوششیں کیجئے۔ صبر وضبط کی عادت ڈالئے اور اللہ کا بہ کثرت ذکر کیجئے۔ کسی خاتون کو اپنی غیرت والی طبیعت پر شرمسار و مغموم ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اسے اللہ نے بنایا ہی ایسا ہے، اسے اسی پر قانع رہنا چاہئے، یہ ایسی چیز ہے جو ازواج مطہرات میں بھی پائی جاتی تھی، مگر انہوں نے اس پر قابو پالیا اور مثالی زندگی بسر کر کے ہمارے سامنے بہترین نمونہ پیش کیا۔'' (شادی سے شادیوں تک: ۱۵۲-۱۵۶)

حاصل یہ ہے کہ ازدواجی زندگی میں سکون، خوشگواری اور محبت کے قیام وبقاء کے لئے ''حسد'' کے زہر سے محفوظ رہنے کی ضرورت بنیادی درجے میں ہے، بےسکون زندگی کا آغاز حسد سے ہی ہوتا ہے جو بہ تدریج زندگی کو اجیرن بنا دینے اور کدورت کو بے حد بڑھاوا دینے کا سبب بن جاتا ہے، اس لئے سب سے زیادہ توجہ مردوں کی طرف سے بھی اور بالخصوص خواتین کی طرف سے ''حسد'' کو کسی طور پنپنے نہ دینے اور اسے اپنا کام نہ کرنے دینے کی طرف ہونی چاہئے۔

حسد اور اولاد کی تربیت

انسان میں حسد کا روگ عام طور پر بچپن سے ہی پیدا ہو جاتا ہے، اور اس میں بنیادی کردار والدین کی طرف سے اس حوالے سے تربیت میں کوتاہی اور لاپرواہی کا ہوتا ہے، بالعموم اجتماعی ماحول میں یا دیگر بھائیوں اور بہنوں کی موجودگی میں بچے میں حسد کے جذبات پروان چڑھتے ہیں۔

بچہ دیگر بچوں پر بھی نظر رکھتا ہے، پھر جب اسے دوسرے بچوں کے پاس کھلونے، مٹھائیاں یا اس جیسی دوسری چیزیں نظر آتی ہیں جو اسے میسر نہیں ہوتیں تو بچے میں حسرت ویاس کی کیفیات پیدا ہوتی ہیں، اور پھر یہی حسرت بے حد تیزی سے حسد اور بغض کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

ایسے مرحلے میں والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کے درمیان تمام امور میں انصاف سے کام لیں، ان کے لباس وپوشاک اور کھلونوں وغیرہ میں بطور خاص یکسانیت اور مساوات کو ملحوظ رکھیں، بچہ دوسرے بچوں کے پاس کسی چیز کو دیکھ کر اس کی خواہش یا ضد کرے تو اسے وہ چیز مہیا کرائیں، تاکہ حسرت پھر حسد کی نوبت نہ آنے پائے۔

جب گھر میں نیا بچہ پیدا ہوتا ہے تو تمام تر توجہ سارے اہل خانہ کی اس کی طرف مرکوز ہو جاتی ہے، اور قسم قسم کے کپڑے اور کھلونے اس نئے بچے کے لئے لائے جاتے ہیں، ایسے میں بڑا بچہ حاشیے پر چلا جاتا ہے، اس کی طرف جیسی توجہ ہونی چاہئے نہیں ہوتی، تو اب اس میں اپنے چھوٹے بھائی کے تئیں حسد وبغض کا ردعمل پیدا ہو جاتا ہے، پھر وہ چھوٹے بچے کو ہر طرح

سے پریشان کرتا، رلاتا اور ستاتا ہے۔

اگر والدین نومولود کی ولادت پر بڑے بچے کو نظر انداز نہ کریں اور حسب سابق شفقت ومحبت اور توجہ رکھیں تو پھر حسد وبغض کے جراثیم پیدا نہیں ہوتے۔

معلوم ہوا کہ بچے میں حسد کی ابتداء اور نشو ونما دراصل والدین کے غیر منصفانہ رویے سے ہوتی ہے، لہٰذا اصل ذمہ داری والدین کی ہے کہ وہ کسی بھی مرحلے میں اولاد میں حسد اور بغض کے جذبات نہ پیدا ہونے دیں، اور تربیت کرتے ہوئے قولی اور عملی ہر طرح سے انہیں ان غلاظتوں سے پاک اور دور رکھنے کی طرف فکر مندی کے ساتھ متوجہ رہیں۔

❑❑❑

ہر صاحب نعمت کو حسد کا شکار ہونا پڑتا ہے

اللہ کی توفیق اور جہد مسلسل دونوں کی برکت سے اگر آپ کو کسی بھی میدان میں عظمت اور بلندی کا کوئی مقام حاصل ہوتا ہے تو آپ کو ناقدین اور حاسدوں کے طعنوں، مخالفتوں اور عداوتوں کے استقبال کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے، ہر صاحب نعمت و عظمت کو اپنے قد اور معیار کے تناسب سے حاسدوں کا سامنا بہر حال کرنا ہی پڑتا ہے۔

انبیاء کرام انسانی عظمتوں کی اوج کمال پر ہوتے ہیں، انہیں رفعت و شرف کا وہ مقام عطا ہوتا ہے جو ان کے سوا کسی اور کے حصہ میں نہیں آتا، مگر ان کو بھی حاسدین سے سابقہ پیش آتا ہے، قرآن بتاتا ہے کہ انبیاء کے حاسدین اور معاندین نے ان کے بارے میں یہاں تک کہہ دیا:

مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيدُ أَن يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ. (المؤمنون: ٢٤)

اس شخص کی اس کے سوا کوئی حقیقت نہیں کہ یہ تمہیں جیسا ایک انسان ہے، جو تم پر اپنی برتری جمانا چاہتا ہے۔

حاسد کبھی بھی دوسرے کے کام کو نہیں سراہتا، بلکہ وہ دوسروں کی نیت، اخلاص اور بے لوثی پر حملہ کرتا ہے، دوسروں کے قد کو نیچا دکھانے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے، دوسروں کے کاموں کو بے اہمیت اور بے حیثیت ثابت کرنے میں سارا زور صرف کر دیتا ہے، قرآن نے حاسدوں اور معاندوں کے بارے میں بتایا ہے:

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ.

(آل عمران: ١١٨)

ان کے منہ سے بغض ظاہر ہو چکا ہے، اور جو عداوت ان کے سینے
چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔

انسان کبھی کبھی صاحب نعمت وکمال سے غیر شعوری طور پر بھی حسد میں مبتلا ہو جاتا ہے، اور پھر یہ حسد اسے تحقیر، ایذاء، تنقیص اور تنقید کے راستوں پر لے جاتا ہے، حاسد انسان عام طور پر نفاق کا شکار بھی ہوتا ہے، وہ اپنے صاحب کمال ''محسود'' سے ملتا ہے تو اپنی عقیدت اور تعلق کا اظہار کرتا ہے، اور تنہائی میں اس کا حال یہ ہوتا ہے کہ اس کے دل پر آرے چل رہے ہوتے ہیں اور سینے پر سانپ لوٹ رہے ہوتے ہیں اور وہ اسے ذلیل ونا کام کرنے کی ہر سازش وکوشش میں لگ جاتا ہے، قرآن نے یہ بھی بتایا ہے کہ حاسد دوسروں کی بھلائی اور خوشی دیکھ کر الم اور غم میں مبتلا ہو جاتا ہے اور دوسروں کا غم والم دیکھ کر اسے قلبی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ (آل عمران:۱۲۰)

دوسروں کی مصیبت پر خوشی محسوس کرنا حاسد کی وہ علامت ہے جو اسے ایمان کے دائرے سے باہر نکلنے کے قریب پہونچا دیتی ہے، آپ بتائیے: کیا کسی استثناء کے بغیر روئے زمین پر ایسی کوئی ماں ہوسکتی ہے جسے اپنی بیٹی کی ذلت، رسوائی، بدنامی اور ناکامی پر خوشی ہوسکتی ہو، یہ ناممکن اور محال ہے، اگر کوئی خاتون اپنی بیٹی کی مصیبت پر خوش نظر آئے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ اس کی حقیقی بیٹی نہیں ہے اور یہ اس کی اصل ماں نہیں ہے، اسی طرح یہ ناممکن ہے کہ کوئی انسان سچا مؤمن ہو اور پھر اسے دوسرے مؤمن سے ایسا حسد ہو جائے کہ وہ اس کی مصیبت پر دل کی خوشی محسوس کرنے لگے، اگر ایسا ہو رہا ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ سچا مؤمن نہیں ہے، وہ نفاق کی طرف بڑھ رہا ہے، سچے مؤمن کا کام حسد نہیں رشک ہوتا ہے، حسد ان افراد کا کام ہوتا ہے جو نفاق میں مبتلا ہوتے ہیں۔

(یہ مختصر مضمون ڈاکٹر عائض القرنی کے مضمون ''إِذَا تَفَوَّقْتَ طُعِنْتَ فِي الظَّهْرِ'' کی ترجمانی ہے)

آپ اپنے حاسد کو کبھی خوش نہیں کر سکتے

انسان لاکھ جتن کرلے وہ اپنے حاسد کو خوش نہیں کرسکتا، دنیا کے ہر فرد کو خوش کرنا ممکن ہے، مگر حاسد کو خوش کرنا ناممکن ہے، اگر آپ حاسد کا جوتا بھی سیدھا کردیں، اس کے خورد ونوش کا بھی تمام تر نظم کردیں، اس کو لباس فراہم کردیں، اس کے لئے پانی مہیا کرادیں، اس کی خاطر بستر بچھا دیں، اس کے گھر میں جھاڑو تک دے دیں، تب بھی آپ اسے راضی نہیں کرسکتے، اس لئے کہ اس کی عداوت کا اصل سبب آپ کا فضل وکمال، آپ کا علم وہنر، آپ کا مال وسرمایہ، آپ کا ادب وسلیقہ اور آپ کا عہدہ ومنصب ہے، جب تک یہ نعمتیں آپ سے چھن نہیں جاتیں، حاسد آپ سے کیسے صلح کرسکتا ہے اور کیونکر راضی ہوسکتا ہے؟

حاسد کی نگاہ تو اس پر ہوتی ہے کہ آپ کے پاؤں لڑکھڑاتے کب ہیں؟ اسے انتظار ہوتا ہے کہ آپ پستی میں گرتے کب ہیں؟ اس کی تمنا یہ ہوتی ہے کہ آپ رسوا کب ہوتے ہیں؟ آپ کی بیماری کا دن آپ کے حاسد کا سب سے اچھا دن ہوتا ہے، آپ کے فاقے اور محتاجی کی رات حاسد کی سب سے بہتر رات ہوتی ہے، اور آپ کے نقصان کے لمحات حاسد کے لئے سب سے زیادہ مسرت آمیز لمحات ہوتے ہیں، اور اس کا سب سے پسندیدہ اور خوش کن وقت وہ ہوتا ہے جب وہ آپ کے چہرے پر فکر کی لکیریں دیکھتا ہے، آپ غمزدہ ہوتے ہیں، اور کوئی بے سکونی آپ کو اپنے حصار میں لے لیتی ہے۔

اس کے برعکس جب آپ کو دولت ملتی ہے تو یہ آپ کے حاسد کے لئے سامان موت ہوتا ہے، آپ اوج ترقی پر پہنچتے ہیں تو یہ اس کے لئے حادثہ ہوتا ہے، آپ عزت ونیک نامی

حاصل کرتے ہیں تو یہ اس کے لئے کسی جاں کاہ سانحے سے کم نہیں ہوتا، آپ کی ہنسی حاسد کے لئے باعث گریہ ہوتی ہے، آپ کی عید اس کے لئے ماتم ہوتی ہے، آپ کی کامیابی اس کی ناکامی ہوتی ہے، آپ کی ہر خوبی اس کے ذہن سے فراموش ہوجاتی ہے، اسے صرف آپ کی کمیاں اور خامیاں ہی یاد رہتی ہیں، آپ کے ہر کمال سے وہ بے پروا رہتا ہے، اسے پروا صرف آپ کی کوتاہیوں کی ہوتی ہے، آپ کا چھوٹا سا واقعہ بھی اس کی نگاہ میں پہاڑ کے برابر ہوتا ہے، اور بڑی سے بڑی خوبی اس کے نزدیک ذرۂ بے مقدار سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔

آپ عرب کے سب سے بڑے فصیح "سحبان" سے بھی فصاحت میں آگے بڑھ جائیں، دنیا کے سب سے بڑے سخی "حاتم" سے بھی زیادہ بڑے سخی ہوجائیں اور "امام شافعی" سے بھی زیادہ عقل مند ہوجائیں، آپ کا حاسد آپ کو سب سے بڑھ کر گویائی سے عاجز، سب سے بڑا بخیل اور سب سے زیادہ کم عقل انسان ہی قرار دے گا، اس کے سامنے جو بھی آپ کی ستائش کرے گا، جھوٹا قرار پائے گا، جو بھی آپ کی تعریف کرے گا منافق ٹھہرے گا، جو بھی آپ کا دفاع کرے گا مفاد پرست اور حقیر سمجھا جائے گا، ہاں جو آپ کو گالی بکے وہ سچا ہے، جو آپ کا دشمن ہو وہ محبوب ہے، جو آپ سے بغض رکھے وہ مقرب ہے، جو آپ سے نفرت اور قطع تعلق رکھے اس کی ہر طرح سے مدد ہوگی، آپ کی آنکھوں کو جو سفید نظر آرہا ہے آپ کے حاسد کو وہ سیاہ نظر آتا ہے، آپ جسے دن سمجھتے ہوں، حاسد اسے رات بتاتا ہے۔

خبردار اپنے کسی معاملے میں اپنے حاسد کو حکم اور فیصل مت بنائیے گا، ورنہ کسی ثبوت، گواہ، دلیل اور قسم کے بغیر اس کا فیصلہ صرف اور صرف آپ کے خلاف ہی ہوگا، کبھی غلطی سے بھی اپنا کوئی راز اپنے حاسد کو مت بتا دیجئے گا، ورنہ اس کا ڈھنڈورا پیٹ دیا جائے گا، اور آپ کی جو کمی اس کے ہاتھ آجائے گی ہر موقعے پر اُس کا حوالہ دے کر وہ آپ کو طعنہ دے گا اور رسوا کر کے ہی چھوڑے گا، اس کے شر سے بچنے کی تدبیر آپ کے پاس صرف یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو، آپ اس سے الگ تھلگ رہیں، اس کے سائے سے بھی بھاگیں، اس کی نگاہوں سے

بچتے رہیں، اس کے سامنے آنے سے بچیں اور اس سے فاصلہ رکھیں۔

آپ خود ہی بتائیے! کیا یہ سچ نہیں ہے کہ اگر آپ صاحب کمال نہ ہوتے، اگر آپ باعزت نہ ہوتے، اگر آپ اللہ کی نعمتوں سے فیض یاب نہ ہوتے تو آپ کا حاسد بالکل پریشان نہ ہوتا، آپ کے کمال نے ہی تو اسے بیمار بنا دیا ہے، آپ کی خوبیاں ہی اسے بے خواب رکھتی ہیں، آپ کی نعمت و دولت ہی اس کی جلن، کڑھن اور پریشانیوں کا باعث بنی ہوئی ہے، وہ اگرچہ ظالم وستم گر ہے مگر اپنے ہاتھوں اپنے اوپر بھی ظلم کر رہا ہے، نفسیاتی الجھنوں نے اسے زچ کر رکھا ہے، ہمہ وقت بے سکونی اور ٹینشن کی کیفیات اس کے وجود کا احاطہ کئے رہتی ہیں، اس لحاظ سے وہ خود مظلوم جیسا ہے، اس لئے حاسد کو اس کے حال پر چھوڑ دیجئے، آپ اسے چھیڑنے اور انتقام لینے کے بجائے اس کے حق میں دعا کیجئے اور اس کی حرکتوں سے اعراض اور چشم پوشی کیجئے، جان کر انجان بن جانا بھی کارگر تدبیر ہے، شاعر کہتا ہے ؎

لَيْسَ الْغَبِيُّ بِسَيِّدٍ فِيْ قَوْمِهِ

لٰكِنَّ سَيِّدَ قَوْمِهِ الْمُتَغَابِيْ

ناسمجھ انسان اپنی قوم کا سردار نہیں ہوتا، بلکہ قوم کا سردار وہ ہوتا ہے جو اپنے مخالفوں کو جان کر بھی انجان بن جائے (اعراض اور چشم پوشی کرے)۔

(یہ مضمون ڈاکٹر عائض القرنی کے مضمون "لَنْ تُرْضِيَ الْحَاسِدَ" کی کچھ ترمیم کے ساتھ ملخص ترجمانی ہے)

❑❑❑

اپنے حاسد اور مخالف سے نفع اٹھائیے

یہ حقیقت ہمہ وقت آپ کے ذہن نشین رہنی چاہئے کہ آپ اپنے دوست کے مقابلے میں اپنے دشمن سے کئی گنا زیادہ نفع اٹھا سکتے ہیں، آپ کا مخالف آپ کو وہ سکھا سکتا ہے جو آپ کا موافق آپ کو نہیں سکھا سکتا، اور آپ اپنے حاسد سے وہ سبق حاصل کر سکتے ہیں جو اپنی مدح سرائی کرنے والے سے کبھی حاصل نہیں کر سکتے۔

آپ کا دوست ہمیشہ آپ کو آپ کی شخصیت کے روشن، قابل تعریف اور خوش کن پہلو ہی دکھاتا ہے، اس کا انداز آپ کے ساتھ خوشامد اور تملق یا کم از کم مروت اور رعایت کا ہوتا ہے، وہ نہیں چاہتا کہ آپ کے عیوب اور کمیوں کا ذکر کر کے آپ کو افسردہ اور پریشان خاطر کرے، جب کہ آپ کا مخالف کھل کر آپ پر نقد کرتا ہے، آپ کے عیوب بیان کرتا ہے، آپ کی کمیاں اچھالتا اور آپ کی شخصیت کے منفی اور تاریک پہلوؤں کا ذکر کرتا ہے، اور اس طرح آپ کو اپنی کمیوں کا شعور اور خامیوں کا علم حاصل ہوتا ہے جو اصلاح اور سمت درست کرنے کا محرک ثابت ہوتا ہے۔

آپ کا حاسد و معاند ہمیشہ آپ کے ساتھ مقابلہ آرائی کرتا ہے، ہمہ وقتی ریس کی کیفیت رہتی ہے، اس سے آپ کو مزید کمالات اور عظمتوں کے حصول کا شوق پیدا ہوتا ہے اور شاعر کی زبان میں حدِ پرواز سے بہت اونچا جانے کا جذبہ بیدار ہو جاتا ہے۔

آپ کے دشمن کی نگاہ آپ کی لغزشوں پر رہتی ہے، اس کے سینے میں عداوت کے شرارے مسلسل ابلتے ہیں، وہ انتقام لینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا، ایسی صورت میں آپ کو صبر وضبط اور

ہمت وحوصلے سے کام لینا پڑتا ہے جس کا ثواب اللہ کے ہاں بالیقین آپ کو مل کر رہنا ہے۔

آپ کا مخالف آپ کی خطاؤں کی طرف توجہ دلاتا ہے جس کی وجہ سے آپ کو اللہ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کی توفیق مل سکتی ہے، اسی طرح آپ کا دشمن آپ کے نقص وعیب کی خبر دیتا ہے جس کی وجہ سے آپ اپنے نقص کے ازالے اور تلافی کی طرف متوجہ ہو سکتے ہیں۔

آپ کا معاند آپ کی کمیوں کا پروپیگنڈہ لوگوں میں کرتا ہے، دیکھا جائے تو اس طرح آپ اس حلقے میں متعارف ہو جاتے ہیں جس میں آپ اب تک متعارف نہیں تھے، پھر ہر آدمی پروپیگنڈہ سے متاثر نہیں ہوتا، بہت سے لوگ حقیقت کا سراغ لگا ہی لیتے ہیں، اس طرح آپ کے تئیں لوگوں کا حسن ظن بڑھ جاتا ہے۔

آپ کو پتہ ہوتا ہے کہ دشمن گھات میں اور موقع کی تاک میں ہے، آپ کی ذرا سی کمی اسے ملے گی اور وہ اس کو رائی کا پہاڑ بنا کر پیش کردے گا، یہ باخبری آپ کے لئے رحمت ثابت ہوتی ہے کہ آپ دور اندیشی، عواقب پر نظر، حساسیت اور عقل وخرد سے کام لیتے ہوئے ہر کام کے لئے پھونک پھونک کر قدم اٹھاتے ہیں، سوچے سمجھے بغیر اقدام نہیں کرتے، پہلے تولتے ہیں پھر بولتے ہیں اور ہمہ وقت محتاط وہوشیار رہتے ہیں۔

ایسا بھی ہوتا ہے کہ کبھی آپ کا مخالف آپ کا جینا دوبھر کردیتا ہے، اس کی وجہ سے زندگی میں تلخیاں در آتی ہیں، ساری راہیں مسدود لگنے لگتی ہیں، مگر آپ صبر وہمت سے کام لیتے ہیں، جس کا انعام یہ ملتا ہے کہ آپ کی خطائیں اللہ کی طرف سے معاف ہوتی ہیں، مصائب گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں، اجر وثواب کے خزانے آپ کے دامن میں آجاتے ہیں اور پھر اللہ کی غیبی نصرت بھی کرشمہ دکھاتی ہے اور بند راہیں بالآخر کھل ہی جاتی ہیں، عربی شاعر کہتا ہے۔

قَدْ يُنْعِمُ اللّٰهُ بِالْبَلْوَىٰ وَإِنْ عَظُمَتْ

وَيَبْتَلِي اللّٰهُ بَعْضَ الْقَوْمِ بِالنِّعَمِ

کبھی اللہ آزمائشوں کے ذریعہ بھی انعام فرماتا ہے، اگرچہ وہ آزمائشیں

بڑی کیوں نہ ہوں، اور کچھ لوگوں کو نعمتیں دے کر بھی اللہ آزمایا کرتا ہے۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جسے آپ اپنا بہی خواہ اور وفادار دوست سمجھ رہے ہوتے ہیں، اور اس پر اندھا دھند اعتماد کر کے اپنے راز اسے بتا دیتے ہیں، وہ آڑے وقت میں آپ کے کام آنے کے بجائے آپ کے راز فاش کرتا ہے، چغلیاں لگاتا ہے، آپ کے بدخواہوں سے جاملتا اور ساز باز کرتا ہے، منافقت اور دوخے پن کا مظاہرہ کرتا ہے، آپ کی کمیاں اچھالتا ہے، آپ کے احسان کا جواب انتقام اور برائی سے دیتا ہے، وہ دیکھتا ہے کہ اب آپ کے ستارے گردش میں ہیں، آپ کمزور اور تنہا پڑ رہے ہیں، تو بجائے مدد کرنے اور بازو بننے کے پالا بدلتا ہے اور احسان فراموشی کی ہر حد تجاوز کر جاتا ہے، وہ مشورے بھی دیتا ہے تو غلط دیتا ہے، اس کے بہ ظاہر خیرخواہی اور وفاداری کے اسلوب و انداز میں اس کی بدخواہی اور بے وفائی مضمر ہوتی ہے، وہ آپ کی غلطیوں پر آپ کو مخلصانہ طور پر خلوت میں متنبہ کرنے اور صحیح راہ سجھانے کے بجائے بری نیت سے غلطیوں کی تائید کرتا ہے تاکہ آپ کے قدم صحیح سمت میں جا ہی نہ سکیں اور ٹھوکریں ہی آپ کا مقدر بن جائیں، اور کبھی آپ کامیابی سے ہم کنار اور منزل آشنا نہ ہو سکیں، ایسا دوست ''شہد میں چھپے ہوئے زہر'' سے بھی خطرناک ہوتا ہے۔

ایسے منافق اور مفاد پرست دوستوں کا ٹولہ ہمیشہ آپ کو نقصان ہی پہونچاتا ہے، آپ کو اس سے نفع اور خیر کی امید نہیں رکھنی چاہئے، اس کے بالمقابل آپ کا کھلا دشمن آپ کی اپنی اصلاح، غلطیوں کی تلافی، اللہ کی بارگاہ میں مقبولیت، خطاؤں کی معافی، اجر میں اضافہ اور سمت سفر درست رکھنے کے حوالے سے آپ کے حق میں مفید ثابت ہوتا ہے، اس لئے بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ آپ اپنے دشمن و حاسد سے اپنے دوست کی بہ نسبت کئی گنا زیادہ نفع اٹھا سکتے ہیں، ضرورت صرف زاویۂ نگاہ تبدیل کرنے، اندھی نفرت اور اندھے اعتماد کے بجائے کھلی آنکھوں سے دیکھنے اور پھونک پھونک کر قدم اٹھانے کی ہے۔

(ڈ/ عائض القرنی کے مضمون ''قَدْ تَسْتَفِيْدُ مِنْ حَاسِدِكَ فَلا تَحْزَنْ'' کی ترمیم واضافہ کے ساتھ آزاد ترجمانی)

اپنے حاسدین کا شکریہ ادا کیجئے

آپ پر کی جانے والی تنقیدیں آپ کی قدر و قیمت اور وقعت وعظمت کا ثبوت ہوتی ہیں، اگر آپ پر نہ کوئی نقد کررہا ہے اور نہ حسد کررہا ہے تو جیتے جی آپ تعزیت قبول فرمائیے، اب آپ دراصل زندہ نہیں رہے، آپ مر چکے ہیں مگر آپ کو خبر ہی نہیں ہے، اور اگر آپ صبح اٹھیں اور دیکھیں کہ گالی آمیز پیغامات، تبصرے، تنقیدیں اور مضامین آپ کے بارے میں عام ہورہے ہیں تو اس پر اللہ کا شکر ادا کیجئے، ابھی آپ زندہ ہیں، قابل تذکرہ ہیں، اہمیت کے حامل ہیں، لوگ آپ کو یاد رکھے ہوئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ کامیابی کی سب سے بڑی علامت آپ پر ہونے والی تنقید ہے، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ نے قابل قدر اور قابل ذکر کارنامے انجام دیئے ہیں، ہاں ان میں کچھ کمیاں رہ گئی ہیں جنہیں ناقد اپنے خیال کے مطابق پیش کررہا ہے، کسی پر سرے سے کوئی نقد ہی نہ ہو اور کوئی اس سے حسد کرنے والا ہی نہ ہو تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس کا کام صفر ہے اور وہ کسی قابل نہیں ہے۔

ایک مصنف نے یہ مثال لکھی ہے کہ ''لوگ مردہ کتے کے گلے میں رسی نہیں ڈالتے، زندہ کتے کے گلے میں ڈالتے ہیں'' اس کا مفہوم یہ ہے کہ نقد کا نشانہ کچھ کرنے والے ہی بنتے ہیں، کچھ نہ کرنے والوں کو کوئی ہدف تنقید نہیں بناتا، عربی شاعر ابوتمام نے یہ مضمون بہت خوبصورت انداز میں ادا کیا ہے، کہتا ہے۔

وَإِذَا أَرَادَ اللّٰــــهُ نَشْــرَ فَـضِـيْـلَةٍ
طُـوِيَـتْ أَتَـاحَ لَهَـا لِسَـانَ حَسُوْدِ

اللہ جب کسی کے مخفی کمال کو عام کرنا چاہتا ہے تو حاسد کی زبان کو اس کی
طرف متوجہ کردیتا ہے۔

کسی دانا کی نصیحت ہے کہ آپ اپنے حاسدوں کے شکر گزار بنئے، انہوں نے حسد کرکے آپ کے کمالات کا مفت ایڈورٹائز کردیا ہے، جب بھی آپ پر دوست نما دشمن حملہ آور ہوں، تو ان کی تردید اور مقابلہ آرائی میں مت الجھئے، ان سے چشم پوشی کیجئے، ان کے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا کیجئے، اپنے تعمیری اقدامات اور مثبت کاموں کی رفتار تیز تر کردیجئے، یہی حاسدوں کی سب سے بڑی سزا ہوگی، متنبّی نے خوب کہا ہے۔

وَإِنِّـيْ وَإِنْ لُـمْـتُ حَـاسِـدِيْ فَـمَـا
أُنْـكِـرُ أَنِّـيْ عُـقُـوْبَةٌ لَهُـمُ

میں اگرچہ اپنے حاسد کو ملامت کرتا ہوں، مگر مجھے اس سے انکار نہیں کہ
میرا وجود خود میرے حاسدوں کے لئے ایک سزا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ ہمارے دوست نما دشمنوں کی تنقید دراصل ہماری اُس کمی کا علاج اور اس تکبر کا توڑ ہوتی ہے جو عقیدت مندوں کی مبالغہ آمیز مدح سرائی اور رنگ آمیزیوں سے ہم میں پیدا ہوجاتا ہے، کسی صاحب علم وکمال کے مداح بہت ہوجائیں اور اس کے پیچھے معتقدین کا ایک ہجوم چلنے لگے تو پھر عموماً ایسا ہوتا ہے کہ اس کے قدم زمین پر نہیں پڑتے، وہ اس پندار میں مبتلا ہوجاتا ہے کہ شاید اس جیسا کوئی نہیں ہے، ایسے میں ضروری ہے کہ ناقدین ومخالفین کا ایک طبقہ اپنا کام کرے، تاکہ تنقیدوں کا سلسلہ اس کے کبر وپندار کا علاج ثابت ہو اور وہ اپنی اصل حد سے آگے بڑھنے کی ہمت نہ کرے، دنیا میں ناکارہ اور نکمے لوگوں کا نہ کوئی حاسد ہوتا ہے اور نہ

مخالف، ان کی مثال تو پتھروں کی طرح ہوتی ہے، اور پتھروں کی نہ کبھی کوئی ہجو کرتا ہے نہ مذمت، غور کا مقام ہے کہ گرہن سورج اور چاند کو لگا کرتا ہے، ستاروں کا یہ مقام نہیں ہوتا کہ وہ گرہن زدہ ہوں، جاہلی شاعر زہیر کہتا ہے ۔

مُحَسَّدُوْنَ عَلَی مَا کَانَ مِنْ نِعَمٍ
لَا یَنْزِعُ اللّٰہُ مِنْهُمْ مَالَہُ حُسِدُوْا

جو نعمتیں انہیں حاصل ہیں، ان کی وجہ سے ان سے حسد کیا جاتا ہے، اللہ
ان سے کبھی وہ نعمتیں سلب نہ کرے جس کی وجہ سے وہ حسد کا شکار ہوئے ہیں۔

عربی ادیب و مفکر عقاد کے بارے میں مذکور ہے کہ کسی صاحب قلم نے ان سے شکوہ کیا کہ میڈیا کے لوگ میرے خلاف بہت کچھ لکھتے ہیں اور بکواس کرتے ہیں، عقاد نے ان سے کہا: میڈیا نے آپ کے خلاف جب جب جو کچھ لکھا ہے اُسے ایک جگہ اکھٹا کیجیے، پھر اسے ترتیب سے رکھ دیجیے، پھر اس کے اوپر اپنے پیر رکھ دیجیے، ان صاحب نے ایسا ہی کیا، عقاد نے کہا: آپ ایسا کر کے سطح زمین سے اپنے مخالفین کی تنقیدوں اور تبصروں کے بہ قدر بلند و بالا ہو گئے ہیں، اور مخالفین جتنا نقد و تبصرہ میں اضافہ کرتے جائیں گے آپ کا مقام اتنا ہی بلند ہوتا جائے گا۔

ابن الوزیر نے خوب کہا ہے ۔

وَشَکَوْتَ مِنْ ظُلْمِ الْحَسُوْدِ وَلَنْ تَجِدْ
ذَا سُؤْدَدٍ إِلَّا أُصِیْبَ بِحُسَّدِ

تم حاسد کے ظلم کا شکوہ کرتے ہو، تمہیں کوئی سردار اور بلند مرتبہ شخص ایسا
مل ہی نہیں سکتا جسے حاسدوں کا سامنا نہ کرنا پڑا ہو۔

آپ کے دوست نما دشمن آپ سے اس کا انتقام نہیں لیتے کہ آپ نے ان کا سرمایہ چوری کر لیا ہے، یا ان کی جائداد ہڑپ لی ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ آپ علم، دولت، شہرت،

عزت اور نیک کام میں ان سے آگے بڑھ گئے ہیں، آپ نے باہر کی دنیا میں اپنی کامیابی کے جھنڈے گاڑ دیئے ہیں، اور ہر چہار جانب آپ کا چرچا ہو رہا ہے، اس لئے انہیں گوارا نہیں ہوتا کہ آپ آگے رہیں، وہ آپ کو اپنے سے پیچھے اور کم تر دیکھنا چاہتے ہیں، اس لئے وہ حسد اور عداوت اور تنقید وتبصرہ کے ہتھیاروں کا سہارا لیتے ہیں، مگر رزلٹ پھر بھی ان کی امید کے خلاف ہوتا ہے، ان کی عداوت جتنی بڑھتی جاتی ہے، صاحب کمال کا قد اتنا ہی دراز ہوتا جاتا ہے۔

آپ اپنے حاسدین سے کلمۂ خیر اور حرفِ دعا کی امید مت رکھئے گا، آپ کو ان کی طرف سے سندِ تصدیق وتوثیق ملنے کی توقع نہیں رہنی چاہیئے، ان کے پاس آپ کے لئے کلماتِ تبصرہ اور افترا پردازیوں کے سوا کچھ نہیں ہے، آپ کے لئے ان کی طرف سے حسد و عداوت کا تحفہ ہی منتقل ہوسکتا ہے، آپ کو اس تحفے کا استقبال ’’اعراض، اغماض، صبر، حلم، درگذر، سیر چشمی، وسعت ظرف اور اپنے مشن کی لگن اور سرگرمی بڑھا دینے‘‘ کے ردِعمل سے کرنا ہوگا، یہی آپ کی سلامتی اور مستقل کامیابی کا پائدار طریقہ ہے، اور یہی حاسدین ومخالفین کے لئے سب سے مسکت جواب اور اذیت ناک سزا ہے۔

(یہ مضمون دراصل ڈاکٹر عائض القرنی کے ایک مقالے ’’ اُشْکُرْ حُسَّادَکَ‘‘ کی کچھ ترمیم کے ساتھ ترجمانی اور تلخیص ہے جو اخبار الشرق الاوسط مطبوعہ ۲۵؍صفر المظفر ۱۴۲۸ھ میں شائع ہوا تھا)

❑❑❑

دوست نما دشمنوں سے ہوشیار رہیے

عقل سلیم سے مالا مال دور اندیش اور بابصیرت انسان دوست نما دشمنوں، مفاد پرست، حاسد مزاج، خوشامد کرنے والے رفقاء اور چرب زبانی سے اظہار تعلق کرنے والے منافقوں سے بے حد چوکنا اور الرٹ رہتا ہے، وہ ایسے دوستوں پر کبھی آنکھ بند کر کے بھروسہ نہیں کرتا، وہ سمجھتا ہے کہ ان کی دوستی کے لبادے میں عداوت چھپی ہوتی ہے، ان کی زبانیں گوشیریں ہیں مگر دل بھیڑیوں سے زیادہ خطرناک ہیں۔

بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ دشمن دوستی کے لبادے میں ہوتا ہے، آدمی اس سے بے خوف اور مامون رہتا ہے مگر موقع ملتے ہی وہ دوست نما دشمن تیر چلا دیتا ہے، اس لئے ایسے دوست نما دشمنوں سے بہت ہوشیار رہنا چاہیئے، ان کے دل میں حسد وعداوت کی آگ ہمہ وقت مشتعل رہتی ہے، ان کو آدمی کے کمزور پوائنٹ معلوم ہوتے ہیں، موقع پاتے ہی وہ ان کا سہارا لے کر حملہ آور ہو جاتے ہیں، کسی عرب دانا کا قول ہے:

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِیْ شَرَّ الْأَصْدِقَاءِ فَإِنَّنِیْ قَدْ عَرَفْتُ الْأَعْدَاءَ.

اے اللہ! مجھے دوستوں کے شر سے بچالیجئے، اس لئے کہ میں اپنے دشمنوں کو تو خوب پہچان چکا ہوں۔

حکمت کا تقاضا ’’احتیاط‘‘ ہوتا ہے، عقل مندی ’’چوکنا رہنے‘‘ میں ہے، دانش مند وہی ہوتا ہے جو نگاہیں کھلی رکھتا ہو اور دور تک دیکھنے کا جوہر رکھتا ہو، عربی شاعر کہتا ہے ؎

إِحْذَرْ عَدُوَّکَ مَرَّةً
وَاحْذَرْ صَدِيْقَکَ أَلْفَ مَرَّةٌ

فَلَرُبَّمَا انْقَلَبَ الصَّدِيْقُ
فَصَارَ أَدْرَی بِالْمَضَرَّهْ

اپنے دشمن سے ایک مرتبہ محتاط رہو اور اپنے دوست سے ہزار بار چوکنا رہو بسا اوقات دوست پلٹ کر دشمن بن جاتا ہے، پھر وہ نقصان پہنچانے کے گر کہیں زیادہ جانتا ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ دوستوں سے بدگمانی رکھی جائے، اوران سے بے رخی اور بیگانگی کا معاملہ رکھا جائے، یہ تو بالکل نامناسب اور ناپسندیدہ عمل ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ احتیاط اور دوراندیشی کو ملحوظ رکھا جائے، اور نگاہیں کھلی رکھی جائیں، اندھا اعتماد نہ کیا جائے، اور اپنے رازوں سے باخبر نہ کیا جائے، تاکہ کسی بھی ناگہانی سے حفاظت رہے اور نقصان لاحق نہ ہو۔

مشاہدات و تجربات تو اس طرف رہنمائی کرتے ہیں کہ انسان کو کھلے دشمنوں سے اتنا نقصان نہیں پہونچتا جتنا دوست نما دشمنوں سے پہونچتا ہے، عربی شاعر ''معتصم بن صمادح'' کہتا ہے ؎

وَزَهَّدَنِیُ فِی النَّاسِ مَعْرِفَتِیُ بِهِمُ
وَطُوِیُلُ اخْتِبَارِیُ صَاحِباً بَعُدَ صَاحِبِ
فَلَمُ تَرِنِی الْأَیَّامُ خِلًّا تَسُرُّنِیُ
مَبَادِیُهِ إِلَّا خَانَنِیُ فِی الْعَوَاقِبِ

لوگوں سے واقفیت اور یکے بعد دیگرے مختلف دوستوں کے طویل تجربات نے مجھے لوگوں سے ''بے تعلق'' بنادیا ہے، زمانے نے مجھے یہ دن دکھائے کہ جس دوست کی ابتداء میرے لئے خوش کن تھی، اسی نے اخیر میں نقصان پہونچایا اور دوستی کے رشتے میں خیانت کا مرتکب ہوا۔

غالب کا یہ شعر بھی اسی حقیقت کا ترجمان ہے ؎

پانی سے سگ گزیدہ ڈرے جس طرح اسد
ڈرتا ہوں آئینے سے کہ مردم گزیدہ ہوں

انسان کو بہ خوبی سمجھ لینا چاہئے کہ بالعموم اسے جو پریشانیاں اور الجھنیں پیش آتی ہیں وہ اپنے شناساؤں، اہلِ تعلق اور زیرِ احسان افراد کی طرف سے آتی ہیں، جس کا آپ سے دور دور تک کوئی تعلق اور واسطہ نہ ہو، وہ آپ کو بالعموم تکلیف نہیں پہونچاتا، معاصرین اور تعلق کے دعوے داروں کا معاملہ بڑا عجیب ہوتا ہے، وہ آپ کے سکھ میں قریب اور دکھ میں دور رہتے ہیں، آپ کی نعمتیں اور آسائشیں ان کی نگاہوں میں خار بن کر چبھتی ہیں، ان کا بیرون تو بہت خوشنما ہوتا ہے مگر ان کے دل بھیڑیوں سے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔

آپ بہ غور جائزہ لیں تو اپنے معاصرین کے سرکل میں آپ کو مختلف قسم کے افراد نظر آئیں گے:

(۱) کچھ تو وہ ہوں گے جو آپ کے برملا بدترین مخالف ہوں گے، جنہیں آپ سے بغض ہوگا، جو آپ کی ہر خوبی کو خامی بنا کر ہی پیش کریں گے، جنہیں آپ کی ذلت ورسوائی سے بڑھ کر محبوب کوئی اور چیز نہیں ہوگی، جب بھی ان کا بس چلے گا آپ کو جانی ومالی نقصان پہنچانے میں انہیں کوئی باک نہیں ہوگا۔

(۲) ایک بڑا طبقہ ان افراد کا ہوگا جو حسد کی آگ میں جل رہے ہوتے ہیں، یہ بہ ظاہر محبت وتعلق کا دعویٰ کرتے ہیں مگر آپ کو نقصان پہنچانے کے لئے موقع کی تاک میں رہتے ہیں، وہ آپ کے سامنے تو آپ کی تعریف، تحسین، خوشامد اور تملق میں لگے رہتے ہیں، مگر آپ کے غائبانے میں ان کا حال غیظ وغضب اور جذبۂ انتقام میں ڈوبے ہوئے افراد کا ہوتا ہے۔

(۳) کچھ افراد ایسے بھی ہوتے ہیں جو زندگی میں ایک مرتبہ آپ کے ساتھ احسان وکرم کا معاملہ کر دیں تو پھر ساری زندگی اسے جتاتے رہتے ہیں، ہر مجلس میں اور ہر موقع پر اپنے اس احسان کا ذکر کرتے رہتے ہیں، انہیں اپنا ایک احسان تو یاد رہتا ہے مگر آپ کے سیکڑوں

احسانات اور اپنی بے شمار احسان فراموشیاں اور ایذا رسانیاں یاد نہیں رہتیں۔

(۴) کچھ احباب ایسے بھی ہوتے ہیں جو اگر چہ اپنی طرف سے آپ کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچاتے مگر وہ کسی آڑے وقت میں آپ کے کام بھی نہیں آتے، وہ اپنے آپ کو ایسا بنا کے رکھتے ہیں کہ آپ آزمائش کے کسی ہنگامی موقع پر ان سے مدد نہ لے سکیں، ایسے ہر مرحلے میں وہ اپنے ہاتھ پاؤں کھڑے کر لیتے ہیں اور اپنے کو عاجز و بے بس ظاہر کرتے ہیں، غالبًا ایسے ہی احباب کو ذہن میں رکھ کر حریری نے اپنے بیٹے کو آگاہی دی ہوگی۔

لَا تَغْتَرِرْ بِبَنِی الزَّمَانِ وَلَا تَقُلْ
عِنْدَ الشَّدَائِدِ لِی أَخٌ وَ حَمِیْمُ

تم ابن الوقت قسم کے لوگوں کی رفاقت سے فریب مت کھانا، اور مصیبتوں کے موقع پر کبھی یہ نہ کہنا کہ میرا فلاں بھائی اور دوست میرے کام آئے گا (اس لئے کہ ایسے لوگ کبھی کام نہیں آتے)۔

معاصرین، احباب اور رفقاء کے سرکل میں بالعموم یہ چار طرح کے لوگ ہوتے ہیں، سچا وفادار تو لاکھوں میں کوئی ایک ہی ہوتا ہے، اس لئے عقل مندی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان بہت محتاط رہے اور وہ اپنے معاصرین واحباب کے حوالے سے خاص طور پر بہت چوکنا رہے اور اندھے اعتماد کی غلطی سے ہمیشہ اپنے کو محفوظ رکھے۔

(ڈاکٹر عائض القرنی کے عربی مضمون " إحذر من الأصدقاء فربما كانوا أخطر من الأعداء" کی آزاد اردو ترجمانی مع حذف واضافہ)

❑❑❑

کامیابی کا راز

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ اس دنیا میں دوسروں پر تبصرہ ونقد، غیبت و مذمت اور طعنہ زنی کی منفی حرکتیں وہی لوگ انجام دیتے ہیں جو بالکل خالی ہوتے ہیں، جن کے سامنے کوئی مثبت اور تعمیری مشن نہیں ہوتا اور جنہوں نے اپنی زندگی کا کوئی اعلیٰ ہدف متعین نہیں کیا ہوتا ہے۔

آپ دیکھئے! جب مال ٹرین گزرتی ہے اور اس کے ڈبے خالی ہوتے ہیں تو اس کی آواز بتا دیتی ہے کہ اس کے ڈبوں میں کچھ نہیں ہے، جب کہ اگر ڈبوں میں مال بھرا ہوتا ہے تو پھر ایسی آواز کان لگا کر بھی سنائی نہیں پڑتی، بازاروں میں وہی دکان دار شور مچا مچا کر لوگوں کو اپنے سامان کی طرف متوجہ کرتا ہے جس کا سامان ڈبلی کیٹ یا بے کار ہوتا ہے، جب کہ اصل اور بہتر و کارآمد سامان فروخت کرنے والے کو کسی شور وغل کی ضرورت ہی نہیں ہوتی، کسی بھی کارخانے یا کمپنی یا ادارے میں دو طرح کے کارکن ہوتے ہیں، ایک طبقہ دیانت دار، محنتی اور پابند افراد کا ہوتا ہے جو کسی شور وغل اور ہائے ہو کے بجائے صرف اپنے کام کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اسے زبان سے اظہار کی ضرورت ہی نہیں ہوتی، اس کا کام خود اس کی محنت اور لگن کا اعلان کر رہا ہوتا ہے، جب کہ دوسرا طبقہ بد دیانت، کاہل اور کام چور لوگوں کا ہوتا ہے جو زبانی دعووں، پروپیگنڈوں اور اپنی دیانت و محنت کے اظہار کے مختلف حربوں کا سہارا لیتا ہے، ایسے ہی لوگ اپنے کام سے کام رکھنے والے اور مخلص افراد کے خلاف ماحول سازی بھی کرتے ہیں، مگر تھوڑی ہی مدت کے بعد ان کا فریب کھل جاتا ہے اور اصلیت واضح ہو جاتی ہے۔

ہماری معاشرتی اور سماجی زندگی میں ہر جگہ ایسے لوگ ضرور پائے جاتے ہیں جو ہر لحاظ سے نکمّے ہوتے ہیں، کسی بھی میدان میں انہیں کامیابی نہیں ملتی، چنانچہ ان کا مشغلہ اور نشانہ یہ

ہوتا ہے کہ وہ کام کے افراد کو ہدفِ تنقید بنا لیتے ہیں، پھر وہ ان کے تمام کاموں اور خوبیوں کو بہت معمولی اور بے حیثیت بنا کر پیش کرتے ہیں، ان کی مثال اس نادان کی ہوتی ہے جو کسی با کمال مصور کی خوب صورت اور بیش قیمت تصویر کو داغ اور دھبہ لگا کر بدصورت بنا دے، ظاہر ہے کہ ایسا کر کے نہ اس مصور کو ختم کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کی اصل تصویر کے حسن کو مٹایا جا سکتا ہے، ہر دیکھنے والا داغ اور دھبہ کو اس بچے کی طفلانہ حرکت ہی سمجھتا ہے، اسی طرح با کمال اور کام کے افراد پر بے جا تبصرہ بازیوں سے انسان صرف اپنی اصلیت اور کردار ہی نمایاں کرتا ہے، ان افراد کے کام اور مقام کو مٹا نہیں پاتا۔

جو لوگ دوسروں پر تبصرہ وتنقید کو اپنا مشغلہ بنا لیتے ہیں، وہ زندگی میں کوئی تعمیری کام انجام دینے کے قابل نہیں رہ جاتے، انہیں علمی اور عملی میدانوں میں کبھی کوئی قابل ذکر مقام حاصل نہیں ہو پاتا، ان کی زندگی بے مقصد رہتی ہے۔

منقول ہے کہ ایک نکمّے اور حاسد مزاج نوجوان نے اپنے باپ سے کہا تھا کہ میری نہ کوئی تعریف کرتا ہے اور نہ کوئی مجھے برا کہتا ہے، جب کہ فلاں شخص کا معاملہ یہ ہے کہ اس کی تعریف بھی ہوتی ہے اور کچھ لوگ اسے سب وشتم کا نشانہ بھی بناتے ہیں، یہ سن کر اس کے باپ نے جواب دیا: اصل بات یہ ہے کہ تم انسانی لبادہ میں بیل کی طرح ہو، اس لئے تم کسی کی نگاہ میں آنے کے قابل ہی نہیں ہو، جب کہ فلاں شخص محنتی اور مستقل مزاج کارکن ہے، اس کے اچھے کاموں پر ستائش ہوتی ہے، اور ایسے افراد کے حاسد بھی ہوتے ہیں جو ان کو طعن وتشنیع کا نشانہ بھی بناتے ہیں۔

نکمّے اور حاسد مزاج افراد کا اصل مشغلہ ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ کام کے افراد کو طرح طرح سے رسوا اور بدنام کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں، ان کی توجہ اپنی ذات اور وقت کو کارآمد بنانے کی طرف نہیں، دوسروں کی ٹانگ کھینچنے اور ان کی توہین کی طرف ہوتی ہے، جب کہ حسد کی لعنت سے پاک مثبت کاموں میں مصروف افراد اپنی سرگرمیوں میں اس درجہ منہمک ہوتے

ہیں کہ انہیں دوسروں کی تذلیل وتوہین کی نہ فرصت ہوتی ہے اور نہ ان کی ذہنی ساخت ایسے گندے کام کی انہیں اجازت دیتی ہے، انہیں تو صرف اپنے کام کو خوب سے خوب تر بنانے کی دھن ہوتی ہے اور شاہ راہِ عمل پر تیز رفتاری سے چل کر منزل مقصود تک رسائی کی فکر بے چین رکھتی ہے، ایسے افراد حاسدوں کے حسد اور مخالفوں کی مخالفت کے جواب میں الجھنا، وقت ضائع کرنا اور منفی وانتقامی ردعمل ظاہر کرنا پسند نہیں کرتے، ان کی مثال کھجور کے اس بار آور درخت کی ہوتی ہے جو اپنے اوپر پتھر پھینکنے والے کو سزا دینے کے بجائے کھجور کا شیریں پھل دیتا ہے اور یہ خاموش سبق منتقل کرتا ہے کہ جس کا جو ظرف ہوتا ہے اس کا ویسا ہی کام ہوتا ہے۔

کام کا انسان اپنے مشن کے لئے یکسو رہتا ہے، وہ بس اپنے کام اور منزل پر نظر رکھتا ہے، مخالفانہ سرگرمیاں اور معاندانہ وحاسدانہ اچھل کود کبھی اس کی توجہ کا رخ نہیں موڑ پاتیں، وہ شہد کی اس مکھی جیسا ہوتا ہے جو پھولوں سے عرق کشید کر کے شہد تیار کرنے میں مصروف ہوتی ہے اور اس کی تمام تر توجہ اسی پر رہتی ہے، بلکہ وہ ریس کے لئے ٹرینڈ کئے جانے والے اس گھوڑے کی مانند ہوتا ہے جو تماشائیوں کے شور وغل پر توجہ کے بجائے صرف مقابلہ کی بازی جیت لینے کی دھن میں ہوتا ہے، وہ جانتا ہے کہ اس کا دھیان ذرا بھی ہٹے گا تو ہزیمت اس کا مقدر بن جائے گی۔

منقول ہے کہ ایک مچھر کھجور کے ایک درخت پر جا گرا، پھر اس نے اڑنا چاہا تو کھجور کے درخت سے کہا کہ ذرا سنبھل کر رہنا، میں اڑنے جا رہا ہوں، درخت بولا: بخدا مجھے تو پتہ ہی نہ چلا کہ کب تم مجھ پر آ گرے تھے، اب تم اڑو گے تو مجھے کیا پتہ چلے گا؟ کام کے افراد کو عملی زندگی میں حاسدوں اور معاندوں کے بالمقابل کھجور کے درخت کا ہی کردار ادا کرنا پڑتا ہے، ان کی ترقی اور کامیابی کا راز ہی اس میں مضمر ہے کہ وہ پریشان ہونے، ردعمل کی منفی نفسیات پیدا کرنے اور انتقام کے چکر میں پڑنے کے بجائے صرف اور صرف اپنے مشن کی طرف متوجہ رہیں۔ (ڈاکٹر عائض القرنی کے ایک مضمون کی ترجمانی مع ترمیم وحذف واضافہ) ❑❑❑

باب دوم:

بغض، عداوت، کینہ اور کپٹ

بغض، عداوت، کینہ اور کپٹ

دوسروں سے بغض، دشمنی، نفرت، عداوت، کینہ، کھوٹ، کپٹ اور جذبۂ انتقام رکھنا بدترین درجے کا گناہ ہے، احادیث میں اسے ''بُغْضٌ'' (دشمنی)، ''حِقْدٌ''، ''غِلٌّ'' اور ''غِشٌّ'' (کینہ اور کپٹ) کے الفاظ سے بیان کیا گیا ہے۔

بغض اور کینہ کی حقیقت

بغض محبت کی ضد ہے اور امام راغبؒ کے بقول:

اس کی حقیقت ناپسندیدہ چیز سے دل کا متنفر ہو جانا ہے۔ (المفردات:۵۵)

علامہ کفویؒ نے لکھا ہے کہ:

بغض دل کی نفرت کا نام ہے۔ (نضرۃ النعیم:۹/۳۰۷ ۴)

متعدد اہل علم نے بغض میں کینے کو بھی شامل کیا ہے، کینہ اصل میں جذبۂ انتقام کو کہتے ہیں، آدمی کو جب کسی پر بہت غصہ آتا ہے اور آدمی فوراً اسے کوئی تکلیف نہیں پہونچا پاتا تو دل میں اس کے لئے نفرت اور عداوت کی جو کیفیات پیدا ہوتی ہیں اور انتقام کا جو جذبہ امڈ آتا ہے، وہی ''کینہ'' کہلاتا ہے۔ (التعریفات للجرجانی:۹۵)

جاحظ کے بقول:

دوسرے کے لئے اپنے دل میں برے جذبات چھپائے رکھنا کہ جب موقعہ ملے گا اسے تکلیف پہونچاؤں گا، کینہ ہے۔ (نضرۃ النعیم:۱۰/۴۴۳۰)

امام غزالیؒ نے لکھا ہے:

جب آدمی کو غصہ آتا ہے اور وہ انتقام لینے سے عاجز ہونے کی بنا پر غصہ پینے پر مجبور ہو جاتا ہے تو اب یہی غصہ اس کے دل میں جو شکل اختیار کرتا ہے وہی کینہ ہے، چنانچہ دل میں ہمیشہ کے لئے دوسرے سے نفرت اور بغض پیدا ہو جاتے ہیں۔ (احیاء العلوم: ۳/ ۳۳۹)

حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

جب غصہ میں بدلہ لینے کی قدرت نہیں ہوتی تو ضبط کرنے سے اس شخص کی طرف سے دل پر ایک قسم کی گرانی ہو جاتی ہے، اس کو حقد یعنی کینہ (اور بغض) کہتے ہیں، اس کا منشا غصہ ہے اور میٹھے غصہ میں ہوتا ہے اور میٹھے غصہ میں دو عیب ہیں، ایک عیب تو خود وہ غصہ تھا اور دوسرا عیب یہ کینہ ہے تو کینہ صرف ایک عیب نہیں بلکہ بہت سے گناہوں کا تخم ہے، جب غصہ نکلا نہیں تو اس کا خمار دل میں بھرا رہتا ہے اور بات بڑھتی اور رنجیدگیاں پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں۔

کینہ وہ ہے جو اختیار اور قصد سے کسی کی برائی اور بدخواہی دل میں رکھی جاوے اور اس کو ایذا پہنچانے کی تدبیر بھی کرے۔ (شریعت وطریقت: ۱۸۶)

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب اس کی توضیح فرماتے ہیں:

اپنے اختیار سے کسی شخص کی بدخواہی دل میں پال لی اور اس کی تدبیر بھی کر رہا ہے کہ اس کو تکلیف پہنچے، اس کا نقصان ہو اور اس کے درپئے آزار ہو جائے، اس کو ''کینہ'' کہا جاتا ہے۔

یہ ''کینہ'' اکثر اس طرح پیدا ہوتا ہے کہ ایک شخص سے آپ کو کوئی رنج یا تکلیف پہنچی، اس رنج اور تکلیف پہنچنے کے نتیجے میں آپ کو اس پر غصہ آیا اور دل چاہ رہا ہے کہ میں بھی اس کو کوئی رنج اور تکلیف پہنچاؤں، لیکن جس شخص نے آپ کو تکلیف پہنچائی ہے وہ ایسا آدمی ہے کہ تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، کیونکہ وہ یا تو عمر میں تم سے بڑا ہے، یا مرتبے میں تم سے بڑا ہے اور تمہارا اس کے اوپر بس نہیں چلتا، اور بس نہ چلنے کی وجہ سے تم اس سے انتقام نہیں لے سکتے اور تمہارے پاس انتقام لینے کا کوئی راستہ نہیں ہے، لہٰذا

ایک طرف تو غصہ آرہا ہے اور طبیعت میں اس کے خلاف اوٹن ہو رہی ہے اور اس کے خلاف دل میں جذبات پیدا ہو رہے ہیں اور دوسری طرف ان جذبات کے نکلنے کا کوئی راستہ بھی نہیں ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دل کے اندر گھٹن پیدا ہو رہی ہے، وہ گھٹن انسان کے اندر ''کینہ'' پیدا کر دیتی ہے، چنانچہ وہ سوچتا ہے کہ اس وقت تو مجھے بدلہ لینے کا موقع نہیں ہے، لیکن جب کبھی موقع ملا تو میں اس کو چھوڑوں گا نہیں، یہ کینہ ہے۔

اور اگر دل میں اتنا خیال ہو کہ جب مجھے موقع ملے گا تو جتنی تکلیف اس نے پہنچائی تھی، میں بھی اتنی تکلیف پہنچا دوں گا، تو یہ گناہ کی بات نہیں، کیونکہ شریعت نے یہ حق دیا ہے کہ اگر کسی دوسرے شخص نے تمہیں تکلیف پہنچائی ہے تو تم بھی اس کو اتنی ہی تکلیف پہنچا سکتے ہو۔

لیکن یہ غصہ اور یہ گھٹن انسان کے دل میں یہ جذبہ پیدا کر دیتی ہے کہ اگر میرا قابو چل گیا تو اس نے جتنی تکلیف مجھے پہنچائی ہے، اس سے دس گنی تکلیف میں اس کو پہنچاؤں گا، کیونکہ جو آدمی حدود کا پابند نہیں ہوتا، وہ کبھی حد پر نہیں رہتا، جو لوگ آپس میں گالی گلوچ کرتے ہیں، ان کا طریقہ یہ ہے کہ جب ایک نے یہ گالی دی کہ تو احمق اور بے وقوف ہے، تو دوسرا جواب میں فوراً یہ کہے گا کہ تو بے وقوف، تیرا باپ بے وقوف، تیرا دادا بے وقوف، وہ کبھی ایک پر اکتفا نہیں کرے گا بلکہ باپ دادا تک پہنچ جائے گا، جس شخص کے اخلاق کا تزکیہ نہ ہوا ہو، وہ کبھی حد پر قائم نہیں رہتا۔

جاہل کا جذبہ صرف ایک مرتبہ ''بے وقوف'' کہہ دینے سے ٹھنڈا نہیں ہوتا بلکہ اور آگے بڑھتا ہے، اسی طرح جب دوسرے کو تکلیف پہنچانے کا موقع آجائے تو اس میں حد پر نہیں رہے گا، مثلاً کسی نے اس کو ایک ہاتھ مارا تو وہ جواب میں دو ہاتھ مارے گا۔

لہٰذا جب آگے بڑھنے کا جذبہ موجود ہے تو وہ دل میں یہ ٹھانے ہوئے ہے کہ جب کبھی انتقام کا موقع ملے گا تو اس کو چھوڑوں گا نہیں، یہ بدخواہی جو دل میں پیدا ہو رہی ہے، اسی کا نام ''کینہ'' اور ''بغض'' ہے، اس ''کینہ'' کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جہاں اس کو

تکلیف پہنچانے کا موقع ہوگا تو اس کو تکلیف پہنچا دے گا، جہاں بدنام کرنے کا موقع آئے گا وہاں بدنام کردے گا، جہاں اس کی غیبت کرنے کا موقع ملے گا، تو اس کی غیبت کردے گا، جہاں زبان سے اس کی دل آزاری کا موقع ملے گا تو زبان سے دل آزاری کرے گا، طنز و طعن کے تیر اس کے اوپر برسائے گا، ان سب کاموں کا سبب بغض اور کینہ ہے، اس کینہ اور بغض کا ازالہ ضروری ہے۔

دیکھئے! اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حق دیا ہے کہ جس شخص نے آپ کو جان بوجھ کر تکلیف پہنچائی ہے تو آپ اس سے انتقام لے سکتے ہیں، مگر اتنا ہی انتقام لے سکتے ہیں، جتنی تکلیف اس نے پہنچائی ہے، اس سے زیادہ نہیں، یہ حد مقرر ہے، اس سے آگے بڑھنا جائز نہیں، لیکن یہ کیسے پتہ چلے کہ کس موقع پر انسان سرحد پار کر گیا؟ اس لئے کہ انسان کے اپنے پاس ایسا کوئی ترازو نہیں ہے جس سے وہ یہ پتہ چلائے کہ میں کس موقع پر حد پر قائم رہا اور کس موقع پر حد سے آگے بڑھ گیا، کہاں میں نفسانی جذبے کو ٹھنڈا کرنے کے لئے انتقام لے رہا ہوں اور کہاں میں اللہ کے لئے بدلہ لے رہا ہوں، اس کا پتہ نہیں چلتا۔

حضرت علیؓ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک یہودی نے حضور اقدس ﷺ کی شان میں گستاخی کا کلمہ کہہ دیا، العیاذ باللہ، حضرت علیؓ کہاں برداشت کرنے والے تھے، انہوں نے اس کو پکڑ کر زمین پر گرایا اور اس کے سینے پر سوار ہو گئے، جب یہودی نے دیکھا کہ اب بچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے تو اس نے نیچے پڑے پڑے حضرت علیؓ کے منہ پر تھوک دیا، جب یہودی نے تھوکا تو حضرت علیؓ اس کو چھوڑ کر کھڑے ہو گئے، لوگوں نے کہا کہ اب تو اور زیادہ سزا دیئے جانے کے لائق تھا اور آپ نے اس کو چھوڑ دیا؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اب تک تو میں اس سے اس لئے لڑ رہا تھا کہ اس نے حضور اقدس ﷺ کی شان میں گستاخی کی تھی، لہٰذا میری اس کے ساتھ جو لڑائی تھی، وہ اپنی ذات کے لئے نہیں تھی بلکہ اللہ کے رسول ﷺ کے لئے تھی، لیکن جب اس نے میرے منہ پر تھوک دیا

تو مجھے غصہ آیا اور اس سے انتقام لینے کا جذبہ پیدا ہوا، لہٰذا اب اگر میں اس سے انتقام لیتا تو اپنی ذات کے لئے انتقام لیتا اور اپنی ذات کے لئے میں انتقام لینا نہیں چاہتا۔

یہ تھے صحابہ کرام جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یُزَکِّیْھِمْ'' یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کو ان کے تزکیہ کے لئے بھیجا تھا، چنانچہ حضور اقدس ﷺ نے ان کا ایسا تزکیہ کیا جیسا کہ آپ نے حضرت علیؓ کے واقعہ میں دیکھا۔

بہر حال! آدمی جب دوسرے سے انتقام لیتا ہے تو عام طور پر حد پر نہیں رہتا بلکہ حد سے آگے بڑھ جاتا ہے، اور اگر انتقام نہ لے سکا تو اس کے نتیجے میں کینہ پیدا ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے، آمین، یہ کینہ بڑی خطرناک بیماری ہے۔ (اسلام اور ہماری زندگی: ۸/ ۲۳۵-۲۳۸)

❑❑❑

بغض اور کینہ قرآن کی روشنی میں

قرآن مجید میں مختلف آیات میں بغض، عداوت اور کینہ کپٹ کی قباحتوں کا ذکر آیا ہے، یہود ونصاریٰ اور منافقین کے بغض وعداوت کا تذکرہ بھی ہے، شیطانی مشن کا بیان بھی ہے، اللہ کے نیک بندے بغض اور کینہ سے کتنے دور رہتے ہیں، اس کی وضاحت بھی ہے اور اہل جنت کے دل عداوت اور کینے سے کیسے پاک ہوں گے، اس کی صراحت بھی ہے، چند آیات ملاحظہ ہوں:

(۱) وَأَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. (المائدة: ٦٤)

اور ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک کے لئے عداوت اور بغض پیدا کردیا ہے۔

اس آیت میں یہود کا تذکرہ ہے کہ انہیں اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کی سزا کے طور پر باہمی عداوت، تفرقوں اور بغض وکینے میں مبتلا کردیا گیا، اس میں امت محمدیہ کو بھی آگاہی ہے کہ شریعت سے بغاوت کے جرم کی یہ سزا ملتی ہے کہ دلوں میں بغض اور کینوں کا زہر بھردیا جاتا ہے اور شیرازہ بکھیر دیا جاتا ہے۔

(۲) فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. (المائدة: ١٤)

چنانچہ ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک کے لئے دشمنی اور بغض پیدا کردیا۔

یہاں نصاریٰ کا ذکر ہے کہ انہوں نے اللہ کے عہد و پیمان کو اور قانون شریعت کو پوری

طرح توڑ ڈالا تھا، جس کی سزا انہیں عداوت وبغض میں مبتلا کر کے دی گئی تھی، اس میں بھی امت محمدیہ کو باخبر کیا جا رہا ہے کہ احکام شریعت سے سرتابی کا انجام افتراق اور بغض کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

(۳) قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ. (آل عمران: ۱۱۸)

بغض ان کے منہ سے ظاہر ہو چکا ہے، اور جو کچھ (عداوت) ان کے سینے چھپائے ہوئے ہیں وہ کہیں زیادہ ہے۔

یہاں یہود ومنافقین کے کردار کی تصویر کشی ہے کہ ان کے سینے کینوں سے لبریز اور بغض سے بھرے رہتے ہیں اور ان کی زبان کے بولوں سے ان کا بغض اور کینہ ظاہر ہو جاتا ہے، اس میں بھی اہل ایمان کو اشارہ دیا گیا ہے کہ بغض وعداوت منافقانہ طرز عمل ہے اور اہل ایمان کو اس سے حد درجہ اجتناب کرنا چاہیئے۔

(۴) إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ. (المائدة: ۹۱)

شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعہ تمہارے درمیان دشمنی اور بغض کے بیج ڈال دے۔

اس آیت میں شراب اور جوئے کا ایک نمایاں نقصان بتایا گیا ہے کہ اس کی وجہ سے باہم عداوت، بغض اور کینہ پیدا ہوتا ہے، ساتھ ہی شیطانی اور ابلیسی مشن اور کاز بھی یہ بتایا جا رہا ہے کہ ابلیسی مشن کا بنیادی ایجنڈا اہل ایمان میں باہم عداوت، تفرقہ اور بغض کی آبیاری ہوتا ہے، اس لئے بہت ہوشیار اور چوکنا رہنا چاہیئے۔

(۵) رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ. (الحشر: ۱۰)

(اللہ کے نیک بندے یہ دعا مانگتے ہیں کہ) اے ہمارے پروردگار! ہماری بھی مغفرت فرمایئے، اور ہمارے ان بھائیوں کی بھی جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں، اور ہمارے دلوں میں ایمان لانے والوں کے لئے کوئی بغض نہ رکھئے، اے ہمارے پروردگار! آپ بہت شفیق، بہت مہربان ہیں۔

اس آیت میں اللہ نے اپنے ان بندوں کی تعریف فرمائی ہے جو دوسروں کے لئے اپنے دلوں میں بغض اور کینہ کے جذبات پیدا ہونے سے پاک اور محفوظ رہنے کی دعائیں مانگا کرتے تھے، معلوم ہوا کہ صاحب ایمان کو اپنی پاکیزگیٔ دل کے لئے ہر ممکن کوشش کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں دست بہ دعا رہنا چاہیے، اللہ ایسی دعا قبول فرماتے ہیں اور دلوں کو بغض و کینہ کی آلائش سے پاک کردیتے ہیں۔

(٦) وَنَزَعۡنَا مَا فِيۡ صُدُوۡرِهِمۡ مِّنۡ غِلٍّ تَجۡرِيۡ مِنۡ تَحۡتِهِمُ الۡأَنۡهٰرُ. (الاعراف:٤٣)

اور اُن کے سینوں میں (ایک دوسرے سے دنیا میں) جو کوئی رنجش رہی ہوگی، اُسے ہم نکال باہر کریں گے۔

اس آیت میں جنت کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ وہاں سب کے دل بغض و کینہ کی ہر گندگی سے صاف ہوں گے، اور دراصل جنت کی دائمی زندگی کے سکون، رونق اور بہار اور فرحت کا راز بھی یہی ہے، دلوں میں بغض ہو تو پھر چاہے جتنے اسبابِ راحت و مسرت جمع ہوجائیں، حقیقی سکونِ زندگی میسر نہیں ہوسکتا، دنیا میں بھی کسی علاقے یا خاندان میں یہ کیفیت پیدا ہوجاتی ہے اور سب کے دل نفرت و بغض سے پاک رہتے ہیں تو زندگی جنت کا نمونہ ہوجاتی ہے۔

اس آیت کی شرح میں حضرت ابوحفصؒ فرماتے ہیں:

جو قلوب اللہ تعالیٰ کی محبت سے مالوف اور اس کی محبت پر متفق اور اس کی مودت پر مجتمع اور اس کے ذکر سے مانوس ہوگئے ہیں، ان میں کینہ اور حسد کس طرح باقی رہ سکتا

ہے؟ بیشک یہ دل نفسانی وسوسوں اور طبعی کدورتوں (تاریکیوں) سے پاک وصاف ہیں بلکہ توفیق کے نور سے سرمگیں ہیں تو پھر وہ سب آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔ (اپنی اصلاح کا مکمل نصاب: ۲/ ۳۳۸ بحوالہ عوارف المعارف: ۱۸۹)

حضرت سدیؒ فرماتے ہیں:

اہل جنت جب جنت کی طرف لے جائے جائیں گے، تو وہ جنت کے دروازے کے پاس ایک ایسا درخت پائیں گے جس کی جڑ میں دو چشمے ابل رہے ہوں گے، وہ ایک چشمے کا پانی پئیں گے تو ان کے دلوں کا ہر بغض اور کینہ باہر نکل آئے گا، اور وہ بالکل صاف دل اور پاک باطن ہوجائیں گے، پھر وہ دوسرے چشمے کے پانی سے نہائیں گے، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انہیں ایسی رونق، نعمت اور شادابی عطا ہوجائے گی کہ پھر اس کے بعد ان میں کبھی کوئی افتراق اور انتشار پیدا ہی نہیں ہوگا۔ (تفسیر ابن کثیر: ۲/۳۳۳)

اس آیت سے ایک سبق تو یہ ملتا ہے کہ جنت کا حق دار بننے کے لئے اہل ایمان کو دنیا کی زندگی میں ہر مرحلے پر اپنے دلوں کو بغض وعداوت اور کینہ ونفرت سے دور اور نفور رہنے کی کوشش اور فکر کرنی چاہئے، اگر ایسا کرلیا جائے تو دنیا کی زندگی بھی جنت نظیر اور مسرتوں کا گہوارہ ہوجائے گی اور آخرت میں بھی یقینی طور پر جنت کی نعمتیں عطا ہوں گی۔

❑❑❑

بغض اور کینہ احادیث نبویہ کے آئینے میں

حضور اکرم ﷺ کی احادیث میں جا بجا امت کو ہدایات دی گئی ہیں اور بغض وکینہ سے دور رہنے اور اس کے نقصانات سے محفوظ رہنے کی تلقین کی گئی ہے، ذیل میں بہ طور نمونہ چند حدیثیں مذکور ہیں:

(۱) حضرت ابوسنان دؤلیؒ سے مروی ہے کہ وہ حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہاں مہاجرین اولین کا ایک معزز گروہ پہلے سے موجود تھا، حضرت عمرؓ نے وہ ٹوکری منگوائی جو عراق کے کسی مفتوحہ قلعہ میں مال غنیمت کے طور پر ملی تھی، اس ٹوکری میں ایک انگوٹھی بھی تھی جو ان کے صاحبزادگان میں سے کسی نے لے لی تھی اور اپنے منھ میں ڈال رکھی تھی، حضرت عمرؓ نے وہ انگوٹھی اپنے بیٹے سے واپس لی، اور پھر زاروقطار رونے لگے، کسی نے رونے کا سبب دریافت کیا تو بولے کہ میں نے آپ ﷺ سے سنا تھا:

لا تُفْتَحُ الدُّنْيَا عَلَى أَحَدٍ إِلَّا أَلْقَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبُغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

دنیا جن لوگوں پر بھی کشادہ کی جائے گی اللہ قیامت تک ان کے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے گا۔

مجھے دولت کے یہ خزانے دیکھ کر یہی ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں ہم میں باہم عداوت وبغض پیدا نہ ہو جائے۔ (مجمع الزوائد: ۱۰/ ۲۳٦)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دولت کا افراط عداوت، بغض، کینہ، حسد اور متعدد

خطرناک گناہوں کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ نے آپ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ جب فارس وروم کے علاقے تمہاری مفتوحات میں آجائیں تو پھر ایسا ہوکر رہے گا کہ:

تَتَنَافَسُوْنَ ثُمَّ تَتَحَاسَدُوْنَ ثُمَّ تَتَدَابَرُوْنَ ثُمَّ تَتَبَاغَضُوْنَ.

تم میں دنیا کی مقابلہ آرائی ہوگی، پھر باہم حسد پیدا ہوگا، پھر باہمی تعلقات بگڑ جائیں گے پھر بغض اور کینہ اپنی جڑیں مضبوط کرلے گا۔

پھر ایسا بھی ہوگا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں بھی مارنے میں دریغ نہ کروگے۔(مسلم: الزھد: باب الدنیا سجن المؤمن: ۷۴۲۷)

اس حدیث کا حاصل بھی یہی ہے کہ فتوحات اور دولت کی کثرت کا لازمی نتیجہ حرص، مقابلہ آرائی، ترک تعلق، حسد، بغض، کینہ، عداوت اور تکبر کی شکل میں نمایاں ہوتا ہے۔

(۳) حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

خِيَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُحِبُّوْنَهُمْ وَيُحِبُّوْنَكُمْ، وَتُصَلُّوْنَ عَلَيْهِمْ وَيُصَلُّوْنَ عَلَيْكُمْ، وَشِرَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُبْغِضُوْنَهُمْ وَيُبْغِضُوْنَكُمْ، وَتَلْعَنُوْنَهُمْ وَيَلْعَنُوْنَكُمْ.

تمہارے سرداروں، حکام اور پیشواؤں میں بہتر وہ ہیں جن سے تم اور جو تم سے محبت کریں، اور جن کے لئے تم اور جو تمہارے لئے دعائے خیر و رحمت کریں، اور تمہارے بدتر حکام وہ ہیں جن سے تم اور جو تم سے بغض و عداوت رکھیں، اور جن کو تم اور جو تم کو لعن طعن کریں اور دشنام طرازی کریں۔

یہ سن کر صحابہ نے دریافت کیا:

أَفَلَا نُنَابِذُهُمْ عِنْدَ ذٰلِكَ؟

کیا ایسی صورت میں ہم بدتر حکام کو چھوڑ نہ دیں؟

آپ ﷺ نے تنبیہ فرمائی کہ جب تک حکام نماز قائم کرتے رہیں ان سے تعلق مت توڑو۔(مسلم: الإمارة: باب خيار الأئمة و شرارهم: ٤٨٠٤)

اس روایت سے ایک بات تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے ظالم اور بد دین حکمراں اپنی دیندار رعایا سے محبت کے بجائے بغض وعداوت رکھتے ہیں، اور دعائے خیر کے بجائے لعن طعن اور گالی کے کلمات زبانوں سے نکالتے ہیں، چنانچہ ان کی رعایا کے لوگ بھی ان کو ناپسند کرتے ہیں اور ان کے لئے دعا کے کلمات ان کی زبانوں سے نہیں نکلتے، دوسری ہدایت یہ ہے کہ حکمراں کیسے ہی بدتر کیوں نہ ہوں، جب تک وہ نماز پر قائم رہیں ان کے خلاف بغاوت اور ان سے ترکِ تعلق کی اجازت نہیں ہے۔

(۴) حضرت زبیر بن عوامؓ آپ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

دَبَّ إِلَيْكُمْ دَاءُ الْأُمَمِ: اَلْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ، هِيَ الْحَالِقَةُ، لا أَقُولُ: تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلَكِنْ تَحْلِقُ الدِّيْنَ. (ترمذی: كتاب صفة القيامة: باب قول النبي: إياكم وسوء ذات البين: ٢٦٩٩)

پچھلی امتوں کی حسد اور بغض کی بیماریاں تمہاری طرف تیزی سے چلی آرہی ہیں، جو دین کو مونڈ دینے والی بیماریاں ہیں۔

شارح حدیث ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے:

حسد اور بغض دونوں دل کے گناہ ہیں، فرق یہ ہے کہ حسد اندرون میں ہوتا ہے اور بغض بیرون میں نمایاں ہوتا ہے، اور یہ دونوں دین، صلاح، الفت، محبت، صلہ رحمی، اجتماعیت اور مودت سب کا صفایا کردینے والی بیماریاں ہیں۔(مرقاۃ المفاتیح:۹/۲۴۱)

(۵) حضرت ابوہریرہؓ نے آپ ﷺ سے نقل کیا ہے:

سَيُصِيبُ أُمَّتِي دَاءُ الْأُمَمِ: اَلْأَشَرُ وَالْبَطَرُ وَالتَّكَاثُرُ وَالتَّشَاحُنُ فِي الدُّنْيَا وَالتَّبَاغُضُ وَالتَّحَاسُدُ حَتَّى يَكُونَ الْبَغْيُ ثُمَّ الْهَرَجُ.
(مجمع الزوائد: ٧/٣١١)

دیگر امتوں کی بیماریاں عنقریب میری امت کو آ گھیریں گی: وہ ناشکری، تکبر، دنیا کی کثرت کی ہوڑ، دنیا کی خاطر باہم عداوت وکینہ، باہم بغض، حسد، پھر حد سے تجاوز اور ظلم پھر قتل ناحق کے گناہ ہیں۔

علامہ مناویؒ نے لکھا ہے کہ دنیا کی حرص، ہوڑ اور ریس تمام آفتوں کی بنیاد، تمام گناہوں کی جڑ، تمام فتنوں کی اصل اور اساس ہے، اور اسی سے حسد، بغض، کینہ، عداوت، ظلم اور قتل جیسے شر وجود میں آتے ہیں۔ (فیض القدیر:۴/۱۲۵)

(٦) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

فِيكَ مَثَلٌ مِنْ عِيسَىٰ، أَبْغَضَتْهُ الْيَهُودُ حَتَّى بَهَتُوا أُمَّهُ، وَأَحَبَّتْهُ النَّصَارَىٰ حَتَّى أَنْزَلُوهُ بِالْمَنْزِلَةِ الَّتِي لَيْسَ بِهِ.

تم میں حضرت عیسیٰ کی خوب مشابہت ہے، یہود ان کے دشمن تھے، یہاں تک کہ یہود نے ان کی والدہ پر الزام تراشی کر دی، اور نصاریٰ نے ان سے اتنی محبت کی کہ انہیں اس مقام تک پہونچا دیا جو ان کا نہیں تھا (یعنی خدا بنا دیا)۔

پھر حضرت علیؓ نے فرمایا:

يَهْلِكُ فِيَّ رَجُلَانِ: مُحِبٌّ مُفْرِطٌ يُقَرِّظُنِي بِمَا لَيْسَ فِيَّ، وَمُبْغِضٌ يَحْمِلُهُ شَنَآنِي عَلَى أَنْ يَبْهَتَنِي.

میرے بارے میں دو طرح کے لوگ ہلاک ہو جائیں گے، ایک تو میری محبت میں اتنا غلو کرنے والا جو میری تعریف میں وہ باتیں مبالغہ کے طور پر بیان کرے جو مجھ میں نہ ہوں، اور دوسرا وہ بغض رکھنے والا دشمن جس کو میری عداوت افترا پردازی پر آمادہ کر دے۔ (مسند احمد:۱/۱۶۰)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بغض وعداوت کا زہر انسان کو جھوٹ، تہمت اور افترا پردازی کے خطرناک گناہوں تک پہونچا دیتا ہے۔

(۷) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

وَالَّذِی نَفْسِی بِيَدِهِ لا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تُسْلِمُوا، وَلا تُسْلِمُوا حَتَّى تَحَابُّوا، وَأَفْشُوا السَّلامَ تَحَابُّوا، وَإِيَّاكُمْ وَالْبِغْضَةَ، فَإِنَّهَا هِيَ الْحَالِقَةُ، لا أَقُولُ لَكُمْ: تَحْلِقُ الشَّعَرَ وَلَكِنْ تَحْلِقُ الدِّيْنَ. (الادب المفرد: ٢٦٠)

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم اسلام لائے بغیر جنت میں داخل نہیں ہوسکتے، اور باہمی محبت کے بغیر تمہارا اسلام کامل نہیں ہوسکتا، سلام کو رواج دو، تم میں باہم محبت پیدا ہوجائے گی، بغض سے بچو، کیونکہ بغض صفایا کر دیتا ہے، میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ بغض بالوں کا صفایا کرتا ہے، نہیں بلکہ وہ دین کا صفایا کر دیتا ہے۔

اس حدیث میں صراحت ہے کہ باہم بغض وعداوت دین کا صفایا کرنے والی چیز ہے، اوران کی وجہ سے آدمی دینداری کے دائرے سے باہر نکل آتا ہے۔

(۸) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا:

إِنَّ لِي قَرَابَةً أَصِلُهُمْ وَيَقْطَعُونَنِي، وَأُحْسِنُ إِلَيْهِمْ وَيُسِيئُونَ إِلَيَّ، وَأَحْلُمُ عَنْهُمْ وَيَجْهَلُونَ عَلَيَّ.

میرے کچھ رشتہ دار ہیں جن کا حال یہ ہے کہ میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں مگر وہ مجھ سے قطع تعلق کر لیتے ہیں، میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہوں، وہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ حلم و بردباری کا معاملہ کرتا ہوں مگر وہ جہالت کا معاملہ کرتے ہیں۔

آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا:

لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ، فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ، وَلا يَزَالُ

مَعَکَ مِنَ اللّٰہِ ظَہِیرٌ عَلَیْہِمْ مَا دُمْتَ عَلَی ذَلِکَ.

اگر تمہاری بات سچی ہے تو تم ایسے رشتہ داروں کو گویا گرم ریت کھلا رہے ہو (یعنی اپنے غلط طرز عمل کی وجہ سے اور اپنے بغض و بدسلوکی کی بنا پر وہ جلتے اور کڑھتے رہیں گے جیسے گرم ریت کھانے والا جلتا اور تڑپتا رہتا ہے) اور جب تک تم اپنی خیر کی روش پر برقرار ہوگے اللہ کی طرف سے مددگار فرشتہ تمہاری نگہ بانی کرتا رہے گا۔ (مسلم: البر والصلۃ: باب صلۃ الرحم: ۶۵۲۵)

اس سے معلوم ہوا کہ معاشرتی زندگی میں انسان کو اپنے ایسے قرابت داروں سے سابقہ ضرور پیش آتا ہے جو اس کے احسانات کا بدلہ احسان فراموشی، محسن کشی اور ناشکری سے، صلہ رحمی کا بدلہ قطع رحمی سے، حسن سلوک کا بدلہ بدسلوکی سے، حلم و درگذر کا بدلہ جاہلانہ حرکتوں اور بغض وعداوت سے دیتے ہیں، ایسی صورت حال میں شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ انسان دوسروں کی بری روش سے متاثر ہوکر اپنی اچھی روش تبدیل نہ ہونے دے، بلکہ یک طرفہ طور پر کسی صلے کی تمنا، پرواہ اور انتظار کے بغیر اپنے خیر و احسان کی روش پر گامزن رہے، یہ عمل بری روش والے کے لئے کڑی سزا بھی ہوگا، اس کے لئے اصلاح حال کا پیغام بھی ہوگا، اور بہت سی مرتبہ اس کی عداوت کو محبت میں بدلنے والا نسخۂ کیمیا بھی ہوگا، اور خیر والے کے لئے اللہ کی خاص نصرت، تائید اور حفاظت کا ضامن بھی ہوگا۔

(۹) حضرت ابو ہریرہؓ کی سند سے کتب احادیث میں قبیلہ بنی حنیفہ کے سردار حضرت ثمامہ بن اثالؓ کے قبول اسلام کا تفصیلی واقعہ منقول ہے کہ کسی سریہ سے واپسی میں مسلمانوں نے قبیلہ بنی حنیفہ کے سردار ثمامہ بن اثال حنفی کو گرفتار کرلیا، یہ مسیلمہ کذاب کی طرف سے آپ ﷺ کو قتل کرنے کے لئے نکلے تھے، آپ ﷺ نے انہیں مسجد نبوی کے ستون سے باندھنے کا حکم دے دیا، اس طرح مسجد سے قید خانہ کا کام بھی لیا جارہا تھا، اس حکم میں حکمت یہ تھی کہ ثمامہ مسلمانوں کی عبادت اور اللہ کے سامنے عاجزی کی کیفیات دیکھیں، تین دن ثمامہ بندھے رہے، روزانہ

آپ ﷺ ان سے دریافت کرتے کہ ثمامہ! میرے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ ان کا یہی جواب ہوتا:

إِنْ تُـنْـعِـمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ وَإِنْ تَقْتُلْ تَقْتُلْ ذَادَمٍ،وَإِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ الْمَالَ، فَسَلْ مِنْهُ مَا شِئْتَ.

آپ احسان فرمائیں تو یہ شکر گذار پر احسان ہوگا،قتل کا حکم دیں تو یہ مستحق کا قتل ہوگا،فدیہ مطلوب ہے تو جتنا چاہیں نذر کردوں۔

تیسرے دن آپ ﷺ نے ان کو معاف کرکے رہا کردیا،اخلاقِ نبوت نے ثمامہ کے دل کو فتح کرڈالا،ثمامہ نخلستان میں گئے،غسل کرکے بارگاہِ نبوی ﷺ میں آئے اور حلقہ اسلام میں داخل ہوگئے،عرض کیا:

وَاللّٰهِ مَا كَانَ عَلَى الْأَرْضِ وَجْهٌ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ وَجْهِكَ، فَقَدْ أَصْبَحَ وَجْهُكَ أَحَبَّ الْوُجُوْهِ إِلَيَّ، وَاللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ دِيْنٍ اَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ دِيْنِكَ، فَأَصْبَحَ دِيْنُكَ أَحَبَّ الدِّيْنِ اِلَيَّ، وَاللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ بَلَدٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ بَلَدِكَ، فَأَصْبَحَ بَلَدُكَ أَحَبَّ الْبِلَادِ إِلَيَّ.

یارسول اللہ! آج سے پہلے آپ کے رخ مبارک،دین اسلام،اورشہر مدینہ سے بڑھ کر کوئی چیز مجھے مبغوض نہ تھی،مگراب روئے زمین پر آپ کے رخ انور،آپ کے دین برحق،اور آپ کے اس شہر سے بڑھ کر مجھے کچھ محبوب نہیں ہے۔ (بخاری:المغازی:باب وفد بنی حنیفۃ الخ، سیرت حلبیہ:۲/۲۹۷،مختصر السیرۃ:۲۹۲،زادالمعاد:۲/۱۱۹)

اس واقعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایمان واسلام کا کمال، دولت، اخلاص اور حسنِ اخلاق کی برکات اس طرح نمایاں ہوتی ہیں کہ سالہا سال کی عداوت اور بغض یکا یک اتھاہ عقیدت ومحبت اور بے مثال مودت والفت کے پیکر میں تبدیل ہوجاتے ہیں۔

(۱۰) حضرت عبداللہ بن عباسؓ آپ ﷺ سے نقل کرتے ہیں:

ثَلاثٌ مَنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ وَاحِدَةٌ مِنْهُنَّ،فَإِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ لَهُ مَا سِوَى ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ: مَنْ مَاتَ لايُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا، وَلَمْ يَكُنْ سَاحِرًا يَتَّبِعُ السَّحَرَةَ، وَلَمْ يَحْقِدْ عَلَى أَخِيهِ. (الترغيب والترهيب للمنذرى: الترهيب من التهاجر:۳/ ٤٦١)

تین باتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں ان میں سے کوئی چیز نہ ہو تو اللہ اس کے لئے دوسرے تمام گناہوں کو اپنی مشیت کے مطابق معاف کر دیتا ہے:

(۱) جسے اس حال میں موت آئے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو،

(۲) وہ ایسا جادوگر نہ ہو جو جادوگروں کے پیچھے چلتا ہو، (۳) وہ اپنے مسلمان بھائی سے کینہ نہ رکھتا ہو۔

معلوم ہوا کہ شرک، جادو، اور بغض وکینہ اللہ کی مغفرت ورحمت سے محروم کر دینے والے گناہ ہیں، اور جو باتوفیق ان سے بچ جاتا ہے، وہ اللہ کی رحمت ومغفرت کا خاص حق دار بن جاتا ہے۔

(۱۱) حضرت عبداللہ بن عمرؓ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

إِنَّ النَّمِيمَةَ وَالْحِقْدَ فِي النَّارِ، لايَجْتَمِعَانِ فِي قَلْبِ مُسْلِمٍ.

(ایضاً: الترهيب من النميمة: ۳/ ٤٩٨)

بلاشبہ چغل خوری اور کینہ جہنم میں لے جانے والے اعمال ہیں، کسی سچے مسلمان کے دل میں یہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔

اس حدیث میں ایک تو یہ بتایا گیا ہے کہ کینہ اور بغض جہنم میں لے جانے والا گناہ ہے، دوسری بات یہ واضح کی گئی ہے کہ کسی سچے ایمان والے کے دل میں کینہ نہیں ہوتا، دل میں کینہ ہونا ایمان کی کمزوری کا ثبوت ہے۔

(۱۲) حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَطَّلِعُ عَلَى عِبَادِهِ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، فَيَغْفِرُ لِلْمُسْتَغْفِرِيْنَ، وَيَرْحَمُ الْمُسْتَرْحِمِيْنَ، وَ يُؤَخِّرُ أَهْلَ الْحِقْدِ كَمَا هُمْ. (ایضاً: الترهيب من التهاجر: ٣/٤٦٢)

بلاشبہ اللہ عزوجل پندرہویں شعبان کی رات اپنے بندوں کی طرف رحمت کی تجلی فرماتے ہیں، پھر مغفرت کے طلبگاروں کو مغفرت سے، اور رحم چاہنے والوں کو رحمت سے نوازتے ہیں، مگر کینہ پرور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ شب برأت میں اللہ کی عمومی مغفرت ورحمت کے ماحول میں بھی کینہ پرور اور باہم بغض وعداوت میں مبتلا افراد اللہ کی رحمت ومغفرت سے محروم رہ جاتے ہیں، اس سے بغض وکینہ کی نحوست اور شناعت خوب خوب واضح ہوتی ہے۔

(۱۳) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے شب قدر کے تعلق سے بتایا کہ اس میں حضرت جبریلؑ فرشتوں کے ایک گروہ کے ساتھ دنیا میں آتے ہیں، اور ہر عبادت گزار مؤمن کے لئے دعا کرتے ہیں، پھر جب وہ جانے لگتے ہیں تو فرشتے ان سے سوال کرتے ہیں کہ آج اللہ نے امت محمدیہ کو کیا نعمت عطا فرمائی؟ وہ بتاتے ہیں کہ آج اللہ نے چار بدنصیبوں کے علاوہ پوری امت کی مغفرت فرمادی، آپ ﷺ نے بتایا کہ وہ چار بدنصیب یہ ہیں: (۱) شراب کا عادی، (۲) والدین کا نافرمان، (۳) قطع رحمی کرنے والا، (۴) دل میں بغض اور کینہ رکھنے والا۔ (الترغیب والترہیب: الترغیب فی صیام رمضان: ۲/۱۰۰-۱۰۱)

اس روایت سے بھی بغض اور کینہ کی تباہ کاری ثابت ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے انسان رمضان کی بابرکت ساعتوں میں اخیر عشرے کی مقدس گھڑیوں میں اور شب قدر کے نورانی ماحول میں بھی اللہ کی رحمت ومغفرت سے محروم کردیا جاتا ہے۔

(۱۴) حضرت جابرؓ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ، فَمِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَيُغْفَرُ لَهُ، وَمِنْ تَائِبٍ فَيُتَابُ عَلَيْهِ، وَيُرَدُّ أَهْلُ الضَّغَائِنِ بِضَغَائِنِهِمْ حَتَّى يَتُوْبُوْا. (الترغيب والترهيب: الترهيب من التهاجر: ٣/٤٥٨)

ہر دوشنبہ اور جمعرات کو لوگوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں، تو جس نے اللہ سے بخشش اور معافی مانگی ہوتی ہے اس کو معافی دی جاتی ہے، اور جس نے توبہ کی ہوتی ہے اس کی توبہ قبول کی جاتی ہے، لیکن باہم کینہ رکھنے والوں کے اعمال ان کے کینے کے سبب لوٹا دیئے جاتے ہیں، اور ان کی معافی اور توبہ کی قبولیت کا فیصلہ نہیں کیا جاتا، جب تک کہ وہ کینہ سے باز نہ آجائیں۔

اس مضمون کی مختلف احادیث موجود ہیں، اور سب کا خلاصہ یہی ہے کہ دلوں کے بغض اور سینوں کے کینوں کے ساتھ اللہ کی رحمت متوجہ نہیں ہوتی، مغفرت کا فیصلہ نہیں ہوتا، دعائیں مستجاب نہیں ہوتیں اور توبہ قبول نہیں ہوتی، ان چاروں:

(۱) رحمت الٰہی کے حصول

(۲) مغفرت کا پروانہ پانے

(۳) دعاؤں کی قبولیت

(۴) اور توبہ کے مقبول و منظور ہونے

کے لئے شرط اول ''شرک سے اجتناب'' کے بعد یہی ہے کہ دلوں کو بغض، عداوت اور کینوں سے پاک رکھا جائے۔

(۱۵) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لَايَفْرَكُ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ.

(مسلم: الرضاع: باب الوصية بالنساء: ٣٦٤٥)

کوئی مؤمن شوہر اپنی مؤمن بیوی سے بغض نہ رکھے، اگر اس کی کوئی عادت اسے ناپسند ہوگی تو دوسری عادت پسندیدہ بھی ہوگی۔

اس حدیث کا اصل تعلق تو مرد وعورت کی باہمی معاشرتی وازدواجی زندگی سے ہے، مگر اس دائرے کو وسعت دی جاسکتی ہے اور خاندانی تعلقات کے تمام پہلو بلکہ اس سے آگے بڑھ کر ملی وقومی تعلقات بھی اس ذیل میں آجاتے ہیں، اور یہ سبق ملتا ہے کہ نہ کوئی شوہر اپنی بیوی سے بغض رکھے، نہ کوئی قرابت دار اپنے قرابت داروں سے کینہ رکھے اور نہ کوئی ایمان والا دوسرے مؤمن سے نفرت رکھے، اور اگر کسی کے کسی ناپسندیدہ وصف یا عیب کی وجہ سے دل میں اس کے لئے بغض پیدا ہورہا ہے تو اس کا علاج یہ ہے کہ اس کی خوبیاں پیش نگاہ رکھی جائیں اور خامیوں سے صرف نظر کرلیا جائے۔

ازدواجی، خاندانی اور ملی زندگی میں باہم تعلقات کو خوش گوار رکھنے اور بغض وعداوت اور نفرت وکینہ سے سلامت رہنے کا نسخہ یہی ہے کہ دوسروں کی خوبیوں اور محاسن پر نظر ہو، خامیوں اور معائب پر نگاہ نہ ہو، جب بھی توجہ خامیوں کی طرف ہونے لگے، ذہن خوبیوں کے استحضار کی طرف موڑ دیا جائے، اس سے بغض کم ہوتا چلا جائے گا اور محبت پروان چڑھتی جائے گی۔

(۱۶) حضرت حسن بن علیؓ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

اَلْغِلُّ وَالْحَسَدُ يَأْكُلانِ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ.

(كنز العمال: الاخلاق: الحسد: ۳/۱۸٦:۷٤٤١)

کینہ اور حسد نیکیوں کو ایسے کھا جاتے ہیں جیسے آگ ایندھن کو کھا جاتی ہے۔

اس حدیث سے باہم بغض اور کینے کی یہ نحوست معلوم ہوتی ہے کہ ان کی وجہ سے انسان کی نیکیاں برباد ہونے لگتی ہیں، نیکیوں کی بربادی کی یہ شکل تو بالکل واضح ہے کہ کینہ پرور اگر توبہ نہیں کرے گا تو روز قیامت اسے اپنی نیکیاں دوسروں کے سپرد کرنی پڑیں گی اور دوسروں کے گناہ اپنے سر لادنے پڑیں گے۔

(۱۷) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے آپ ﷺ سے علامات قیامت نقل کرتے ہوئے فرمایا:

لا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَبْدُوَ الشَّحْنَاءُ بَيْنَ النَّاسِ. (مجمع الزوائد:۷/ ۳۲٤)

قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان کینہ پروری عام ہوجائے گی۔

قیامت کی یہ علامت آج ہمارے سامنے بالکل عیاں ہے، اہل ایمان کے معاشرے میں باہم عداوت، بغض، نفرت اور کینہ پروری بالکل عام ہے، اور اب تو بہت سے لوگ اسے گناہ بھی باور نہیں کرتے۔

(۱۸) حضرت انسؓ کو خطاب کرکے آپ ﷺ نے فرمایا:

يَا بُنَيَّ: إِنْ قَدَرْتَ أَنْ تُصْبِحَ وَتُمْسِيَ وَلَيْسَ فِيْ قَلْبِكَ غِشٌّ لِأَحَدٍ فَافْعَلْ. (الترغيب والترهيب: الترهيب من الحسد: ۳/ ٥٤۸)

اے میرے بیٹے! اگر تم اس حالت میں صبح وشام کرسکو کہ تمہارے دل میں کسی کی طرف سے کوئی کینہ اور کھوٹ نہ ہو تو ایسا ضرور کرنا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے دل کو کینہ اور کھوٹ سے بچانے کی اہمیت کتنی زیادہ ہے، فارسی کا ایک شعر حقیقت کا ترجمان ہے ؎

آئین ماست سینہ چوں آئینہ داشتن
کفرست در طریقتِ ما کینہ داشتن

ہمارا شیوہ یہی ہے کہ جیسے آئینہ صاف وشفاف ہوتا ہے ویسے ہی ہمارا دل صاف وشفاف ہو، ہمارے یہاں کینہ کفر کے ہم معنی ہے (اور بسا اوقات کفر تک پہونچا دیتا ہے)۔

(۱۹) حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی مجلس میں حضرت سعدؓ کی طرف اشارہ فرما کر انہیں جنتی قرار دیا، ایسا تین دن تک ہوا، حضرت عبداللہ بن عمروؓ حضرت سعدؓ کے گھر گئے اور وہاں تین دن مہمان رہے، مقصد یہ تھا کہ حضرت سعدؓ کے اس خاص عمل کا پتہ لگائیں جس نے ان کو یہ فضیلت عطا کی کہ آپ ﷺ نے برسرعام ان کے جنتی ہونے کا اعلان کیا، تین دن کے بعد اپنی غرض رکھی تو حضرت سعدؓ نے فرمایا:

لا أَجِدُ فِيُ نَفُسِى لِأَحَدٍ مِنَ الْمُسُلِمِيُنَ غِشًّا. (الترغيب والترهيب: الترهيب من الحسد: ۳/۵٤۹)

میں اپنے دل میں کسی مسلمان کے لئے کوئی کینہ اور کھوٹ نہیں رکھتا۔

معلوم ہوا کہ جیتے جی جنت کی ضمانت ملنے کا اصل راز یہ تھا کہ ان کا دل کینہ اور بغض کی آلائشوں سے پاک تھا۔

(۲۰) حضرت عبداللہ بن عباسؓ آپ ﷺ سے نقل کرتے ہیں:

ثَلاثَةٌ لا تُرُفَعُ لَهُمُ صَلاتُهُمُ فَوُقَ رُؤُوسِهِمُ شِبُرًا، رَجُلٌ أَمَّ قَوُمًا وَهُمُ لَهُ كَارِهُونَ، وَ امُرَأَةٌ بَاتَتُ وَزَوُجُهَا عَلَيُهَا سَاخِطٌ، وَأَخَوَانِ مُتَصَارِمَانِ. (الترغيب والترهيب: الترهيب من التهاجر: ۳/٤٦٢)

تین افراد ایسے ہیں کہ ان کی نماز ان کے سروں سے ایک بالشت اوپر بھی نہیں اٹھتی (قبول نہیں ہوتی) ایک تو وہ امام جسے (اس کی بددینی اور بدخلقی کی وجہ سے) اس کے مقتدی ناپسند کریں، دوسرے وہ عورت جس سے اس کا خاوند (کسی حقیقی کمی کی وجہ سے) ناراض ہو، اور تیسرے وہ دو مسلمان بھائی جو باہم قطع تعلق اور بغض وعداوت رکھتے ہوں۔

اس سے واضح ہوا کہ باہمی تعلقات کا بگاڑ، عداوت، بغض اور کینہ وغیرہ کی ایک نحوست عبادتوں اور نمازوں کے قبول نہ کئے جانے کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔

(۲۱) حضرت وضین بن عطاءؒ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

أَبْغَضُ خَلِيقَةِ اللّٰهِ إِلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْكَذَّابُوْنَ وَالْمُسْتَكْبِرُوْنَ، وَالَّذِيْنَ يُكْثِرُوْنَ الْبَغْضَاءَ لِإِخْوَانِهِمْ فِي صُدُوْرِهِمْ. (کنزالعمال:۱۶/۳۰:۴۳۹٦۸)

قیامت کے دن اللہ کے نزدیک مخلوق میں سب سے ناپسندیدہ وہ لوگ ہوں گے جو بکثرت جھوٹ بولتے ہوں گے، متکبر ہوں گے اور اپنے دلوں میں اپنے بھائیوں کے لئے بکثرت بغض اور کینہ رکھتے ہوں گے۔

(۲۲) حضرت معاذؓ کو خطاب کر کے آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو انتہائی بدترین انسان کے بارے میں نہ بتادوں؟ پھر فرمایا:

مَنْ يُبْغِضُ النَّاسَ وَيُبْغِضُوْنَهُ. (کنزالعمال: ۱۶/۴۰: ۴۴۰۳۸)

جو لوگوں سے بغض رکھے اور لوگ اس سے بغض رکھیں۔

❑❑❑

بغض اور کینہ سلف کے اقوال اور کردار کے تناظر میں

سلف صالح کی زندگیاں بغض اور کینہ کی آلائشوں سے یکسو پاک تھیں، ان کے اقوال و تعلیمات میں اس حوالے سے مکمل رہنمائی ملتی ہے، یہاں ان میں سے چند اقوال درج کیئے جاتے ہیں:

(۱) حضرت زید بن اسلمؒ فرماتے ہیں کہ صحابیٔ رسول حضرت ابودجانہؓ کے مرض الوفات میں ان کا چہرہ چاند کی طرح دمکتا دیکھا گیا، وجہ پوچھی گئی، تو انہوں نے فرمایا:

مَا مِنْ عَمَلِيْ شَيْئٌ أَوْثَقُ عِندِيْ مِنْ إِثْنَتَيْنِ: كُنْتُ لا أَتَكَلَّمُ فِيْمَا لا يَعْنِيْنِيْ، أَمَّا الأُخْرىٰ فَكَانَ قَلْبِيْ لِلْمُسْلِمِيْنَ سَلِيْمًا.

(نضرة النعيم: ١٠/ ٤٤٣٨)

مجھے اپنے اعمال میں دو چیزوں پر (عنداللہ حسن قبول، فلاح اور نجات کے حوالے سے) جس قدر اعتماد ہے، کسی اور چیز پر اتنا اعتماد نہیں ہے، (۱) میں نے کبھی لایعنی اور فضول گفتگو نہیں کی، (۲) میرا دل ہمیشہ مسلمانوں کے لئے (بغض، کینہ، حسد اور نفرت سے) پاک صاف رہا۔

(۲) امام ابن رجبؒ فرماتے ہیں:

نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمِيْنَ عَنِ التَّبَاغُضِ بَيْنَهُمْ فِيْ غَيْرِ اللّٰهِ تَعَالىٰ، بَلْ عَلَى أَهْوَاءِ النُّفُوْسِ، فَإِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ إِخْوَةً، وَالإِخْوَةُ يَتَحَابُّوْنَ بَيْنَهُمْ وَلا

يَتبَاغضُونَ، وَقَدْ حرَّمَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ مَا يُوقِعُ بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ، وَامْتَنَّ عَلَى عِبَادِهِ بِالتَّالِيفِ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ، وَلِهَذَا الْمَعْنَى حَرَّمَ الْمَشْيَ بِالنَّمِيمَةِ لِمَا فِيهَا مِنْ إِيْقَاعِ الْعَدَاوَةِ وَالْبَغْضَاءِ. (جامع العلوم والحكم: ٢٨٨)

حضور اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو خواہشات نفس کی بنیاد پر باہم بغض وعداوت سے منع فرمایا ہے، اس لئے کہ اللہ نے تمام اہل ایمان کو ایمانی اخوت کے رشتہ سے جوڑ دیا ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ اہل ایمان باہم برادرانہ محبت رکھیں، آپس میں بغض نہ رکھیں، اللہ نے اہل ایمان پر وہ تمام چیزیں حرام کردیں ہیں جو ان کے درمیان عداوت اور بغض پیدا کریں، اور اپنے اس احسان کا تذکرہ فرمایا ہے کہ اللہ نے ایمان کی برکت سے اپنے بندوں کے دل جوڑ دیئے اور وحدت پیدا کردی، اسی لئے اللہ نے چغل خوری کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ اس کے ذریعہ باہم عداوت اور بغض پیدا ہوتے ہیں۔

(۳) امام ابن القیمؒ لکھتے ہیں:

مَنْ أَرَادَ صَفَاءَ قَلْبِهِ فَلْيُؤْثِرِ اللّٰهَ عَلَى شَهَوَاتِهِ، اَلْقُلُوبُ آنِيَةُ اللّٰهِ فِيْ أَرْضِهِ، فَأَحَبُّهَا إِلَيْهِ أَرَقُّهَا وَ أَصْلَبُهَا وَ أَصْفَاهَا، وَإِذَاغُذِّيَ الْقَلْبُ بِالتَّذَكُّرِ، وَسُقِيَ بِالتَّفَكُّرِ، وَنُقِّيَ مِنَ الدَّغَلِ رَأَى الْعَجَائِبَ، وَأُلْهِمَ الْحِكْمَةَ. (الفوائد: ١٣٤)

جو شخص اپنے دل کو تمام آلودگیوں سے پاک صاف کرنا چاہتا ہے اسے اپنی خواہشات پر رضائے الٰہی کو ترجیح دینی چاہیئے، انسانوں کے دل اللہ کی زمین پر اللہ کے برتن کی حیثیت رکھتے ہیں، اللہ کو وہی دل پسند ہیں جو (دوسروں کے تعلق سے) نرم، (دین اور عقیدے کے باب میں) سخت اور

(تمام گندگیوں سے) صاف وپاک ہوں، جب دل کو اللہ کی یاد کی غذا ملتی ہے، اور تعمیری فکر کا پانی دیا جاتا ہے اور فساد وکینہ سے اس کی حفاظت رکھی جاتی ہے تو وہ عجیب نظارے دیکھتا ہے اور اسے حکمت ودانائی عطا کردی جاتی ہے۔

(۴) امام ابن القیمؒ نے مزید فرمایا:

اَلْبُغْضُ وَالْكَرَاهَةُ أَصْلُ كُلِّ تَرْكٍ وَمَبْدَؤُهُ. (الجواب الكافى: ۱۹۲)

بغض اور نفرت ہر قسم کے قطع تعلق کی جڑ اور سر چشمہ ہے۔

(۵) امام غزالیؒ نے فرمایا:

إِعْلَمْ أَنَّ الْحَسَدَ مِنْ نَتَائِجِ الْحِقْدِ، وَالْحِقْدُ مِنْ نَتَائِجِ الْغَضَبِ، فَهُوَ (اَلْحَسَدُ) فَرْعُ فَرْعِهِ، وَالْغَضَبُ أَصْلُ أَصْلِهِ (اَلْحِقْدِ). (احياء العلوم: ۳/ ۳٤٦)

جان لو کہ حسد کینہ کا نتیجہ ہے، اور کینہ غصہ کا نتیجہ ہے، لہٰذا حسد غصہ کی شاخ کی شاخ ہے، اور غصہ کینہ کی اصل کی اصل ہے۔

(٦) مزید فرماتے ہیں:

إِعْلَمْ أَنَّ الْأُلْفَةَ ثَمَرَةُ حُسْنِ الْخُلُقِ، وَالتَّفَرُّقُ ثَمَرَةُ سُوءِ الْخُلُقِ، فَحُسْنُ الْخُلُقِ يُوجِبُ التَّحَابَّ، وَالتَّآلُفَ وَالتَّوَافُقَ، وَسُوْءُ الْخُلُقِ يُثْمِرُ التَّبَاغُضَ وَالتَّحَاسُدَ وَالتَّدَابُرَ، وَمَهْمَا كَانَ الْمُثْمِرُ مَحْمُودًا كَانَتِ الثَّمَرَةُ مَحْمُودَةً. (موسوعة الاخلاق: ٤/ ١٥٨ بحواله احياء العلوم: ٢/ ١٥٧)

جان لو کہ باہمی محبت حسن خلق کا ثمرہ ہے، اور اختلاف بدخلقی کا ثمرہ ہے، حسن اخلاق باہم محبت، الفت، یگانگت اور موافقت پیدا کرتا ہے، جب کہ بدخلقی باہم بغض، حسد اور ترک تعلق پیدا کرتی ہے، اصل جتنی بہتر ہوگی، ثمرہ

اور نتیجہ بھی اتنا ہی بہتر ہوگا۔

(۷) بعض صحابہ کرام سے یہ ارشاد منقول ہے:

مَنْ أَرَادَ فَضْلَ الْعَابِدِيْنَ فَلْيُصْلِحْ بَيْنَ النَّاسِ، وَلا يُوْقِعْ بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ. (تنبيه الغافلين للسمرقندي: ٥٢١)

جو عابد بندوں جیسی فضیلت حاصل کرنا چاہتا ہے اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان صلح کرائے اور ان میں باہم عداوت ،بغض اور پھوٹ نہ ڈالے۔

(۸) امام ابو حاتمؒ فرماتے ہیں:

اَلْوَاجِبُ عَلَى النَّاسِ كَافَّةً مُجَانَبَةُ الإِفْكَارِ فِي السَّبَبِ الَّذِيْ يُؤَدِّيْ إِلَى الْبَغْضَاءِ وَالْمُشَاحَنَةِ بَيْنَ النَّاسِ، وَالسَّعْيِ فِي مَايُفَرِّقُ جَمْعَهُمْ، وَيُشَتِّتُ شَمْلَهُمْ. (روضة العقلاء:٦٦)

تمام لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ باہم بغض، اختلاف اور عداوت کا سبب بننے والے امور سے الگ تھلگ رہیں اور جو چیزیں اجتماعیت کو پارہ پارہ اور وحدت کو تار تار کرتی ہیں ان کو پھیلانے اور بڑھانے سے لاتعلق اور دور ہو جائیں۔

(۹) امام ابن عبد البرؒ نے نقل کیا ہے:

أَقْبَحُ الأَشْيَاءِ بَالنَّاسِ التَّبَاغُضُ وَالْحَسَدُ. (بهجة المجالس:١/٤٠٨)

سب سے بری چیز باہم بغض وحسد ہے۔

(۱۰) علامہ طیبیؒ لکھتے ہیں:

اَلْبَغْضَاءُ تُذْهِبُ بِالدِّيْنِ كَالْمُوْسىٰ تُذْهِبُ بِالشَّعْرِ. (موسوعة الاخلاق: ٤/١٥٧)

بغض دین کا ویسے ہی صفایا کرتا ہے جیسے کہ استرا بال کا صفایا کر دیتا ہے۔

(۱۱) معروف مصری عالم شیخ محمد الغزالیؒ اپنی مایۂ ناز کتاب "**خلق المسلم**" میں تفصیل سے لکھتے ہیں:

لَيسَ أَرْوَحَ لِلْمَرْءِ، وَلاَ أَطْرَدَ لِهُمُومِهِ، وَلاَ أَقَرَّ لِعَيْنِهِ مِنْ أَنْ يَعِيشَ سَلِيمَ الْقَلْبِ، مُبَرَّأً مِنْ وَسَاوِسِ الضَّغِينَةِ، وَثُوْرَانِ الْأَحْقَادِ، إِذَا رَأَى نِعْمَةً تَنْسَاقُ لِأَحَدٍ رَضِيَ بِهَا، وَأَحَسَّ فَضْلَ اللّٰهِ فِيهَا، وَإِذَا رَأَى أَذًى يَلْحَقُ أَحَدًا مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ رَثَى لَهُ، وَرَجَا اللّٰهَ أَنْ يُفَرِّجَ كَرْبَهُ وَيَغْفِرَ ذَنْبَهُ، وَبِذَلِكَ يَحْيَا الْمُسْلِمُ رَاضِيًا عَنِ اللّٰهِ وَعَنِ الْحَيَاةِ، مُسْتَرِيحَ النَّفْسِ مِنْ نَزَعَاتِ الْحِقْدِ الْأَعْمَى، ذَلِكَ أَنَّ فَسَادَ الْقَلْبِ بِالضَّغَائِنِ دَاءٌ عُضَالٌ، وَمَا أَسْرَعَ أَنْ يَتَسَرَّبَ الْإِيمَانُ مِنَ الْقَلْبِ الْمَغْشُوشِ، كَمَا يَتَسَرَّبُ السَّائِلُ مِنَ الْإِنَاءِ الْمَثْلُومِ.

إِنَّ الشَّيْطَانَ رُبَّمَا عَجزَ أَنْ يَجْعَلَ مِنَ الرَّجُلِ الْعَاقِلِ عَابِدَ صَنَمٍ، وَلَكِنَّهُ – وَهُوَ الْحَرِيصُ عَلَى إِغْوَاءِ الْإِنْسَانِ وَإِيرَادِهِ الْمَهَالِكَ – لَنْ يَعْجِزَ عَنِ الْمُبَاعَدَةِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ رَبِّهِ، حَتَّى يَجْهَلَ حُقُوقَهُ، وَهُوَ يَحْتَالُ لِذَلِكَ بِإِيقَادِ نَارِ الْعَدَاوَةِ فِي الْقُلُوبِ، فَإِذَا اشْتَعَلَتْ إِسْتَمْتَعَ الشَّيْطَانُ بِرُؤْيَتِهَا وَهِيَ تُحْرِقُ حَاضِرَ النَّاسِ وَمُسْتَقْبَلَهُمْ، وَتَلْتَهِمُ عَلَائِقَهُمْ وَفَضَائِلَهُمْ، ذَلِكَ أَنَّ الشَّرَّ إِذَا تَمَكَّنَ مِنَ الْأَفْئِدَةِ (الْحَاقِدَةِ) تَنَافَرَ وُدُّهَا وَارْتَدَّ النَّاسُ إِلَى حَالٍ مِنَ الْقَسْوَةِ وَالْعِنَادِ، يَقْطَعُونَ فِيهَا مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ، وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ.

إِنَّ الحِقْدَ هُوَ المَصْدَرُ الدَّفِينُ لِكَثِيرٍ مِنَ الرَّذَائِلِ الَّتِى رَهَّبَ مِنهَا الإِسْلامُ، فَالافْتِرَاءُ عَلَى الأَبْرِيَاءِ جَرِيمَةٌ يَدْفَعُ إِلَيْهَا الكُرْهُ الشَّدِيدُ (الحِقْدُ)، وَقَدْ عَدَّهَا الإِسْلامُ مِنْ أَقْبَحِ الزُّورِ، أَمَّا الغِيبَةُ فَهِىَ مُتَنَفَّسُ حِقْدٍ مَكْظُومٍ، وَمِنْ لَوَازِمِ الحِقْدِ سُوءُ الظَّنِّ وَتَتَبُّعُ العَوْرَاتِ، وَاللَّمْزُ، وَتَعْيِيرُ النَّاسِ، وَقَدْ كَرِهَ الإِسْلامُ ذٰلِكَ كُلَّهُ كَرَاهِيَةً شَدِيدَةً.

إِنَّ جُمْهُورَ الحَاقِدِينَ تَغْلِى مَرَاجِلُ الحِقْدِ فِى أَنْفُسِهِمْ، لأَنَّهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَى الدُّنْيَا فَيَجِدُونَ مَا تَمَنَّوْهُ لأَنْفُسِهِمْ قَدْ فَاتَهُمْ، وَامْتَلأَتْ بِهِ أَكُفٌّ أُخْرَى، وَهٰذِهِ هِىَ الطَّامَّةُ الَّتِى لا تَدَعُ لَهُمْ قَرَارًا، وَهُمْ بِذٰلِكَ يَكُونُونَ خُلَفَاءَ إِبْلِيسَ – الَّذِى رَأَى أَنَّ الحُظْوَةَ الَّتِى كَانَ يَتَشَهَّاهَا قَدْ ذَهَبَتْ إِلَى آدَمَ – فَآلَى أَلَّا يَتْرُكَ أَحَدًا يَسْتَمْتِعُ بِهَا بَعْدَمَا حُرِمَهَا، وَهٰذَا الغَلَيَانُ الشَّيْطَانِىُّ هُوَ الَّذِى يَضْطَرِمُ فِى نُفُوسِ الحَاقِدِينَ وَيُفْسِدُ قُلُوبَهُمْ، وَكَانَ الأَجْدَرُ بِهِمْ أَنْ يَتَحَوَّلُوا إِلَى رَبِّهِمْ يَسْأَلُونَهُ مِنْ فَضْلِهِ، وَأَنْ يَجْتَهِدُوا حَتَّى يَنَالُوا مَا نَالَهُ غَيْرُهُمْ، إِذْ خَزَائِنُهُ سُبْحَانَهُ لَيْسَتْ حِكْرًا عَلَى أَحَدٍ، وَالتَّطَلُّعُ إِلَى فَضْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مَعَ الأَخْذِ بِالأَسْبَابِ هِىَ العَمَلُ الوَحِيدُ المَشْرُوعُ عِنْدَمَا يَرَى أَحَدٌ فَضْلَ اللّٰهِ يَنْزِلُ بِشَخْصٍ مُعَيَّنٍ. (خلق المسلم: ۹۰–۱۰۲ مختصراً)

انسان کے لئے اس سے زیادہ راحت بخش، آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث اور الجھنوں اور فکروں کو دور کر دینے والی کوئی اور چیز نہیں ہو سکتی کہ وہ اس طرح زندگی گزارے کہ اس کا دل بغض، کینے اور عداوت کے ابال اور خلجانات سے

پاک اور صاف ہو، جب وہ کسی انسان کو نعمت اور آسائش میں دیکھے تو اس کا دل راضی رہے، اللہ کے فضل کا احساس کرتا رہے اور جب وہ مخلوقات میں سے کسی کو کسی تکلیف میں مبتلا دیکھے تو اظہار غم کرے اور یہ امید رکھے کہ اللہ اس تکلیف کے بدلے کسی آنے والی مصیبت کو دور کر دے گا اور اس کے گناہ معاف کر دے گا، اگر یہ بات پیدا ہو جائے تو مسلمان پر سکون، راضی برضا اور بغض و کینے کی نفرتوں سے دور مطمئن زندگی گزار سکے گا، واقعہ یہ ہے کہ کینوں کی وجہ سے دل بگڑ جاتے ہیں، یہ بہت پیچیدہ بیماری ہے، جس دل میں کینہ اور کھوٹ ہوتا ہے، اس سے ایمان اسی طرح نکل جاتا ہے جیسے ٹوٹے ہوئے برتن سے سیال چیز نکل جاتی ہے۔

شیطان بہت سی مرتبہ صاحب عقل کو بت پرست بنانے سے عاجز رہ جاتا ہے، مگر وہ چونکہ انسان کو گمراہ کرنے اور تباہیوں کے کھڈ میں گرانے کا سچا خواہش مند ہوتا ہے، اس لئے وہ بندے کو رب سے دور کرنے میں لگا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اپنے وسوسوں کے ذریعہ بندۂ مومن کو اللہ کے حقوق کی ادائیگی سے بے گانہ اور لا پرواہ بنا دیتا ہے اور اس کے لئے وہ دلوں میں عداوت کی آگ بھڑکانے کی تدبیر اختیار کرتا ہے، جب یہ آگ بھڑک اٹھتی ہے تو شیطان اسے دیکھ کر لطف حاصل کرتا ہے، یہ آگ حال اور مستقبل سب پر اثر انداز ہوتی ہے اور باہمی تعلقات اور خوبیوں کو ملیا میٹ کر دیتی ہے، شر جب کینوں سے لبریز دلوں میں راسخ ہو جاتا ہے تو نفرت ہی نفرت ہوتی ہے اور قساوت اور عناد جیسے اوصاف جڑ پکڑ لیتے ہیں، لوگ وہ تمام رشتے توڑ ڈالتے ہیں جنہیں اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے، اور زمین میں فساد پھیلانے لگتے ہیں۔

بلا شبہ کینہ ایسے بہت رذائل کا مخفی سرچشمہ ہوتا ہے جن سے اسلام نے دور رہنے کی آگاہی دی ہے، چنانچہ بے قصوروں پر افترا پردازی وہ جرم ہے جو کینے کی وجہ سے وجود میں آتا ہے، حالانکہ اسلام نے اسے بدترین جھوٹ قرار دیا ہے، غیبت بھی دل کی گھٹن اور کینے کا عنوان ہوتی ہے، کینے ہی کا لازمی نتیجہ بدگمانی، تجسس، طعنہ زنی، ہر قسم کی عیب جوئی اور عار دلانے جیسے گناہ ہوتے ہیں، اسلام نے ان سب کو سختی سے ناپسند کیا ہے۔

تمام کینہ پرور افراد کے دلوں میں کینے کے جذبات جوش مارتے رہتے ہیں، اس لئے کہ وہ دنیا پر نظر ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ جس چیز کی تمنا وہ اپنے لئے کرتے تھے وہ ان کے بجائے دوسروں کو مل گئی ہے، یہ بات ان کے لئے سخت تکلیف کا باعث ہوتی ہے، جس کی وجہ سے انہیں ایک پل بھی قرار نہیں رہتا، چنانچہ وہ اس ابلیس کے نقش قدم پر چل پڑتے ہیں جس نے دیکھا تھا کہ جو مقام اسے ملنا چاہیئے تھا وہ آدم کو مل گیا، چنانچہ اس نے یہ قسم کھالی کہ میں تو محروم رہ گیا لیکن آدم کی اولاد کو چین اور لطف کی زندگی جینے نہیں دوں گا، یہی شیطانی جذبات کینہ پروروں کے دلوں میں جوش مارتے ہیں اور ان کے دلوں کو بگاڑ ڈالتے ہیں، حالانکہ ان کے لئے بہتر راستہ یہ تھا کہ وہ اپنے رب کی طرف رجوع کریں، اللہ سے فضل مانگیں، اتنی محنت کریں کہ دوسروں کو جو مقام ملا ہے وہ انہیں مل جائے، اس لئے کہ اللہ کے خزانے کسی کی ملکیت نہیں ہیں، جب بھی آدمی کسی دوسرے شخص کو اللہ کے فضل سے مالا مال دیکھے تو وہ انہیں اسباب کو اختیار کرنے میں لگ جائے جن کی وجہ سے اللہ کا فضل متوجہ ہوتا ہے، یہی اصل کرنے کا کام ہے۔

(۱۲) علامہ مناویؒ نے لکھا ہے:

”جنت میں جانے کا سب سے بہتر راستہ دل کی صفائی ہے،انسان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے دل میں کسی کی طرف سے کینہ نہ رکھے،رات کو سونے سے پہلے ہر ایک کو معاف کردے،سب کے حق میں دعائے خیر کرے اور اس کے دل میں کسی سے رائی برابر بھی بدلہ لینے کا جذبہ باقی نہ رہے۔“(التوقف علی مہمات التعاریف:۳۳۷)

❑❑❑

بغض اور کینہ کے بنیادی اسباب

انسان کے دل میں دوسروں کے لئے عداوت، بغض اور کینہ کیوں پیدا ہوتا ہے؟ اس کے بنیادی اسباب ومحرکات کیا ہوتے ہیں؟ ذیل میں ان میں سے چند اہم نکات کا ذکر کیا جارہا ہے:

(۱) غیظ وغضب کی زیادتی

عداوت اور کینہ کا سب سے بنیادی سبب غصہ اور طیش کا دائرہ اعتدال سے بڑھ جانا ہے، انسان کو کسی بھی وجہ سے جب کسی پر غصہ آتا ہے، اور غصہ کی حالت میں اس سے انتقام لینا یا اسے تکلیف پہونچانا چاہتا ہے، مگر کسی سبب سے ایسا نہیں کرپاتا تو اب اس کے دل میں اس کے خلاف جو جذبات پیدا ہوتے ہیں اور جو کیفیات ظاہر ہوتی ہیں وہی ''بغض اور کینہ'' کہلاتی ہیں، معلوم ہوا کہ اصل سبب ''غصہ'' ہوتا ہے، شریعت نے غصہ پی جانے والوں کو فضیلت کا حامل اسی لئے قرار دیا ہے کہ اس کے ذریعہ انسان عداوت، بغض، حسد اور کینہ جیسے رذائل سے بھی محفوظ ہوجاتا ہے، مختلف علماء نے حسد، کینہ اور غیظ وغضب تینوں کو اندرون کا سنگین گناہ بتاتے ہوئے ان کے باہمی تلازم کا ذکر کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ غصہ بڑھ جاتا ہے تو اس کا نتیجہ بغض اور کینے کی شکل میں نمایاں ہوتا ہے، اور بغض وکینہ کا نتیجہ حسد کی صورت میں برآمد ہوتا ہے، (الزواجر لابن حجر: ۵۲/۱) امام غزالیؒ کا قول پہلے ذکر ہوچکا ہے کہ کینہ غضب کے نتائج میں سے ہے۔

(۲) زجر وتوبیخ اور عتاب کی کثرت

ڈانٹ ڈپٹ، جھڑکی اور ملامت، زجر وتوبیخ اور عتاب وسرزنش اگر کثرت سے کی جائے، اور اس میں مصلحت وحکمت کا لحاظ نہ رکھا جائے، تو اس کی وجہ سے مقابل کے دل میں بغض اور کینہ کے جذبات پیدا ہوتے ہیں، عربی کی مشہور کہاوت ہے:

كَثْرَةُ الْعِتَابِ تُوجِبُ الْبُغْضَاءَ. (المستطرف:۳۷)

سرزنش اور ڈانٹ کی کثرت بغض کا سبب بن جاتی ہے۔

دانائی کا تقاضہ یہ ہے کہ کسی بڑے کی طرف سے چھوٹے کو، ذمہ دار کی طرف سے ماتحت کو، سرپرست کی طرف سے زیر سرپرستی افراد کو کسی خامی یا کوتاہی پر تنبیہ، سرزنش اور عتاب کی ضرورت ہو تو اس کے لئے مناسب وقت، موقع اور مقام کا بھرپور لحاظ رکھا جائے، بھرے مجمع میں سرزنش نہ کی جائے کہ اس سے عزت نفس مجروح ہوتی ہے، چھوٹی بڑی ہر بات پر بار بار ڈانٹ ڈپٹ نہ کی جائے کہ اس سے دل میں گرہیں پڑ جاتی ہیں اور عداوت وکینہ کے جذبات ابھرنے لگتے ہیں۔

(۳) غیبت اور چغلی

باہم بغض وعداوت اور کینہ ونفرت کا ایک اہم سبب ''غیبت اور چغلی'' کے گناہ بھی ہوتے ہیں، آپ جس کی غیبت اور چغلی کریں گے، جب بھی آپ کی یہ حرکت اس کے علم میں آئے گی اس کے دل میں آپ کے تئیں نفرت اور کدورت پیدا ہو کر رہے گی، کسی دانا کا سچا قول ہے:

اَلنَّمِيمَةُ تَهْدِى إِلَى الْقُلُوبِ الْبُغْضَاءَ. (موسوعة الاخلاق: ١٦١/٤)

چغلی دلوں کو بغض وعداوت کی راہ پر لے جاتی ہے۔

(۴) جھوٹ اور خیانت

بغض وعداوت کے اسباب میں جھوٹ، خیانت، بددیانتی، فراڈ اور دھوکے کے گناہ بھی

ہیں، آدمی کسی کے بارے میں جھوٹ بولتا ہے یا اس کے ساتھ خیانت کرتا ہے، یا اسے دھوکا دیتا ہے یا اس سے فراڈ کرتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے دل میں ایسا کرنے والے کے لئے عداوت ونفرت پیدا ہوجاتی ہے۔

(۵) سخت مزاجی، بدخلقی اور دل کی سختی

انسان کی بداخلاقی، بے جا سخت مزاجی، ترش روئی، تندخوئی اور درشتی اس کے لئے لوگوں کے دلوں میں نفرت، کدورت اور بغض پیدا کرنے والے اسباب ہیں، قرآن میں آپ ﷺ سے کہا گیا:

وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ.

(آل عمران: ۱۵۹)

اگر آپ سخت مزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے منتشر ہوجاتے۔

امام غزالیؒ کے حوالے سے ذکر آچکا ہے کہ بدخلقی باہم بغض، ترک تعلق اور حسد کا باعث بن جاتی ہے۔

(٦) تجسس

دوسروں کے رازوں کی کرید، معائب کی جستجو اور خفیہ چیزوں کی تلاش کا عمل سماج میں باہم بغض وعداوت کی راہ ہموار کرتا ہے، علامہ ابن عثیمینؒ فرماتے ہیں:

اَلتَّجَسُّسُ أَذِيَّةٌ، يَتَأَذَّىٰ بِهِ الْمُتَجَسَّسُ عَلَيْهِ، وَيُؤَدِّي إِلَى الْبُغْضَاءِ وَالْعَدَاوَةِ. (شرح رياض الصالحين:٦/٢٥١)

تجسس بڑی اذیت ہے، جس کی جاسوسی کی جاتی ہے اسے بہت تکلیف ہوتی ہے، اور یہ چیز باہم بغض وعداوت کا سبب بن جاتی ہے۔

(۷) غیرت

بسا اوقات غیرت اتنی بڑھی ہوئی ہوتی ہے کہ وہ بغض ونفرت کا سبب بن جاتی ہے، امام ابن القیمؒ فرماتے ہیں:

إِنَّ الْغَيْرَةَ تَتَضَمَّنُ الْبُغْضَ وَالْكَرَاهَةَ. (الصواعق المرسلة:٤/ ١٤٩٧)

بلاشبہ غیرت بغض وعداوت کو شامل ہوتی ہے۔

(۸) ناانصافی

ناانصافی بغض وعداوت کے بنیادی محرکات میں سے ہے، کسی نے ایک سے زائد شادی کر رکھی ہو اور وہ بیویوں کے درمیان مساوات نہ رکھے، ناانصافی کرے تو اس سے شوہر اور بیویوں کے درمیان بھی اور خود باہم بیویوں کے مابین بھی عداوت اور نفرت پیدا ہوجاتی ہے، اسی طرح والدین اولاد کے درمیان برابری نہ رکھیں، ناانصافی اور بے جا ترجیح کا رویہ اختیار کریں تو والدین اور اولاد میں، اور خود بھائیوں میں باہم عداوت اور بغض کی آگ مشتعل ہونے لگتی ہے۔

(۹) ظلم اور زیادتی

مظلوم اور ستم رسیدہ کے دل میں ظالم کے لئے محبت نہیں نفرت ہوتی ہے، اس کا دل ظالم سے مکدر رہتا ہے، ظلم کسی بھی شکل میں اور کسی بھی شعبے میں ہو، ظالم کے تئیں مظلوم کے دل میں بغض کا باعث بن جاتا ہے۔

(۱۰) جھگڑا اور نزاع

فریقین جو باہم نزاع میں مبتلا ہوں اور جھگڑ رہے ہوں، ان کے اس عمل کی نحوست انہیں بہت سے گناہوں میں مبتلا کرتی ہے، باہم بغض، نفرت، عداوت اور کینہ کے گناہوں کا

ارتکاب بھی ان سے ہوتا ہے، اس طرح باہمی نزاع باہم بغض کا بنیادی سبب ہوتا ہے۔

(۱۱) خودغرضی اور مفاد پرستی

جو انسان خودغرض اور مفاد پرست ہوتا ہے، اور دوسروں کے نفع کا خیال کئے بغیر ہمیشہ صرف اپنے نفع اور راحت ہی کو پیش نگاہ رکھتا ہے، وہ لوگوں کی نگاہوں سے گر جاتا ہے، لوگ اس سے متنفر ہوجاتے ہیں، اس کی خودغرضی اور مفاد پرستی لوگوں کے دلوں میں اس کے لئے بغض ونفرت اور کدورت پیدا ہونے کا سبب بن جاتی ہے۔

(۱۲) تکبر

تکبر اور گھمنڈ انتہائی خطرناک گناہ ہے، اور اس کا اثر دوطرفہ ہوتا ہے، ایسا شخص دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے، اور ان سے نفرت رکھتا ہے، اور اس کے تکبر اور اکڑ کی وجہ سے لوگ بھی اس سے متنفر رہتے ہیں اور اس سے دور رہنا پسند کرتے ہیں، عربی کا مقولہ ہے:

اَلْكِبْرُ قَائِدُ الْبُغْضِ. (موسوعة الاخلاق: ٤/ ١٦٤)

تکبر بغض وعداوت کا رہبر ہوتا ہے۔

کسی دانا سے پوچھا گیا: تکبر کیا ہے؟ جواب تھا:

إِكْتِسَابُ الْبُغْضِ.

اپنے دل میں دوسروں کے لئے بغض وتحقیر کا جذبہ رکھنا۔ (ایضاً)

(۱۳) حسد

حسد (دوسروں کی نعمتوں سے جلنا اور ان کے خاتمے کی آرزو رکھنا) ایسا عمل ہے کہ اس سے دلوں میں بغض ونفرت کے جذبات کی پرورش ہوتی ہے، حاسد خود اپنے محسود سے بغض رکھتا ہے، اور پھر عام طور پر محسود بھی حاسد کے حسد کا علم ہونے کے بعد اپنے دل میں اس کے لئے

نفرت وکدورت رکھتا ہے،شاعر کہتا ہے:

لَيْسَ لِلْحَاسِدِ إِلَّا مَا حَسَدُ
وَلَهُ الْبَغْضَاءُ مِنْ كُلِّ أَحَدُ
وَأَرَى الْوَحْدَةَ خَيْرًا لِلْفَتَى
مِنْ جَلِيْسِ السُّوْءِ فَانْهَضْ إِنْ قَعَدْ

حاسد کو اپنے حسد کی سزا مل کر رہتی ہے، اسے ہر ایک سے بغض ہوتا ہے، میں شریف آدمی کے لئے برے دوست سے بہتر اکیلے رہنا سمجھتا ہوں، برا دوست جہاں بیٹھتا ہو، بہتر ہے کہ تم وہاں سے اٹھ جاؤ۔(المستطرف:۳۷)

(۱۴) خباثت نفس

دل میں کینہ اور نفرت پیدا ہونا عام طور پر خباثت نفس کی دین ہوتا ہے، ورنہ جو لوگ پاک باطن ہوتے ہیں وہ اپنے دلوں کی حفاظت کرتے ہیں اور دلوں کو صاف رکھنے پر بہت زور دیتے ہیں، سینوں کو کینوں کی آماج گاہ بنانا اور دلوں کو بغض کا گہوارہ بنانا انہیں لوگوں کا کام ہوتا ہے جو خباثت نفس میں مبتلا ہوتے ہیں۔

❑❑❑

بغض اور کینے کی نمایاں علامات

دلوں میں بغض، عداوت، کینہ اور کدورت ہے یا نہیں؟ اس کا پتہ لگانے کے لئے مختلف علامات اور نشانیاں ہوتی ہیں، ان علامتوں کی روشنی میں انسان اپنا محاسبہ اور تجزیہ کر سکتا ہے اور اپنی اصلاح کی سمت میں قدم بڑھا سکتا ہے، ان میں بعض علامتیں دوسروں کے سامنے بھی نمایاں ہو جاتی ہیں، اس لئے مزید چوکنا ہونے کی ضرورت ہے کہ اگر آدمی میں یہ علامتیں ہوں گی اور دسروں کے سامنے ظاہر ہوں گی تو اس کا بغض اور کینہ آشکارا ہو جائے گا، اور لوگ اس سے دور ہو جائیں گے، ان میں سے چند علامات یہ ہیں:

(۱) دوسروں کے عیوب کی تلاش

جس کے دل کو دوسروں کے معائب اور بھیدوں کی تلاش اور جاسوسی میں لذت مل رہی ہو اور جس کا پسندیدہ مشغلہ یہی ہو تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کے دل میں بغض اور کینے کے جراثیم پرورش پا رہے ہیں، ذکر آچکا ہے کہ ’’تجسس‘‘ بغض کا بنیادی سبب ہوتا ہے، یہاں یہ واضح ہو رہا ہے کہ تجسس دل کے بغض اور کینے کی خاص شناخت بھی ہوتا ہے۔

(۲) شماتت (دوسروں کی مصیبت پر خوشی)

جس کے دل میں بغض اور کینہ ہوتا ہے اسے دوسروں کے دکھ اور غم پر مسرت ہوتی ہے اور اپنے مقابل کو جب بھی وہ کسی پریشانی میں مبتلا دیکھتا ہے تو اس کے دل کو راحت اور اطمینان محسوس ہوتا ہے، حالانکہ یہ بدترین گناہ ہے۔

(۳) کلمۂ خیر سے خاموشی

کسی سے بغض و کینہ رکھنے والا شخص اپنی زبان سے اس کے حق میں کبھی کلماتِ خیر و دعا نہیں نکالتا، جس مجلس میں اس کے مقابل کا ذکر خیر ہو رہا ہو وہ خاموشی، اعراض اور بے توجہی کا انداز اختیار کرتا ہے، بلکہ وہ اس کو سلام کرنا اور اس کے سلام کا جواب دینا بھی پسند نہیں کرتا، ہاں اس کی برائی کرنے کا موقعہ ہو تو خوب بڑھ چڑھ کر برائی کرتا ہے، خیر کے معاملے میں خاموش اور شر کے معاملہ میں زبان دراز ہوتا ہے۔

(۴) حقیر سمجھنا

بغض اور کینہ رکھنے والا اپنے دل میں اپنے مقابل کو انتہائی حقیر و ذلیل سمجھتا ہے، اور موقعہ بہ موقعہ اپنے دل میں موجود تحقیر کے جذبات کا قول و عمل سے اظہار بھی کر بیٹھتا ہے۔

(۵) افشائے راز

اگر کسی آدمی کے پاس کسی کا راز ہو، پھر وہ اس سے بغض کرنے لگے تو وہ اس کا راز دوسروں کے سامنے فاش کر دیتا ہے، اور خوب مبالغہ آرائی، رنگ آمیزی اور دروغ گوئی کر کے اسے رسوا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا، جب بھی کوئی کسی کا راز فاش کرے تو اس کا صاف مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے دل میں اس کے لئے بغض اور کینہ ہے۔

(۶) مذاق اڑانا

جب دل میں کسی کے لئے بغض و کینہ ہوتا ہے تو اس کا استہزاء اور مذاق اڑانے میں خوشی ملتی ہے، زبان کے بولوں سے، جسم کے اعضاء سے اور طرح طرح کے اشاروں سے آدمی مذاق اڑاتا ہے، یہ دل کے کینے کی پہچان ہے۔

(۷) ایذا رسانی

دل میں بغض ہوتا ہے تو آدمی چوکتا نہیں، ذرا بھی موقع ملتا ہے ایذا پہونچا کے رہتا ہے،ستاتا ہے،اپنے دل کا غبار نکالتا ہے،ایذا قول سے بھی ہوتی ہے اور عمل سے بھی، بول کر بھی ہوتی ہے اور لکھ کر بھی،صراحتاً بھی ہوتی ہے اور اشاروں میں بھی، براہ راست بھی ہوتی ہے اور بالواسطہ بھی، یہ سب اس میں شامل ہے۔

(۸) عیب گوئی اور غیبت

دل میں بغض اور کینہ رکھنے والا اپنے مقابل کی عیب گوئی اور غیبت میں لگا رہتا ہے، وہ دوسروں کے سامنے اس کے معائب اور نقائص کا پروپیگنڈہ اور تشہیر کرتا رہتا ہے،اس کی ہر ممکن کوشش ہوتی ہے کہ اسے کہیں کا نہ رہنے دے اور رسوا کر ڈالے۔

❑❑❑

بغض اور کینے کے سنگین نقصانات

عداوت اور بغض کے دینی و دنیوی، روحانی اور اخروی،ظاہری و باطنی نقصانات ومضرات بے حدو بے انتہا ہیں،انسان ان نقصانات کو پیش نگاہ رکھے تو اس کی تمام تر توجہ اپنے دل کو ان گناہوں سے پاک رکھنے کی طرف مبذول ہو جائے، چند کھلے نقصانات یہ ہیں:

(۱) اللہ کی ناراضگی اور ناپسندیدگی

بغض، کینہ اور عداوت خطرناک جرائم ہیں، اور اللہ کو بے انتہا ناپسند ہیں، یہ اللہ کے غضب کو دعوت دینے والے گناہ ہیں،اللہ کی رحمت ورضا پاک دلوں پر اترتی ہے،بغض اور کینہ دلوں کو گندا کر دیتے ہیں، اور دل گندے ہو جائیں تو وہ اللہ کی رحمت نہیں بلکہ غضب، اور رضا نہیں بلکہ ناپسندیدگی کا نشانہ بنتے ہیں،بغض کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے بندہ اللہ کو ناراض کر دیتا ہے اور اللہ کے ناپسندیدہ بندوں میں شامل ہو جاتا ہے۔

(۲) انسانوں کی نفرت اور ناپسندیدگی

بغض وعداوت کا ایک خطرناک مضر پہلو یہ ہوتا ہے کہ ایسے آدمی سے سماج کے افراد متنفر ہو جاتے ہیں،شرفاء اس سے تعلق رکھنا پسند نہیں کرتے، اس کا کوئی وزن اور اعتبار نہیں رہتا،کسی معاملہ میں اس کی رائے وقعت کی حامل نہیں ہوتی، ہر آدمی اس سے چوکنا اور ہوشیار رہتا ہے،اس کے شر سے پناہ چاہتا ہے،اس طرح وہ شرفاء اور باوقار افراد کے معاشرے میں ناپسندیدہ عضو کی حیثیت رکھتا ہے اور لوگ اسے ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

(۳) عبادات کی لذت سے محرومی

دلوں میں بغض ونفرت کی نحوست یہ ہوتی ہے کہ انسان عبادات وطاعات کی نورانیت، لذت، حلاوت اور کیف وسرور سے محروم ہو جاتا ہے، بغض انسان کے دل کو اندھا بنا دیتا ہے، جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ نیک کاموں کی لذت محسوس نہیں ہوتی، بلکہ عبادات بوجھ معلوم ہوتی ہیں اور وہ بادل ناخواستہ ہی عبادات انجام دیتا ہے۔

(۴) معاشرتی زندگی سے فرار اور تنہائی پسندی

دلوں کے بغض اور کینے کا ایک مضر پہلو یہ ہوتا ہے کہ ایسا شخص معاشرتی اور اجتماعی زندگی گزارنے میں گھٹن محسوس کرتا ہے، وہ لوگوں سے الگ تھلگ رہنا ہی پسند کرتا ہے، اور ایسا اس کے دل کے چور کی وجہ سے ہوتا ہے، اسے ہر آن یہ خطرہ اور دھڑ کا لگا رہتا ہے کہ کہیں اس کے دل کے اندرون کی بغض وعداوت کی کیفیات دوسروں کے سامنے آشکارا نہ ہو جائیں، اس لئے وہ سماجی زندگی سے بھاگتا اور تنہائی پسند بن جاتا ہے۔

(۵) امت میں تفرقہ اور انتشار

بغض اور کینے کا انتہائی تباہ کن نقصان یہ ہوتا ہے کہ اس سے معاشرے کے اتحاد اور الفت کی بنیادیں ہل جاتی ہیں، اور امت میں باہم انتشار، تنازعوں اور تفرقوں کی راہیں ہموار ہو جاتی ہیں، ملت کے افراد باہم محبت کے بجائے دست وگریباں ہو جاتے ہیں، تعلقات ناخوشگوار ہو جاتے ہیں اور باہمی کدورتیں بے شمار فتنوں کو جنم دیتی ہیں۔

حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے دور خلافت کے اس مرحلے میں جب بلوائیوں نے فتنے شروع کر رکھے تھے، اپنے گورنروں کو خط لکھا تھا کہ:

''رعایا کی صورت حال بگڑ رہی ہے، ان میں انتشار ہونا شروع ہو گیا ہے، وہ شر

کی طرف مائل ہو چکے ہیں، اس کا سبب تین چیزیں ہیں: (۱) دنیا لوگوں کی ترجیح بن چکی ہے، (۲) خواہشات پرستی کا مرض عام ہوتا جا رہا ہے، (۳) لوگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف کینہ پیدا ہو چکا ہے، خدشہ ہے کہ یہ مرض پھیل جائے گا اور کوئی خرابی پیدا کر دے گا۔'' (سیرت عثمان: ڈ/محمد علی الصلابی: ترجمہ:۶۰۲)

(۶) سنگین گناہوں میں مبتلا ہو جانا

دلوں کا بغض اور کینہ متعدد کبیرہ گناہوں کا باعث بن جاتا ہے، اس کے نتیجہ میں انسان جھوٹ، افترا پردازی، تہمت طرازی، الزام تراشی، غیبت، چغلی، حسد، بدگوئی، بدزبانی، لعن طعن، سب وشتم، غلط پروپیگنڈہ بازی اور بے جا مقابلہ آرائی جیسے خطرناک گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، اس طرح ایک جرم متعدد جرائم کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔

(۷) بے سکونی اور اضطراب

بغض اور کینے کا ایک نقصان یہ ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے انسان کی زندگی اضطراب، بے چینی اور بے سکونی کی نذر ہو جاتی ہے، وہ ہمیشہ اپنے مقابل کو نیچا دکھانے کی فکر میں کڑھ رہا ہوتا ہے، اس کی توجہ مفید، مثبت اور تعمیری کاموں کے بہ جائے ہمیشہ منفی اور تخریبی کاموں کی طرف رہتی ہے، اس طرح وہ ہمیشہ قلق اور اضطراب کے عالم میں رہتا ہے، اور گھٹن کی کیفیت اس پر حاوی رہتی ہے، اور وہ اپنے ہاتھوں اپنی زندگی جہنم بنالیتا ہے۔

(۸) ایمان کی کمزوری

کینہ دل کا بہت خطرناک روگ ہوتا ہے اور جس دل میں اس کی جڑیں مضبوط ہو جاتی ہیں، وہاں ایمان اور یقین کی بنیادیں مستحکم نہیں رہ پاتیں، ایسا شخص ہر آن اس خطرے کی زد میں رہتا ہے کہ اس کا ایمان کمزور پڑ جائے اور وہ ایمانی کمال اور استحکام سے محروم ہو جائے، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایمان کی کمزوری بغض اور کینے کا بہت سنگین نقصان ہے۔

(۹) شیطانی مداخلت

دل میں عداوت وبغض شیطانی مداخلت کی کارفرمائی ہوتی ہے، ایسا شخص اپنی لگام شیطان کے ہاتھ میں دے کر اپنے کوشر کا پیروکار اور خیر سے محروم بنالیتا ہے، صاحب ایمان کی سرگرمیوں میں رحمانی ہدایات کے بہ جائے شیطانی مداخلتوں کا تصرف ہونے لگے، یہ بہت بڑا نقصان ہے۔

(۱۰) امن وامان کا خاتمہ

کسی سماج اور علاقے میں اگر بغض، عداوت اور کینوں کا چلن عام ہوجائے تو اس سماج اور علاقے سے امن وامان کا خاتمہ ہوجاتا ہے، بدامنی کی فضا عام ہوجاتی ہے، اور ہر شریف و پاک دل انسان یہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ وہ انسان نما درندوں کے درمیان ہے، اور ہمہ وقت خطرے کی زد میں ہے، اسے لگتا ہے کہ دشمنوں کا گروہ اس کے تعاقب میں ہے، اس کے خلاف موقع کی تاک میں ہے اور نقصان پہونچانے کے درپے ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ امن وامان کی فضا ختم ہوجاتی ہے اور بدامنی پھیل جاتی ہے۔

(۱۱) بدنیتی

دل میں بغض وکینہ کا پایا جانا آدمی کی بدنیتی کی دلیل ہوتا ہے، اور بغض وعداوت کا ایک بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ ایسا شخص اپنے اندرونی جذبات، نیتوں اور ارادوں کو خراب کرلیتا ہے، پھر وہ دوسروں کے بارے میں اچھی رائے قائم ہی نہیں کرپاتا، اور دسروں کے مفاد میں کام کرنے کی طرف اسے آمادگی ہی نہیں ہوتی۔

(۱۲) بداعتمادی

بغض وعداوت کے نقصانات میں سے یہ ہے کہ اس سے معاشرے کے افراد میں باہم

بداعتمادی پیدا ہوجاتی ہے،ایک دوسرے سے اعتماد اٹھ جاتا ہے،کوئی کسی پر بھروسہ کرنے کو تیار نہیں ہوتا،ظاہر ہے کہ جس سماج میں ایسا ماحول پروان چڑھنے لگے وہ معاشرہ ٹوٹ پھوٹ کا بری طرح شکار ہوجاتا ہے۔

(۱۳) ناانصافی

جس سماج میں بغض اور کینے کے جراثیم پیوست ہوجاتے ہیں اس سے عدل وانصاف کی روح نکل جاتی ہے،اور ایسا سماج ناانصافی کی راہ پر چل پڑتا ہے،دل میں بغض کی گندگی ہوتو دوسرے کے ساتھ عدل وانصاف کا جذبہ مرجاتا ہے،کہا جاتا ہے کہ سچا انصاف پسند وہ ہوتا ہے کہ جس کا غصہ اسے ناحق میں مبتلا نہ کر پائے،اور اس کی خوشی اسے حق کے دائرے سے باہر نہ نکال سکے،کینہ پرور کبھی سچا انصاف پسند نہیں ہوسکتا، بلکہ اس کے اندر بھرا ہوا بغض ہمیشہ اسے ناانصافی اور حق تلفی کے راستے پر چلاتا ہے۔

(۱۴) بدخلقی

بغض وعداوت کے ذریعہ انسان میں بداخلاقی کی عادت پختہ تر ہوتی ہے، یہ اس کا بہت منفی پہلو ہے،علامہ ماوردیؒ نے لکھا ہے کہ بغض اور عداوت کا لازمی نتیجہ بداخلاقی ہے۔ (ادب الدنیاوالدین:۲۴۶) بغض رکھنے والا تو بدخلق ہوتا ہی ہے،جس سے بغض رکھا جائے اس کے دل میں بھی اپنے مخالف ودشمن کے لئے ایسی کدورت پیدا ہوجاتی ہے جو بدخلقی کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔

امام غزالیؒ کا تجزیہ

امام غزالیؒ نے بغض وعداوت کے آٹھ مفاسد اور مضرات کا ذکر کیا ہے:

(۱) حسد: دوسروں سے نعمت چھن جانے کی تمنا دل میں پیدا ہوتی ہے۔

(۲) شماتت: دوسروں کی مصیبت پر دل میں خوشی ہوتی ہے۔

(۳) ترک تعلقات: دل کے کینے کی وجہ سے باہم تعلقات منقطع ہو جاتے ہیں۔

(۴) دوسروں کی تحقیر: بغض کی وجہ سے دوسروں کو ذلیل وحقیر سمجھتا ہے۔

(۵) زبان درازی: جس سے عداوت ہوتی ہے اس کے خلاف زبان دراز ہو جاتی ہے اور غیبت، چغلی، افتراء، لعن، سب وشتم، طعنہ جوئی سب کام ہوتے ہیں۔

(۶) مذاق اڑانا: عداوت کی وجہ سے دوسرے کا مذاق اڑاتا ہے۔

(۷) مار پیٹ: کبھی عداوت مار پیٹ اور تنازعے کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

(۸) سابقہ تعلقات میں کدورت: بغض کا سب سے ہلکا اثر یہ ہوتا ہے کہ سابقہ تعلقات میں تکدر آجاتا ہے اور بشاشت وشگفتگی رخصت ہو جاتی ہے۔ (مذاق العارفین:۳/۱۹۹)

❑❑❑

بغض اور کینے کا علاج اور اس سے حفاظت کی مؤثر تدبیریں

انسان اپنے آپ کو بغض اور کینے کے گناہ سے محفوظ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کا شریعت کی طرف سے پابند ہے، شریعت نے اس حوالے سے متعدد مؤثر تدبیریں رکھیں ہیں، ان کو اختیار کر کے اس گناہ سے حفاظت ہو سکتی ہے اور انسان پاک باطن ہو کر زندگی گزار سکتا ہے۔

(۱) غصہ اور انتقام کی آگ کو سرد کرنے کی کوشش

بغض اور کینے کا سب سے پہلا اور مؤثر علاج یہ ہے کہ اس کے سب سے بنیادی سبب اور محرک کا خاتمہ کیا جائے، ذکر آچکا ہے کہ بغض وعداوت اور نفرت و کینے کا سب سے بنیادی سبب، غصہ اور جذبۂ انتقام کا اشتعال ہے، اس کا علاج یہ ہے کہ اپنی آتش غضب کو سرد کرنے کی فکر کی جائے، شریعت میں ''غصہ پی جانے اور غصہ پینے والوں'' کے جو فضائل آئے ہیں ان کا استحضار کیا جائے، حلیم الطبع افراد کی صحبت کا اہتمام والتزام کیا جائے، احادیث میں بتایا گیا ہے کہ غصہ کے موقع پر ''خاموشی اختیار کرنا'' اور ''اپنی جگہ تبدیل کرنا'' نیز ''کھڑا ہو تو بیٹھ جانا یا بیٹھا ہو تو لیٹ جانا'' اور یہ بھی کارگر نہ ہو تو ''پانی پینا یا وضو کر لینا'' اس کے ساتھ ''شیطان مردود سے اللہ کی پناہ وحفاظت طلب کرنا'' اور '' لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ کا ورد'' اور ''مسنون دعاؤں (مثلاً اَللّٰهُمَّ أَذْهِبْ غَيْظَ قَلْبِيْ: اے اللہ! میرے دل کا غصہ دور کر دیجئے) کا اہتمام'' غصہ کو ٹھنڈا کرنے اور انسان کو حالت اعتدال میں لانے والی کارگر تدبیریں ہیں۔

غیظ وغضب کی شدت کو کم کرنے کا ایک مؤثر اور عملی علاج اس حقیقت کا استحضار ہے کہ اللہ کی قدرت کامل واکمل ہے، اس کا جلال اور پکڑ بہت سخت ہے، اور اگر اللہ کو میرے

برے اعمال پر غصہ آجائے تو میرا کیا ہوگا؟ ایک حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ سب سے بڑا طاقتور وہ ہوتا ہے جو اپنے غصے کو قابو میں کر لیتا ہو، اور غصے میں بے قابو نہ ہوتا ہو، سلف کے مجربات سے معلوم ہوتا ہے کہ درود کی کثرت بھی غصے کو فرو کرنے کی کارگر تدبیر ہے۔

بہرحال بغض وعداوت کا بنیادی علاج ''غیظ وغضب اور آتش انتقام کو ختم اور سرد کرنے کی ہر ممکن کوشش کا اہتمام'' ہے۔

(۲) بغض کے تقاضوں کے خلاف عمل

بغض اور کینے کا ایک علاج یہ ہے کہ ایسا شخص اپنے اوپر زور ڈال کر بغض وعداوت کے تقاضوں کے خلاف عمل کرنے کا اہتمام کرے، مثلاً بغض کا تقاضا بدخواہی ہے، تو یہ خیرخواہی کرے، تکبر کے بہ جائے تواضع کا معاملہ کرے، اعراض کے بجائے مکمل التفات کا سلوک رکھے، سردمہری کے بجائے گرم جوشی کا مظاہرہ کرے، روکھے پن کے بجائے پرتپاک ملاقات کرے، قطع تعلق کے بجائے مزید تعلقات استوار کرے، ذکرِ شر کے بجائے ذکرِ خیر کرے، مذمت کے بجائے ستائش کرے، بد دعا اور نظر انداز کرنے کے بجائے دعائے خیر کا اہتمام کرے، غرض یہ کہ بغض اور کینے کے جو تقاضے ہوتے ہیں، ان کے خلاف عمل کرنے کی مشق کی جائے تو اس مرض کا علاج ہوسکتا ہے۔

(۳) حسن سلوک اور احسان

حسن سلوک اور احسان کا معاملہ دلوں سے بغض اور عداوت کو ختم کرنے کی نمایاں تدبیر ہے، قرآن میں وضاحت آئی ہے کہ برائی کا جواب اچھائی سے دینا سخت ترین عداوت کو گرم جوشانہ محبت میں تبدیل کرنے والا نسخۂ کیمیا ہے (حم السجدہ:۳۴) انسان کے دل میں اگر کسی کے لئے عداوت، نفرت اور کینہ ہو اور اس کی وجہ سے اس کے جذبات بدسلوکی اور انتقام کی طرف چل رہے ہوں، مگر وہ قرآنی اور نبوی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے حسن سلوک اور

احسان کی روش اختیار کرے تو اس کی برکت سے اس کا دل نفرت اور عداوت کے جذبات سے پاک صاف ہوسکتا ہے۔

(۴) عدل وانصاف

عدل وانصاف کے طریقے پر گامزن رہنے سے بھی بغض وعداوت کا خاتمہ ہوتا ہے، شریعت کی ہدایات یہ ہیں کہ صاحب ایمان ہر معاملے میں انصاف کا علم بردار رہے، کسی بھی طور انصاف کی ڈگر نہ چھوڑے، اور اس کی زد اپنے اوپر یا اپنے مفادات اور اپنے عزیزوں پر آئے تو بھی گوارا کرے، قرآن نے وضاحت کی ہے:

وَلاَ یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَی أَلَّا تَعْدِلُواْ اِعْدِلُواْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَی. (المائدۃ:۸)

اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ناانصافی کرو، انصاف سے کام لو، یہی طریقہ تقویٰ سے قریب تر ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اگر عدل وانصاف کے تقاضوں کو بہر قیمت ملحوظ رکھا جائے تو اس کی وجہ سے دل سے بغض اور کینہ کی غلاظت ختم ہوتی ہے، اور محبت والفت کے جذبات پروان چڑھتے ہیں۔

(۵) کوتاہیوں سے اعراض اور کم سے کم سرزنش

اپنے ماتحتوں اور شرکائے کار کی کوتاہیوں سے حتی المقدور اعراض اور سیر چشمی، اور شدید ضرورت کے موقعے ہی پر موقع ومحل کی رعایت اور حکمت ومصلحت کو ملحوظ رکھنے کے ساتھ ہلکی سرزنش اور تنبیہ کا اہتمام بغض وعداوت کے خاتمے کی اہم تدبیر ہے، سرزنش اور زجر وتوبیخ کی کثرت دل میں نفرت پیدا کرتی ہے، جب کہ اعراض کا پہلو غالب ہو، اور سرزنش کم سے کم ہو، اور جب بھی ہو حسن اسلوب اور شائستگی کا لحاظ رکھتے ہوئے ہو، اور نصح ومحبت کے اظہار کے

ساتھ ہو تو اس سے دل میں میل نہیں آتا، اور عداوت و کینے کا خاتمہ ہوتا ہے۔

(۶) صبر

دوسروں کی طرف سے پیش آمدہ معاملات پر صبر و تحمل شریعت کا بنیادی حکم ہے، صبر کے بے شمار فائدوں میں سے ایک نمایاں فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کی برکت سے دلوں کا بغض اور کینہ ختم ہو جاتا ہے۔

(۷) تعلقات بگاڑنے والے امور سے اجتناب

معاشرتی اور اجتماعی زندگی میں جو امور باہمی تعلقات کو تلخ و مکدر کرتے ہیں اور جو عداوت و بغض کا محرک ثابت ہوتے ہیں، اہتمام کے ساتھ ان سب سے مکمل اجتناب واحتیاط رکھی جائے تو انسان بغض وعداوت سے محفوظ رہ سکتا ہے، ان امور میں (۱) باہمی تنازعے اور جھگڑے (۲) گالم گلوچ (۳) فضول مباحثے (۴) غیبت (۵) چغلی (۶) حسد (۷) افترا پردازی وغیرہ بہت نمایاں ہیں، ان سے اجتناب کے بغیر دل بغض اور کینے سے پاک نہیں ہو سکتے۔

(۸) تعلقات کو خوشگوار بنانے والے امور کا اہتمام

باہمی تعلقات کو خوش گوار بنانے اور محبت کی جڑیں مضبوط کرنے والے امور و ذرائع کا اہتمام دل کو عداوت اور کینے سے پاک رکھنے کی مؤثر تدبیر ہے، ان میں سلام کا رواج، تحائف کا لین دین، تعاونِ باہم، خبر گیری، ضروریات کی کفالت اور دکھ درد میں شرکت نمایاں ہیں۔

(۹) دنیا کی حرص اور ریس سے اجتناب

دنیا اور متاعِ دنیا کے لئے مقابلہ آرائی اور ریس دل میں بغض وعداوت کے جرثومے پیدا کر دیتی ہے، دل کو پاک رکھنے کا نسخہ یہ ہے کہ دنیا کی فانی چیزوں کے لئے مقابلہ آرائی کا

مزاج ختم کیا جائے اور حرص وہوس کے بجائے قناعت اور رضا کے اصول اپنائے جائیں۔

(۱۰) جس سے عداوت ہے اس کا ذکر خیر اور اس کے حق میں دعا کا اہتمام

بغض اور کینے کا ایک مجرب عملی علاج یہ ہے کہ جس کے لئے دل میں بغض و کینہ ہے، دوسروں کے سامنے اس کی تعریف کی جائے، اس کے ذکر خیر کا اہتمام ہو، اس کی خوبیوں کا اظہار ہو، اس کی خوب خوب ستائش ہو، اور اس کی دنیا و آخرت کی ترقی کے لئے بارگاہ رب العزت میں دعا کی جائے، اگرچہ دل ذکر شر اور بد دعا چاہتا ہو مگر دل کی چاہت کے برعکس ذکر خیر اور دعا کا اہتمام کیا جائے، تو اس کی برکت سے بغض اور کینے کی بیماری کا علاج ہو جاتا ہے۔

(۱۱) خامیوں کے بہ جائے خوبیوں پر نظر

احادیث میں ہدایت ہے کہ صاحب ایمان کسی کے ساتھ بغض نہ رکھا کرے، دوسرے کی کوئی عادت یا بات ناپسند ہو تو اس کی پسندیدہ عادتوں اور باتوں کو پیش نگاہ رکھے، اس سے معلوم ہوا کہ بغض و عداوت کے خاتمے کی تدبیر یہ ہے کہ دوسروں کی خوبیاں پیش نظر رکھی جائیں، اور خامیوں سے صرف نظر کیا جائے، حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

> جس شخص کی طرف سے دل میں بغض پیدا ہو رہا ہے، اس کی اچھائیوں کی طرف نگاہ کرو اور اس کی اچھائیاں سوچ سوچ کر یاد کرو، یعنی یہ سوچو کہ میرے دل میں اس کی طرف سے جو بغض پیدا ہو رہا ہے، وہ اس کے فلاں وصف کی وجہ سے ہو رہا ہے، لیکن اس کے اندر صرف یہی وصف نہیں ہے بلکہ اس کے اندر تو اور بہت سے اچھے اوصاف بھی ہیں، پھر ان اچھے اوصاف کو یاد کرو، اس کے نتیجے میں اس بغض میں کمی آ جائے گی۔
>
> یاد رکھئے! دنیا میں کوئی بھی آدمی ایسا نہیں ہے جس کے اندر کوئی نہ کوئی اچھائی نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں جو چیزیں بنائی ہیں، ان میں نہ کوئی سراپا سیاہ ہے اور نہ کوئی سراپا سفید ہے بلکہ ہر ایک میں کچھ عیوب بھی ہیں اور کچھ اچھائیاں بھی ہیں، کائنات میں یہی نظام چل رہا ہے۔

نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانے میں
کوئی برا نہیں قدرت کے کارخانے میں

لہٰذا ایک کام یہ کرو کہ جن عیوب کی وجہ سے تمہارے دل میں کسی کی طرف سے بغض اور کینہ پیدا ہوا ہے، ان عیوب کو تھوڑی دیر کے لئے فراموش کر دو اور ان اچھائیوں کی طرف نگاہ کرو جو اس کے اندر موجود ہیں۔ (اسلام اور ہماری زندگی: ۸/ ۲۳۹-۲۴۰)

(۱۲) بغض وعداوت پر آنے والی وعیدوں میں غور وفکر

قرآن وسنت میں بغض وعداوت کے بارے میں جو سخت وعیدیں آئی ہیں، اور مغفرت سے محرومی کا جو ذکر آیا ہے، اور جن نقصانات کا تذکرہ آیا ہے، ان کی طرف دل کی سچائی سے نگاہ کی جائے، اور ان میں تفکر وتدبر کیا جائے، تو اس کی برکت سے بغض وعداوت کے گناہ سے حفاظت کی توفیق ملتی ہے، اور انسان اپنے کو پاک وصاف رکھنے کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

(۱۳) عفو ودرگذر

انسان کے دل میں جس کے لئے کینہ اور بغض ہو، اس سے انتقام لینے اور اسے سبق سکھانے اور مزا چکھانے کی طرف نفس مائل رہتا ہے، شریعت کی ہدایت ایسے موقعے پر یک طرفہ طور پر عفو ودرگذر کی ہوتی ہے، اپنے مخالف سے انتقام نہ لینا اور عفو ودرگذر کا معاملہ کرنا پیغمبرانہ سنت، قرآنی تعلیمات اور شرعی تلقین ہے، اور اس کی نمایاں برکت یہ ہوتی ہے کہ دل عداوت اور کینے سے صاف ہو جاتا ہے، حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے ملفوظات میں ہے کہ:

جس شخص سے کینہ ہو اس کا قصور معاف کر کے اس سے میل جول شروع کریں، گو بہ تکلف سہی، چند روز میں کینہ دل سے نکل جاوے گا۔ (شریعت طریقت: ۱۸۸)

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

یہ جو ہوتا ہے انتقام لینا کہ ہم اینٹ کا جواب پتھر سے دیں گے، یہ بہت بری بات

ہے،مومن ایسا نہیں کرتا،مومن میں معافی کا پہلو غالب ہوتا ہے، نبی ﷺ نے بہت پیاری بات ارشاد فرمائی کہ تم اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرو جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو،اب بتائیں کہ اگر ہم سے کوئی غلطی ہوجائے تو کیا ہم چاہتے ہیں کہ لوگ اس غلطی کو بھول جائیں اور ہمیں معاف کردیں یا ہم چاہتے ہیں کہ لوگ اس کو یاد رکھیں اور اپنے دلوں میں نفرت پیدا کریں،تو جو ہم اپنے بارے میں چاہتے ہیں وہی ہم دوسرے کے بارے میں چاہا کریں،بات سمجھنی بہت آسان ہے۔

معاف کرنے کی اپنی ایک لذت ہے، دوسرے کی کوتاہی غلطی کو معاف کرنے میں ایک مزہ ہے، یہ وہی جانتے ہیں جن کو اللہ نے یہ صفت عطا کی ہوئی ہوتی ہے، چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے تاریخ انسانی کی معافی کی بہترین مثال فتح مکہ کے دن قائم کی، تاریخ انسانیت معافی کی اس سے بہتر اور کوئی مثال پیش نہیں کرسکتی۔

سیدنا معاویہؓ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک بدلہ لینے کا موقع نہ ملے تب تک صبر کرو، برداشت کرو اور جب بدلہ لینے کا موقع ملے تو پھر تم عفو ودرگذر سے کام لو اور معاف کردو۔(مہلک روحانی امراض:۱۴۵-۱۵۰مختصراً)

(۱۴) سلام،مصافحہ اور ہدیہ

جس کے لئے دل میں بغض ہو،اس سے سلام کا اہتمام،مصافحہ کا عمل اور اسے ہدیہ وتحفہ پیش کرنے کا طریقہ شریعت کی تعلیم بھی ہے اور دل کو بغض کی آلائش سے پاک کرنے کی تدبیر بھی ہے،ایک حدیث میں ہدایت آئی ہے:

تَصَافَحُوا يَذْهَبِ الْغِلُّ، وَتَهَادَوْا تَحَابُّوا، وَتَذْهَبِ الشَّحْنَاءُ.

(موطأ الامام مالك: حسن الخلق: باب ما جاء في المهاجرة: ١٦٨٥)

مصافحہ کرو، کینہ ختم ہوجائے گا،ایک دوسرے کو ہدیہ دو، باہم محبت پیدا ہوجائے گی اور عداوت ختم ہوجائے گی۔

امام ابو حاتم البستیؒ لکھتے ہیں:

ہر صاحب عقل کی ذمہ داری ہے کہ وہ سلام کو رواج دے، سلام سے دلوں میں مخفی کینے اور عداوتیں ختم ہوتی ہیں، بغض ونفرت کی تاریکیاں دور ہو جاتی ہیں، ترک تعلق کی نحوست سے انسان محفوظ ہو جاتا ہے، باہم تعلقات خوشگوار ہو جاتے ہیں اور محبت و الفت کے جذبات کی آبیاری ہوتی ہے۔(روضۃ العقلاء:۷۴)

مخالفین سے نمٹنے کے مؤثر طریقے

دنیا میں جو شخص کسی بھی اعتبار سے کمال وعظمت کا حامل ہوتا ہے، خواہ اس کا علمی پایہ بلند ہو، یا مالی حالت مستحکم ہو یا اسے جاہ ومنصب حاصل ہو یا عملی عظمت میسر ہو، اسے اپنے مخالفین اور بغض وکینہ رکھنے والوں سے سابقہ ضرور پیش آتا ہے، ایسی صورت حال میں اپنے مخالفوں سے احسن طریقے سے نمٹنے کی جو تدبیریں ہوسکتی ہیں ان میں تین امور بہت بنیادی ہیں:

(۱) حسن سلوک

اپنے مخالفین کے ساتھ حسن سلوک، حسن اخلاق، سیر چشمی، اعراض اور وسیع الظرفی کا اعلیٰ برتاؤ رکھا جائے، ان کی نفرت کا جواب محبت سے دیا جائے، ان کی بد خلقی کا دفاع اپنی خوش خلقی سے کیا جائے، اس تدبیر سے اپنے دل کو بھی سکینت وقرار کی دولت ملتی ہے، مخالفت کا زور بھی کم ہوتا ہے جو بالآخر محبت میں تبدیل ہوجاتا ہے، اور سنت نبوی کی اتباع کا نور بھی میسر آتا ہے۔

(۲) کم سے کم میل جول

اس حوالے سے ایک اہم تدبیر یہ ہے کہ اپنے مخالفین کا سامنا کم سے کم کیا جائے، ان سے میل جول جتنا کم رہے گا، ان کے شر سے حفاظت رہے گی، کسی دانا کا قول ہے:

إِذَا أَبْغَضَکَ جَارُکَ حَوِّلْ بَابَ دَارِکَ. (المستطرف: ۱/۵۵)

تمہارا پڑوسی تمہارا دشمن بن جائے تو تم اپنے گھر کا دروازہ دوسری سمت کھول لو۔

(۳) اپنی کمیوں پر نظر اور اپنی اصلاح کی فکر

اپنے مخالف کی مخالفت کو اپنی بد عملی کا وبال، اپنے گناہوں کی سزا اور اپنے جرائم کا خمیازہ سمجھ کر مخالف کی طرف متوجہ ہونے کے بجائے اپنی اصلاح کی فکر کی طرف متوجہ ہوجانا بہت مفید طریقہ ہوتا ہے، حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

ایک صاحب نے حضرت (تھانویؒ) کو خط میں لکھا کہ ”آرزو ہے کہ مخالف کی مخالفت کو اپنی حرکات ناشائستہ واعمال سیئہ کا نتیجہ سمجھوں“، کینہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب مخالف کوئی تکلیف پہنچائے، اس لئے وہ صاحب یہ لکھتے ہیں کہ میرا دل یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری طبیعت ایسی بنادے کہ جب بھی کسی شخص سے کوئی تکلیف پہنچے تو میرے دل میں اس کے خلاف جذبات پیدا ہونے کے بجائے میرے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ میاں! دنیا میں جو تکلیف کسی انسان کو پہنچتی ہے، وہ اس کی بد عملی کی وجہ سے پہنچتی ہے، کیونکہ قرآن کریم میں ہے:

وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ. (الشوریٰ: ۳۰)

یعنی جو تکلیف اور مصیبت تمہیں پہنچتی ہے، وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کی وجہ سے پہنچتی ہے، جب یہ بات ہے تو اب اگر دوسرا شخص مجھے برا بھلا کہہ رہا ہے یا دوسرا شخص مجھے تکلیف پہنچا رہا ہے تو درحقیقت وہ تکلیف بھی میری کسی بد عملی کی وجہ سے پہنچی ہے، اگر میں برا عمل نہ کرتا تو یہ آدمی مجھے یہ تکلیف نہ پہنچاتا، چاہے وہ تکلیف کسی انسان سے پہنچے یا کسی جانور سے پہنچے یا زید عمرو بکر سے پہنچے، وہ تکلیف میرے کسی بدعمل کا نتیجہ ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص مجھے مار رہا ہے تو حقیقت میں وہ مجھے نہیں مار رہا ہے بلکہ میرے کسی برے عمل کی وجہ سے مجھے مارا جارہا ہے۔

اگر بادشاہ جلاد کو حکم دے کہ فلاں شخص کو سو کوڑے مارو تو اب بظاہر تو وہ جلاد مار رہا ہے، لیکن حقیقت میں تو بادشاہ کے حکم کی وجہ سے مار رہا ہے، لہٰذا جس شخص کو کوڑے مارے جارہے ہیں اس کے دل میں یہ بات ہوگی کہ میرا اصل دشمن یہ جلاد نہیں بلکہ بادشاہ ہے، اس لئے اگر کبھی یہ شخص انتقام لینے کا ارادہ کرے گا تو جلاد سے انتقام نہیں لے گا، کیونکہ جب بادشاہ نے مارنے کا حکم دے دیا تو اب جلاد کی یہ مجال نہیں تھی کہ وہ مارنے سے رک جاتا، اس کو تو حکم کے مطابق عمل کرنا تھا، اس کی تو یہ ڈیوٹی تھی۔

لہٰذا اگر دل میں یہ بات آجائے کہ یہ شخص جو مجھے تکلیف پہنچارہا ہے، اس کی کیا مجال تھی کہ مجھے تکلیف پہنچاتا، یہ تو درحقیقت ''تقدیر'' اس سے یہ عمل کروارہی ہے، اور تقدیر اس لئے کروارہی ہے کہ میں نے کوئی براعمل کیا تھا، اس کی سزا مجھے دنیا میں مل رہی ہے، لہٰذا میں تکلیف پہنچانے والے کو کیوں برا سمجھوں، جب یہ بات دل میں ہوگی تو پھر دوسرے کی طرف سے برائی اور کینہ دل میں نہیں آئے گا۔

حضرت تھانویؒ نے جواب میں تحریر فرمایا: ''اس کا استحضار اختیاری ہے، تکرار استحضار سے اس میں رسوخ ہوجائے گا۔''

یعنی اس بات کا دل میں دھیان کرتے رہنا کہ مجھے جو تکلیف پہنچ رہی ہے، وہ میرے برے اعمال کی وجہ سے پہنچ رہی ہے، یہ دھیان کرنا انسان کے اختیار میں ہے اور تکرار استحضار سے اس میں رسوخ ہوجائے گا، یعنی بار بار جب یہ دھیان کرے گا تو رفتہ رفتہ یہ بات دل میں پیوست ہوجائے گی۔

حضرت ذوالنون مصریؒ کا ایک واقعہ ''رسالہ قشیریہ'' میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ راستے میں جارہے تھے، کوئی بے وقوف آپ کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے پیچھے پڑ گیا، اس بے وقوف کے ہاتھ میں ڈنڈا تھا، وہ اس نے حضرت ذوالنون مصریؒ کے سر پر مارنا شروع کردیا، اس وقت حضرت کی زبان پر پہلا جملہ جو آیا، وہ جملہ یہ تھا:

إِضْرِبْ رَأْسًا طَالَمَا عَصَى اللّٰهَ.

یعنی اس سر کو مارو، کیونکہ اس سر نے بہت عرصے تک اللہ کی نافرمانی کی ہے، لہٰذا جو مار پڑ رہی تھی، اس کو اپنی بدعملی کی طرف منسوب کیا۔

انہیں ذوالنون مصریؒ کا دوسرا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ لوگ ان کے پاس آئے اور کہا کہ حضرت! بارش نہیں ہو رہی ہے، قحط پڑا ہوا ہے، دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ اس قحط کو دور فرمادیں، جواب میں فرمایا کہ یہ بارش بدعملیوں کی وجہ سے نہیں ہو رہی ہے اور مجھ سے زیادہ بدعمل اس بستی میں کوئی اور نہیں، لہٰذا میں اس بستی سے نکل جاتا ہوں، شاید میرے نکلنے کے بعد اس بستی پر اللہ تعالیٰ کی رحمت آجائے اور بارش ہو جائے، اپنے آپ کو بدترین خلائق سمجھ رہے ہیں۔

بہرحال! یہ بات صحیح ہے کہ کسی کی مجال نہیں ہے کہ وہ دوسرے کو نقصان پہنچائے، نہ کسی انسان کی مجال ہے، نہ کسی جانور کی یہ مجال ہے، نہ کسی جن کی یہ مجال ہے، جو کچھ ہو رہا ہے وہ کسی اور کی طرف سے ہو رہا ہے اور حکمت کی بنیاد پر ہو رہا ہے، چونکہ ہماری اور آپ کی سمجھ میں وہ حکمت نہیں آتی، اس لئے اس نقصان اور تکلیف پر واویلا کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص شیر کے پنجرے میں آجائے تو وہ شخص بے اختیار ہوگا، سوائے تسلیم و رضا کے کوئی چارۂ کار نہیں ہوگا کہ تجھے کھانا ہے تو کھالے، پھاڑنا ہے تو پھاڑ لے، اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے، اسی طرح ہر انسان کو یہ سوچنا چاہئے کہ اس کائنات میں سب کام مالک الملک والملکوت کی تقدیر سے ہو رہا ہے، اگر کوئی تمہیں پتھر بھی مار رہا ہے تو وہ کسی کی اذن سے مار رہا ہے، کسی کی مشیت سے مار رہا ہے، اب سوال یہ ہے کہ وہ مشیت کیوں ہوئی، وہ مشیت اس لئے ہوئی کہ تم نے بدعملی کی تھی، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ تمہیں دنیا ہی میں سزا دے دیں تاکہ آخرت میں عذاب نہ دینا پڑے، کیونکہ دو ہی راستے تھے، یا تو آخرت میں جہنم میں ڈالتے یا دنیا ہی میں سزا دے دیتے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے تم پر رحمت فرمائی کہ آخرت کے عذاب کے

بدلے دنیا میں ہی سزا دے دی تا کہ یہیں حساب کتاب صاف ہو جائے۔ (اسلام اور ہماری زندگی: ۸/۲۴۲-۲۴۵)

معلوم ہوا کہ مخالفین اور کینہ پروروں کے طرزِ عمل کے جواب میں اپنی عملی کوتاہیوں پر نظر اور ان کی اصلاح کی فکر اللہ کی عظیم توفیق ہے، اور اس کی برکت سے اپنا دل غلط نفسیات سے پاک بھی رہتا ہے اور مخالفین کی مخالفتوں کے شر سے اور ذہنی الجھنوں سے حفاظت بھی میسر آتی ہے۔

❑❑❑

باب سوم:
ترکِ تعلق

ترک تعلق

حقیقت

اہل ایمان میں باہم تعلقات کا منقطع ہونا، رشتوں کا ٹوٹ جانا، الفت ومودت کا ختم ہوجانا اور سلام وکلام کا بند ہوجانا، اجتماعی زندگی کے لئے بے انتہا مہلک اور سنگین نقصانات کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے، شریعت اسلامی نے اس پر سختی سے بندش لگائی ہے اور تاکید کے ساتھ اس سے منع کیا ہے، احادیث میں اس کے لئے ''تَدَابُرُ'' (ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرنا) ''تَقَاطُعُ'' (باہم تعلق منقطع کرنا) ''تَهَاجُرُ'' (ایک دوسرے کو الگ تھلگ چھوڑ دینا) اور ''تَصَارُمُ'' (باہم ترک تعلق) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور سب سے روک دیا گیا ہے۔

علامہ ابن حجر ھیثمیؒ نے ''تَهَاجُرُ'' کی تشریح ''اپنے مسلمان بھائی سے کسی دینی وشرعی مصلحت کے بغیر تین دن سے زیادہ سلام وکلام منقطع کرنا'' سے کی ہے، اور ''تَدَابُرُ'' کی تشریح ''اپنے مسلمان بھائی سے اعراض اور ملاقات پر چہرہ پھیر لینا'' سے کی ہے۔ (الزواجر: ۴۱۸)

حضرت انسؓ سے منقول ہے:

اَلتَّدَابُرُ التَّصَارُمُ. (نضرة النعيم: ١١/٥٦٨٩)

تدابر سے مراد آپس میں تعلقات کو بالکل منقطع کرلینا ہے۔

علامہ ابن اثیرؒ نے لکھا ہے:

اَلتَّدَابُرُ هُوَ أَنْ يُعْطِيَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَ النَّاسِ أَخَاهُ دُبُرَهُ وَقَفَاهُ، فَيُعْرِضَ عَنْهُ وَيَهْجُرَهُ. (النهاية: ٢/ ٩٧)

تدابر یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی سے پیٹھ اور چہرہ پھیر کر اعراض کرے اور اسے چھوڑ دے۔

علامہ ھرویؒ نے بھی "تَدَابُرُ" کی تشریح "تَقَاطُعُ" یعنی باہم قطع تعلق سے کی ہے۔ (عمدۃ القاری:٢٢/١٣٦)

امام مالکؒ فرماتے ہیں:

لا أَحْسَبُ التَّدَابُرَ إِلَّا الإِعْرَاضَ عَنْ أَخِيكَ الْمُسْلِمِ، فَتُدْبِرَ عَنْهُ بِوَجْهِكَ. (موطأ الامام مالك: حسن الخلق: باب ما جاء في المهاجرة)

میں یہ سمجھتا ہوں کہ تدابر کے معنیٰ یہ ہیں کہ اپنے مسلمان بھائی سے اعراض کیا جائے اور تم اپنا چہرہ اس سے پھیر لو۔

امام قرطبیؒ نے "تَدَابُرُ" کی تفسیر "الإِعْرَاضُ" (رخ پھیر لینا) سے کی ہے۔ (الجامع لأحکام القرآن:١٤/٧١)

حاصل یہ ہے کہ ایک دوسرے سے عداوت، بے رخی، ترک تعلق، ملنا جلنا چھوڑ دینا، ملاقات کے وقت ایک دوسرے سے منھ پھیر لینا، سلام وکلام بند کردینا، ایک دوسرے کی پیٹھ پیچھے برائی کرنا، اپنے مسلمان بھائی سے انتقام لینے کی فکر کرنا اور جھگڑا کرنا سب "تَدَابُرُ" کے عموم میں شامل ہے اور یہ سب امور شریعت میں ممنوع ہیں۔

ترک تعلق کی حدود اور شرعی حکم

احادیث میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ تین دن سے زیادہ کسی سے خفگی رکھنا اور سلام کلام چھوڑنا جائز نہیں ہے، اگر انسان کا دوسرے سے کسی وجہ سے تنازعہ اور ترک تعلق ہوجائے تو تین دن تک تو ترکِ سلام وکلام کو معاف کردیا گیا ہے اگرچہ ایسا کرنا بھی بہتر نہیں ہے، مگر تین دن سے زیادہ اس سلسلہ کو دراز رکھنے کی شدت سے ممانعت آئی ہے، تین دن کی مدت دراصل

انسان کے فطری جذبات اور افتادِ مزاج کے پیش نظر رکھی گئی ہے تاکہ اس عرصہ میں اس کا دل پرسکون، غصہ ٹھنڈا اور ناراضگی ختم ہوجائے اور صلح وصفائی ہوجائے، احادیث میں تین دن کی قید اس لئے ہے کہ اگر طبعی تقاضوں سے ناگواری اور ناراضگی ہوجائے تو اس کا اثر تین دن میں ختم ہوجاتا ہے، تین دن سے زائد قطع تعلق کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ طبعی تقاضوں سے نہیں بلکہ دل کے بغض اور کینہ کی وجہ سے ہے جسے ختم کرنا فرض ہے۔

معاشرتی واجتماعی زندگی میں ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں، دوسروں سے ناگواری کی بات ہوجاتی ہے، اس لئے ایسے موقعوں پر افضل تو صبر وتحمل ہے، مگر تین دن تک ترک تعلق کو بھی معاف رکھا گیا ہے، لیکن پھر اس سے زیادہ مدت بڑھنا درست نہیں ہے، واقعہ یہ ہے کہ باہمی نزاعات میں ترکِ سلام وکلام نزاع کو بڑھانے اور نفرتوں میں اضافے کا ذریعہ ہوتا ہے، اور اگر سلام وکلام جاری رہے تو بہت سی غلط فہمیاں اور بدگمانیاں ختم ہوجاتی ہیں، محدثین نے لکھا ہے کہ:

> تلخی، تلخ کلامی اور غصہ کی وجہ سے بسا اوقات قطع تعلق کرنا پڑتا ہے، لیکن تین دن کی مدت ایسی ہے کہ اس میں آدمی کا غصہ ازخود ختم ہوجاتا ہے، لہٰذا اب اس کے لئے قطع تعلق برقرار رکھنا جائز نہیں ہے۔ (ارشاد الساری: ۹۳/۱۳)

یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ تین دن تک سلام وکلام سب چھوڑ دینا معاف ہے مگر اس بیچ میں فریق ثانی سلام کرے تو اس کا جواب دینا واجب ہے، سلام میں پہل نہ کرنے کی تین دن تک اجازت ہے مگر سلام کا جواب دینا ہر وقت واجب ہوگا۔

احادیث میں فرمایا گیا ہے کہ ترک تعلق کی صورت میں جو شخص پہلے تعلق جوڑے گا، سلام میں پہل کرے گا وہ افضل اور بہتر شخص مانا جائے گا، پھر سلام میں پہل کرنا ترک ملاقات کے گناہ کو ختم کردیتا ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سلام میں پہل کردی جائے اور پھر اسی طرح منہ پھیر لیا

جائے اور گفتگو بند رہے، بلکہ چونکہ مسلمانوں کی ملاقات کے وقت پہلا جملہ سلام ہوتا ہے اس لئے اس کا ذکر کر دیا گیا ہے، ورنہ سلام کے بعد باقاعدہ گفتگو بھی ہونی چاہئے اور اعراض و بے رخی کا سلسلہ بند ہونا چاہئے، یہی مطلوب ہے، حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحبؒ فرماتے ہیں:

> اب یہ بات رہ جاتی ہے کہ قطع تعلقی کیسے ختم ہوگی، جمہور علماء فرماتے ہیں کہ صرف سلام کرنے سے قطع تعلقی ختم ہو جائے گی اور اس وعید سے نکل جائے گا، لیکن امام احمدؒ کہتے ہیں کہ قطع تعلق اس وقت ختم سمجھا جائے گا جب تعلقات اپنے سابقہ معمول پر آجائیں، اگر ترک تعلقات سے اس کو اذیت ہوتی ہے تو صرف سلام کرنے سے ہجران ختم نہیں ہوتا۔ (کشف الباری: کتاب الادب: ۴۶۱)

یہ نکتہ بھی ذہن نشین رہے کہ دوبارہ تعلقات کے آغاز کے بعد پہلے کی طرح انبساط وانشراح کے ساتھ ملنے پر کوئی جبر نہیں، ایسا نہیں ہے کہ اگر اسی سابقہ انبساط کے ساتھ نہ ملا تو گنہ گار ہوگا، علماء نے لکھا ہے کہ اپنے مسلمان بھائی سے کسی شرعی ضرورت کے بغیر تین دن سے زیادہ قطع تعلق حرام ہے، اس لئے کہ اس میں ایذا رسانی بھی ہے، اور معاشرتی بگاڑ بھی، اور اپنے قرابت داروں سے قطع تعلق مطلقاً منع ہے اور اس میں تین دن کی قید بھی نہیں ہے، قطع رحمی شریعت میں مطلقاً ناجائز ہے، خواہ تین دن سے کم کی مدت کے لئے کیوں نہ ہوں۔ (نضرۃ النعیم: ۱۱/۵۶۸۲)

ہاں اگر ترکِ تعلق دنیوی معاملات کے بجائے دینی امور کی وجہ سے ہو، مثلاً کوئی شخص علانیہ فسق وفجور پر اتر آیا ہو، یا بدعتی ہو تو اس کی اصلاح کے مقصد سے اس سے اس وقت تک ترکِ تعلق درست ہے جب تک وہ اپنی برائی اور بدعت سے باز نہ آجائے اور توبہ کر کے حق کی طرف نہ آجائے، دینی مصالح کے لئے تین دن سے زائد ترک سلام وکلام اور قطع تعلق کی اجازت ہے، غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ جانے والے تینوں صحابہ کرام کا رسول اللہ ﷺ نے اور تمام مسلمانوں نے ۵۰؍ دن بائیکاٹ کیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے ایک ماہ تک اپنی ازواج

مطہرات سے ملاقات ترک کردی تھی، حضرت عمرؓ نے ''صبیغ بن علی تمیمی'' نامی شخص کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا تھا کہ مسلمانوں کو ان کے بائیکاٹ کا حکم دیا، اس لئے کہ وہ غلط عقائد وافکار کے حامل تھے، پھر جب انہوں نے توبہ کرلی اور تصدیق ہوگئی تو حضرت عمرؓ نے اپنا حکم واپس لے لیا۔ (سنن الدارمی: ۱/۵۱)

متعدد صحابہ کرام کے ایسے واقعات ہیں، ان سب مواقع پر دینی مصالح پیش نظر رہے، علامہ قسطلانیؒ نے لکھا ہے کہ خواہش پرستوں اور اہل بدعت سے دائمی ترک تعلق جائز ہے، جب تک وہ توبہ اور حق کی طرف رجوع نہ کرلیں۔ (ارشاد الساری: ۱۳/۸۶)

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے دینی نقصان یا وقت کے لایعنی امور میں ضیاع کے خدشہ سے کسی سے ملاقات چھوڑ دے تو اس کی اجازت ہے، مگر یہ دوری اور کنارہ کشی اچھے انداز میں ہو، غیبت وغیرہ تک نہ پہنچائے۔

استاذنا حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوریؒ نے علامہ خطابیؒ کے حوالے سے نقل فرمایا ہے کہ:

> باپ اپنی اولاد سے اور شوہر اپنی بیوی سے اور اس کے مانند لوگ مثلاً استاذ اپنے شاگرد سے تین دن سے زیادہ ناراض رہ سکتا ہے، اور دلیل وہ حدیث ہے جو گزر چکی ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی ازواج سے ایک مہینہ کے لئے ترک تعلق کیا تھا۔
>
> اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عام لوگوں کے درمیان ترکِ تعلق سادہ معاملہ ہوتا ہے اور وہ کسی کدورت کا نتیجہ ہوتا ہے، اور مذکورہ صورتوں میں باپ، شوہر، اور استاذ کے پیش نظر اولاد، بیوی اور شاگرد کی تربیت بھی ہوتی ہے، اور ضروری نہیں کہ تین دن میں ماتحت کو اپنی غلطی کا احساس ہوجائے، اس لئے تین دن سے زیادہ ترکِ تعلق کی گنجائش ہے۔
>
> اور دوسری وجہ یہ ہے کہ عام لوگوں کے درمیان جب اس قسم کا معاملہ پیش آتا ہے اور بہت دنوں تک بات چیت بند رہتی ہے تو بات بگڑتی چلی جاتی ہے اور باپ اور اولاد

کے درمیان اور شوہر اور بیوی کے درمیان اور استاذ اور شاگرد کے درمیان جب اس قسم کا معاملہ پیش آتا ہے تو معاملہ بگڑنے کا احتمال نہیں ہوتا کیونکہ ان کو ہر حال میں ایک ساتھ رہنا ہے، اس لئے تین دن سے زیادہ ترکِ تعلق کی گنجائش ہے۔ (تحفۃ الالمعی: ۵/۳۲۷)

❑❑❑

قرآنی ہدایات

قرآن مجید میں سورۂ لقمان میں حضرت لقمانؒ کی اپنے فرزند کو کی جانے والی نصیحتوں میں ایک نصیحت مذکور ہے:

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ. (لقمان:۱۸)

لوگوں سے اپنا رخ نہ پھیر لیا کرو۔

اس نصیحت کا مفہوم یہ بھی ہے کہ لوگوں کے سامنے تکبر کا مظاہرہ نہ کیا جائے، انہیں حقیر نہ سمجھا جائے، اور ان سے اعراض نہ کیا جائے، بلکہ تپاک اور تواضع سے ملا جائے، اور یہ مطلب بھی ہے کہ دوسروں سے ترکِ تعلق اور قطعِ سلام وکلام نہ کیا جائے، امام قرطبیؒ نے اس آیت کی شرح میں حدیث نبوی "لا تَدَابَرُوا" (ایک دوسرے سے رخ نہ پھیرو اور قطع تعلق مت کرو) پیش کی ہے اور واضح کیا ہے کہ "تَدَابُرُ" اعراض کا نام ہے، اس لئے کہ آدمی کو جس سے بغض ہوتا ہے اس سے رخ پھیر لیتا ہے، اور جس سے محبت ہوتی ہے اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

(الجامع لأحکام القرآن:۱۴/۷۱)

مفسرِ قرآن علامہ مجاہدؒ فرماتے ہیں:

آدمی کا کسی سے اچھا تعلق ہو، پھر معاملہ بگڑ جائے، کدورت پیدا ہو جائے اور وہ اس سے اعراض کرنے لگے، آیت میں اس سے منع کیا گیا ہے۔ (جامع البیان للطبری:۲۱/۴۸)

❑❑❑

ترکِ تعلق احادیث کی روشنی میں

احادیث میں بہت وضاحت کے ساتھ اہل ایمان کے درمیان باہم ترکِ تعلق اور سلام وکلام کے رشتے کے انقطاع کی حرمت اور شناعت کو بار بار اجاگر کیا گیا ہے، اس مضمون کی چند احادیث ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

(۱) حضرت ابوایوب انصاریؓ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

لا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلاثِ لَيَالٍ، يَلْتَقِيَانِ: فَيُعْرِضُ هَذَا وَيُعْرِضُ هَذَا، وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلامِ.

(بخاری: الادب: باب الهجرة: ٦٠٧٧)

کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی سے ملنا جلنا چھوڑے رکھے، اور حالت یہ ہو کہ دونوں آمنے سامنے ہوں تو یہ اِدھر اپنا منہ پھیر لے اور وہ اُدھر اپنا منہ پھیر لے، اور ان دونوں میں بہتر شخص وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔

انسان کی فطرت میں غیرت اور غصے کا جو عنصر ہوتا ہے وہ ہر حال میں اپنے اثرات دکھاتا ہے، اس لئے تین دن کی مہلت رکھی گئی ہے، تاکہ اس دورانیے میں انسان اپنے مشتعل جذبات پر قابو یاب ہو جائے، اور غصہ وطیش کے اثرات زائل ہو جائیں، اور مصالحت اور تعلقات کی بحالی کی راہ ہموار ہو سکے، تین دن کے بعد بھی اگر ناراضگی اور ترکِ تعلق باقی ہے تو اس کی اجازت نہیں ہے، اس لئے کہ اب ایسا عمل دل کے بغض اور کینہ کی بنیاد پر ہے، البتہ اگر

کوئی دینی مصلحت ہوتو گنجائش ہے۔

حدیث میں فرمایا جارہا ہے کہ سلام میں پہل کرنے والا بہتر ہوتا ہے، دیگر احادیث میں ایسے شخص کو تکبر سے بری بتایا گیا ہے،سلام میں پہل کرنے والا ناراضگی دور کرکے مصالحت کی کوشش کرنے والا اور کشادہ دلی کا ثبوت پیش کرنے والا ہوتا ہے، ایسا شخص اللہ اور انسانوں سب کی نگاہوں میں بہتر ہوتا ہے۔

(۲) ترمذی کی روایت میں الفاظ ہیں:

لا یَحِلُّ لِلْمُسْلِمِ أَنْ یَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلاثٍ: فَیَصُدُّ هَذَا، وَیَصُدُّ هَذَا، وَخَیْرُهُمَا الَّذِی یَبْدَأُ بِالسَّلامِ. (ترمذی: البر والصلة: باب ما جاء فی کراهیة الهجر للمسلم: ۱۹۲۹)

کسی بھی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے دینی بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک تعلق کرے، دونوں ایک دوسرے سے ملتے ہیں، پس یہ بھی اعراض کرتا ہے اور وہ بھی اعراض کرتا ہے، اور دونوں میں بہتر وہ ہے جو سلام کرنے میں ابتدا کرے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا تَحِلُّ الْهِجْرَةُ فَوْقَ ثَلاثَةِ أَیَّامٍ، فَإِنِ الْتَقَیَا فَسَلَّمَ أَحَدُهُمَا فَرَدَّ الآخَرُ إِشْتَرَكَا فِی الأَجْرِ، وَإِنْ لَمْ یَرُدَّ بَرِئَ هَذَا مِنَ الإِثْمِ، وَبَاءَ بِهِ الآخَرُ، وَإِنْ مَاتَا وَهُمَا مُتَهَاجِرَانِ، لایَجْتَمِعَانِ فِی الْجَنَّةِ. (الترغیب والترهیب: الترهیب من التهاجر: ۳/۴۵۷)

تین دن سے زیادہ ترک تعلق جائز نہیں ہے، پھر اگر دونوں کا سامنا ہو، اور ایک سلام کرے اور دوسرا جواب دے، تو دونوں اجر میں شریک ہوں گے، اور اگر دوسرا جواب نہ دے، تو سلام کرنے والا گناہ سے بری

ہوجائے گا، اور جواب نہ دینے والا مجرم قرار پائے گا، اب اگر دونوں باہم ترکِ تعلق کی حالت میں مرجائیں تو جنت میں اکٹھے نہیں ہوں گے۔

(۴) حضرت ابوہریرہؓ آپ ﷺ سے نقل کرتے ہیں:

لا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَهْجُرَ مُؤْمِنًا فَوْقَ ثَلاثٍ، فَإِنْ مَرَّتْ بِهِ ثَلاثٌ فَلْيَلْقَهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَإِنْ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلامَ فَقَدِ اشْتَرَكَا فِي الأَجْرِ، وَإِنْ لَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ فَقَدْ بَاءَ بِالإِثْمِ، وَخَرَجَ الْمُسَلِّمُ مِنَ الْهِجْرَةِ. (ابوداؤد: الادب: باب فی من یهجر أخاه المسلم: ۴۹۱۲)

مؤمن کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنے مسلمان بھائی سے قطع تعلق کرکے اسے تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے، لہٰذا اگر تین دن گزر جائیں تو اپنے بھائی سے مل کر سلام کرلینا چاہئے، اگر اس نے سلام کا جواب دے دیا تو اجر وثواب میں دونوں شریک ہوگئے، اور اگر سلام کا جواب نہ دیا تو وہ گنہ گار ہوا، اور سلام کرنے والا قطع تعلق کے گناہ سے نکل گیا۔

(۵) حضرت ہشام بن عامرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لایَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ مُسْلِمًا فَوْقَ ثَلاثِ لَيَالٍ، فَإِنَّهُمَا نَاكِبَانِ عَنِ الْحَقِّ مَادَامَا عَلَى صِرَامِهِمَا، وَأَوَّلُهُمَا فَيْئًا يَكُونُ سَبْقُهُ بِالْفَيْئِ كَفَّارَةً لَهُ، وَإِنْ سَلَّمَ فَلَمْ يَقْبَلْ وَرَدَّ عَلَيْهِ سَلامَهُ رَدَّتْ عَلَيْهِ الْمَلائِكَةُ، وَرَدَّ عَلَى الآخَرِ الشَّيْطَانُ، فَإِنْ مَاتَا عَلَى صِرَامِهِمَا لَمْ يَدْخُلا الْجَنَّةَ جَمِيعًا أَبَدًا. (الترغیب والترهیب: الترهیب من التهاجر: ۳/۴۵۶)

کسی مسلمان کے لئے دوسرے مسلمان سے تین دن سے زیادہ ترک تعلق جائز نہیں ہے، جب تک وہ اس قطع تعلق پر قائم رہیں گے حق سے دور

رہیں گے، اور دونوں میں جو صلح کرنے میں پہل کرے گا، اس کی پہل اس کے قطع تعلق کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی، پھر اگر اس پہل کرنے والے نے سلام کیا مگر دوسرے نے سلام قبول نہ کیا، رد کر دیا تو سلام کرنے والے کو فرشتے جواب دیں گے، اور جواب نہ دینے والے کو شیطان جواب دے گا، اور اگر دونوں کو قطع تعلق کی حالت میں موت آجائے تو دونوں ہرگز جنت میں اکٹھے داخل نہیں ہوں گے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

وَإِنْ مَاتَا عَلَى صِرَامِهِمَا لَمْ يَدْخُلَا الْجَنَّةَ وَ لَمْ يَجْتَمِعَا فِي الْجَنَّةِ. (صحيح ابن حبان: ١٢/ ٤٨٠)

اور اگر دونوں اسی قطع تعلق کے حال میں مر گئے تو نہ جنت میں داخل ہوں گے اور نہ جنت میں اکٹھے ہوں گے۔

(٦) ایک حدیث میں وارد ہوا ہے:

لا يَحِلُّ أَنْ يَصْطَرِمَا فَوْقَ ثَلاثٍ، فَإِنِ اصْطَرَمَا فَوْقَ ثَلاثٍ لَمْ يَجْتَمِعَا فِي الْجَنَّةِ أَبَداً، وَأَيُّهُمَا بَدَأَ صَاحِبَهُ كُفِّرَتْ ذُنُوبُهُ، وَإِنْ هُوَ سَلَّمَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ وَ لَمْ يَقْبَلْ سَلَامَهُ رَدَّ عَلَيْهِ الْمَلَكُ، وَرَدَّ عَلَى ذٰلِكَ الشَّيْطَانُ. (الترغيب والترهيب: الترهيب من التهاجر: ٣/ ٤٥٦)

یہ جائز نہیں ہے کہ دو آدمی تین دن سے زیادہ قطع تعلق رکھیں، اگر تین دن سے زیادہ قطع تعلق رکھیں گے تو جنت میں اکٹھے نہیں ہو سکیں گے، دونوں میں سے جو اپنے ساتھی سے سلام میں پہل کرے گا اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، اگر ایک نے سلام کیا مگر دوسرے نے جواب نہیں دیا اور سلام قبول نہیں کیا، تو سلام کرنے والے کو فرشتہ جواب دے گا، اور جواب نہ

دینے والے کو شیطان جواب دے گا۔

(۷) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ یَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلاثٍ، فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلاثٍ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ. (ابوداؤد: الادب: باب فی من یھجر أخاہ المسلم: ٤٩١٤)

کسی مسلمان کے لئے اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک تعلق جائز نہیں ہے، جس نے تین دن سے زیادہ تعلق منقطع رکھا پھر اسی حال میں مرگیا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

(۸) حضرت عائشہؓ آپ ﷺ سے روایت کرتی ہیں:

لا یَكُونُ لِمُسْلِمٍ أَنْ یَهْجُرَ مُسْلِمًا فَوْقَ ثَلاثَةٍ، فَإِذَا لَقِیَهُ سَلَّمَ عَلَیْهِ ثَلاثَ مِرَارٍ، كُلَّ ذَلِكَ لا یَرُدُّ عَلَیْهِ فَقَدْ بَاءَ بِإِثْمِهِ. (ایضاً: ٤٩١٣)

کسی مسلمان کے لئے تین دن سے زیادہ کسی مسلمان سے قطع تعلق کی گنجائش نہیں ہے، جب بھی ملاقات ہو، اسے تین بار سلام کرے، اگر وہ ایک بار بھی جواب نہ دے، تو قطع تعلق کا سارا گناہ اُسی پر ہوگا۔

(۹) حضرت فضالہ بن عبیدؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

مَنْ هَجَرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلاثٍ فَهُوَ فِی النَّارِ إِلَّا أَنْ یَتَدَارَكَهُ اللّٰهُ بِرَحْمَتِهِ. (الترغیب والترھیب: الترھیب من التھاجر: ٣/٤٥٧)

جو اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق رکھے (اور اسی حال میں مرجائے) تو وہ جہنم میں جائے گا، مگر یہ کہ اللہ اپنی رحمت سے اس کی مدد فرمائیں (تو بچ سکتا ہے)۔

(۱۰) حضرت ابوخراش سلمیؓ نے آپ ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے:

مَنْ هَجَرَ أَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ كَسَفْكِ دَمِهِ. (ابوداؤد: الادب: باب في من يهجر: ٤٩١٥)

جو اپنے بھائی سے سال بھر قطع تعلق رکھے تو گویا اُس نے اس کا خون بہادیا (سال بھر قطع تعلق کا گناہ اور قتل ناحق کا گناہ قریب قریب ہے)۔

(۱۱) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آپ ﷺ سے نقل کرتے ہیں:

لَوْ أَنَّ رَجُلَيْنِ دَخَلا فِي الإِسْلامِ فَاهْتَجَرَا لَكَانَ أَحَدُهُمَا خَارِجًا مِنَ الإِسْلامِ حَتَّى يَرْجِعَ يَعْنِي الظَّالِمَ مِنْهُمَا. (الترغيب والترهيب: الترهيب من التهاجر: ٣/٤٥٨)

اگر دو آدمی حلقۂ اسلام میں داخل ہوں، پھر باہم قطع تعلق کریں، تو ان میں جو ظالم ہوگا وہ جب تک توبہ نہ کرلے، اسلام سے خارج رہے گا (مراد یہ ہے کہ اس کا اسلام ناقص و بے نور رہے گا)۔

(۱۲) حضرت ابوایوبؓ نے ایک روایت میں آپ ﷺ سے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں:

فَإِنْ تَكَلَّمَا وَإِلَّا أَعْرَضَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَنْهُمَا حَتّٰى يَتَكَلَّمَا. (ايضاً: ٣/٤٥٧)

باہم قطع تعلق کرنے والے اگر گفتگو شروع کردیں تو ٹھیک ہے، ورنہ جب تک گفتگو شروع نہیں کریں گے اللہ ان سے بے تعلق و ناراض رہے گا۔

(۱۳) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَلا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلاثَةِ أَيَّامٍ. (بخاري: الادب: باب ما ينهى عن التحاسد والتدابر: ٦٠٦٥)

کسی مسلمان کے لئے اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک تعلق

جائز نہیں ہے۔

(۱۴) حضرت ابوہریرہؓ نے آپ ﷺ سے نقل کیا ہے:

لَا هِجْرَةَ بَعْدَ ثَلَاثٍ. (مسلم: البر والصلة: باب تحريم الهجر فوق ثلاثة أيام: ٦٥٣٥)

تین دن کے بعد ترکِ تعلق جائز نہیں ہے۔

(۱۵) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا يَحِلُّ لِلْمُؤْمِنِ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ. (ایضاً: ٦٥٣٤)

مومن کے لئے اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق حلال نہیں ہے۔

(۱۶) حضرت مجاہدؒ سے مذکور ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ کا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جو بھاری پتھر اٹھا رہے تھے اور کھینچ رہے تھے، اور کہہ رہے تھے کہ یہ بڑا مشکل اور بہادری کا کام ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَشَدَّ مِنْ هَذَا؟ اَلَّذِي يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ فَيَغْلِبُ شَيْطَانَهُ فَيَأْتِيهِ فَيُكَلِّمُهُ. (مصنف ابن ابی شیبہ: الادب: مالا ینبغی من هجران الرجل أخاه: ١٣/٥٩: ٢٥٨٨٤)

کیا میں تم کو اس سے بھی زیادہ مشکل اور بہادری کا کام کرنے والے شخص کے بارے میں نہ بتاؤں؟ وہ آدمی جس کی اپنے بھائی سے لڑائی ہو، پھر وہ اپنے شیطان پر قابو پالے اور اپنے بھائی کے پاس آکر اس سے بات چیت کرلے اور ترکِ تعلق نہ ہونے دے۔

ان تمام روایات سے مشترکہ طور پر یہ باتیں معلوم ہوتی ہیں کہ:

(۱) کسی مسلمان سے بغیر شرعی عذر کے تین دن سے زیادہ قطع تعلق اور ترکِ سلام و کلام جائز نہیں ہے۔

(۲) سلام کا آغاز کرنے والا جواب دینے والے سے بہتر ہوتا ہے۔

(۳) سلام وکلام کا آغاز کرنے والا قطع تعلق کے گناہ سے بری ہو جاتا ہے اور اس کا یہ آغاز اس کے گناہ کا کفارہ بن جاتا ہے۔

(۴) سلام کرنے والے کو دوسرا جواب دے دے تو دونوں اجر میں شریک ہو جاتے ہیں۔

(۵) جواب نہ دینے والا اصل مجرم ہوتا ہے اور قطع تعلق کا سارا گناہ اور وبال اسی پر آتا ہے۔

(۶) جواب نہ دیا جائے تو سلام کرنے والے کو فرشتے جواب دیتے ہیں، اور جواب نہ دینے والا شیطان کے نرغے میں رہتا ہے۔

(۷) جواب نہ ملنے کی صورت میں سلام کرنے والے کو دوبارہ پھر سہ بارہ سلام کرنا چاہئے۔

(۸) باہم قطع تعلق رکھنے والے راہِ حق سے دور اور منحرف ہوتے ہیں۔

(۹) ان کا ایمان ناقص اور بے نور رہتا ہے جب تک وہ توبہ نہ کرلیں اور تعلق بحال نہ کرلیں۔

(۱۰) اگر بغیر توبہ کے ان کی موت آگئی تو وہ جنت سے محروم ہوں گے جب تک سزا نہ بھگت لیں۔

(۱۱) اسی حال میں مرنے کی صورت میں جہنم کی سزا ملنی یقینی ہے۔

(۱۲) اللہ کی خصوصی رحمت کے بغیر ایسے لوگ جہنم کی سزا سے نجات نہیں پا سکتے۔

(۱۳) ایک سال تک قطع تعلق کا گناہ قتل ناحق کے گناہ کے قریب ہے۔

(۱۴) سلام وکلام بند رکھنے والوں سے اللہ بے تعلق وناراض ہو جاتا ہے۔

(۱۵) ایسے لوگ اللہ کی نگاہِ رحمت سے محروم رہتے ہیں۔

(۱۶) قطع تعلق سے بچنے والا انتہائی مشکل اور بہادری کا کام انجام دینے والا ہوتا ہے۔

❑❑❑

ترک تعلق سلف کے اقوال وکردار کے آئینے میں

سلف امت کے اقوال میں باہم ترک تعلق کی شناعت اورخطرناکیوں کا خوب ذکرملتا ہے، نیز سلف نے اپنے کردار وعمل سے بھی امت کو یہ نمونہ دیا ہے کہ اپنے دلوں کو کیسے صاف رکھا جائے اور قطع تعلق کی جوشرعی حدود ہیں ان سے تجاوز نہ کیا جائے اوراس کے لئے اپنے نفس کے تقاضوں کی کوئی پروانہ کی جائے،سلف کے چند اقوال اور کچھ نمونے یہاں ذکر کئے جاتے ہیں:

(۱) سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

لَا یَتَهَاجَرُ الرَّجُلَانِ قَدْ دَخَلَا فِی الإِسْلَامِ إِلَّا خَرَجَ أَحَدُهُمَا مِنْهُ حَتَّی یَرْجِعَ إِلَی مَا خَرَجَ مِنْهُ، وَرُجُوعُهُ أَنْ یَأْتِیَهُ فَیُسَلِّمَ عَلَیْهِ. (الترغیب والترهیب: الترهیب من التهاجر: ۳/ ٤٥٨)

دائرۂ اسلام میں داخل دوافراد باہم ترک تعلق کرلیں،توان میں زیادتی کرنے والا اسلام سے خارج ہوجاتا ہے جب تک رجوع نہ کرے، اور رجوع سے مرادسلام وکلام کا آغاز ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ کے اس ارشاد میں ترک تعلق کی شناعت کا ذکرکرتے ہوئے دھمکی اورسختی کا انداز اختیارکیا گیا ہے،ترک تعلق کی صورت میں اسلام سے خارج ہونے کے معنیٰ یہ نہیں ہیں کہ ایسا شخص مسلمان ہی نہیں رہتا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ ایمان واسلام کے نوراورکمال کی دولت سے محروم ہوجاتا ہے،جب تک تعلق بحال نہ کرلےاورسلام وکلام کا آغاز نہ کرلے۔

(۲) حضرت علی مرتضیٰؓ کا قول ہے:

لا تقْطعْ أخاكَ عَلَى ارْتِيَابٍ، وَلا تهْجُرْهُ دُوْنَ اسْتِعْتَابٍ.

اپنے بھائی سے کسی شک کی بنیاد پر قطع تعلق مت کرو، اور اسے منائے بغیر اس سے الگ مت ہو جاؤ۔ (العقد الفرید:۲/۱۵۲)

(۳) حضرت سلمانؓ نے علامات قیامت میں یہ بھی ذکر کیا ہے:

يُوْشِكُ أَنْ يَتَوَاصَلَ النَّاسُ بِأَلْسِنَتِهِمْ وَيَتَقَاطَعُوْنَ بِقُلُوْبِهِمْ فَإِذَا فَعَلُوْا ذَلِكَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَى قُلُوْبِهِمْ وَ سَمْعِهِمْ وَ أَبْصَارِهِمْ.

قریب ہے کہ لوگ زبان سے تو تعلق ظاہر کریں گے مگر دل سے قطع تعلق رکھیں گے جب ایسا کریں گے تو اللہ ان کے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر مہر لگا دے گا۔ (جامع بیان العلم:۲/۱۱)

(۴) مشہور مفسر حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں:

اَلصَّارِمُ الظَّالِمُ مَوْقُوْفٌ عَمَلُهُ حَتَّى يَفِيْئَ. (مساوئ الأخلاق للخرائطی: ۱۹۸)

قطع تعلق کرنے والے ظالم کے اعمال کی قبولیت موقوف رہتی ہے، جب تک وہ صلح نہ کر لے۔

معلوم ہوا کہ قطع تعلق کرنے والا ظالم ہوتا ہے اور اس کے اعمال صالحہ اللہ کی بارگاہ میں اس وقت تک قبول نہیں ہوتے جب تک وہ صلح صفائی اور تعلقات کی بحالی اور استواری نہیں کر لیتا۔

(۵) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اس موضوع کی احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مَنْ أَعْرَضَ عَنْ أَخِيْهِ الْمُسْلِمِ وَامْتَنَعَ مِنْ مُكَالَمَتِهِ وَالسَّلامِ عَلَيْهِ أَثِمَ بِذَلِكَ، لِأَنَّ نَفْيَ الْحِلِّ يَسْتَلْزِمُ التَّحْرِيْمَ، وَمُرْتَكِبُ الْحَرَامِ آثِمٌ. (فتح الباری: ۱۰/۵۱۱)

جو اپنے مسلمان بھائی سے اعراض کرے اور اس سے سلام کلام بند کردے تو وہ اس کی وجہ سے گناہگار ہوگا، اس لئے کہ حلت کی نفی حرمت کو مستلزم ہوتی ہے، اور حرام کا مرتکب گناہگار ہوتا ہے۔

(۶) حضرت عائشہؓ کے واقعات میں مذکور ہے:

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بھانجے تھے، اور حضور انور ﷺ اور سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بعد ان کو سب سے زیادہ محبوب تھے، حضرت عبداللہؓ کو خداوند قدوس نے خوب نوازا تھا، اور سخاوت وفیاضی کا مظہر بنایا تھا، ان کا معمول یہ تھا کہ خالہ جان کی دل کھول کر خدمت کیا کرتے تھے، مگر ام المومنین کے جود وسخا کی تاب نہ لاسکے، چنانچہ ایک مرتبہ ان کی زبان سے یہ کلمہ نکل گیا کہ خالہ جان کا ہاتھ روکنا چاہئے، ام المومنین کو محبوب بھانجے کی بات کا علم ہوا تو نہایت غصہ ہوئیں، کہنے لگیں کہ اچھا وہ میرا ہاتھ روکے گا، اور قسم کھالی کہ اب کبھی اس سے بات نہ کروں گی، حضرت عبداللہؓ نے ان کو راضی کرنے کی انتھک کوشش کی مگر وہ راضی نہ ہوئیں، تو حضور انور ﷺ کے ننیہالی رشتہ داروں قبیلہ بنی زہرہ کے لوگوں کو سفارشی بنایا، ان لوگوں نے نہایت ہوشیاری کے ساتھ ان کو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں پہونچادیا، اور انتہائی لجاجت کے ساتھ ان کے قصور کی معافی کی درخواست کی، اور حضرت عبداللہؓ نے بھی نہایت گریہ وزاری کے ساتھ معافی مانگی تو انہیں معاف کیا اور قسم کے کفارہ میں چالیس غلام آزاد کئے۔ (امہات المؤمنین: ۳۳۰)

(۷) حضرت ابوالحسن مدائنیؒ سے مروی ہے کہ نواسۂ رسول حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے درمیان کچھ ناچاقی ہوگئی، گفتگو بند ہوگئی، جب تین دن پورے ہونے لگے تو حضرت حسنؓ اپنے بھائی حضرت حسینؓ کے پاس آئے اور ان کے سر کا بوسہ لیا، اور گفتگو شروع کردی، حضرت حسینؓ نے بڑے بھائی سے کہا:

إِنَّ الَّذِیْ مَنَعَنِیْ مِنْ إِبْتِدَائِکَ وَالْقِیَامِ إِلَیْکَ أَنَّکَ أَحَقُّ

بِالْفَضْلِ مِنِّیْ، فَکَرِهْتُ أَنْ أُنَازِعَکَ مَا أَنْتَ أَحَقُّ بِهِ.

مجھے آغاز گفتگو اور خود آپ کے پاس آنے سے اس بات نے روکا کہ آپ آغاز کی فضیلت پانے کے مجھ سے زیادہ حقدار ہیں، میں نے آپ کے بہ جائے یہ فضیلت خود حاصل کرنا ناپسند سمجھا، اور بہتر سمجھا کہ آپ آغاز کریں اور یہ فضیلت آپ کے حصے میں آئے۔ (مساوئ الأخلاق للخرائطی: ۲۰۰)

(۸) استاذنا حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوریؒ نے تحریر فرمایا ہے:

دو چچازاد بھائیوں میں یعنی حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کے درمیان جھگڑا ہوا اور بول چال بند ہوگئی، حقیقت میں دونوں کے نوکروں میں جھگڑا ہوا تھا جو آقاؤں تک پہنچ گیا، تیسرے دن حضرت عبداللہؓ نے حضرت حسینؓ کو پرچہ لکھا جس میں ان کے فضائل لکھے کہ آپ حضور ﷺ کے نواسے ہیں، آپ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں، آپ بڑے باپ کے بیٹے ہیں، اور آپ علم و فضل میں بڑھے ہوئے ہیں، پھر لکھا کہ ہمارے درمیان بول چال بند ہے اور حدیث میں ہے کہ تین دن سے زیادہ بول چال بند نہیں رہنی چاہئے، آج تیسرا دن ہے، میں آپ کو موقعہ دیتا ہوں: آپ آکر مجھ سے معافی مانگیں، میں معاف کردوں گا، اور ہماری بول چال شروع ہوجائے گی، کیونکہ معافی مانگنا بھی ایک فضیلت ہے، میں چاہتا ہوں کہ یہ فضیلت بھی آپ کو حاصل ہو، اور اگر آپ اس کے لئے تیار نہیں تو میں معافی مانگنے کے لئے آرہا ہوں، جب یہ پرچہ حضرت حسینؓ کو پہنچا تو فرمایا: میری چادر لاؤ، فوراً حضرت عبداللہ کے پاس گئے اور معافی مانگی اور دونوں کے دل صاف ہوگئے، اس واقعہ میں ان لوگوں کے لئے بڑا سبق ہے جن میں کوئی نزاع ہوجائے، اور بات چیت بند ہوجائے۔ (تحفۃ الالمعی: ۲۷۲/۵ الخ)

ترک تعلق کے بنیادی اسباب اور نمایاں نقصانات

اہل تعلق کے باہمی تعلقات خراب ہونے اور سلام وکلام کا سلسلہ منقطع ہونے کے اسباب بہت سے ہوتے ہیں، مگر ان میں نمایاں اسباب یہ پانچ ہیں:

(۱) عداوت اور بغض

(۲) حسد اور کینہ

(۳) تکبر اور انانیت

(۴) بدگمانی اور غلط فہمی

(۵) سنی سنائی باتوں پر مکمل اعتماد

باہمی قطع تعلق کے نقصانات بے انتہا ہوتے ہیں، ان میں بنیادی نقصانات یہ پانچ ہیں:

(۱) اللہ کی ناراضگی

(۲) اللہ کی رحمت ومغفرت میں تاخیر

(۳) باہم تفرقہ وانتشار

(۴) شیطانی مداخلت اور تلبیس کا دروازہ کھل جانا اور شیطان کو اپنا کھیل کھل کر کھیلنے کا موقع فراہم ہوجانا۔

(۵) نمازوں اور عبادتوں کا قبول نہ ہونا، احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جن افراد کی نمازیں قبولیت سے محروم رہتی ہیں ان میں وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جو باہم قطع تعلق رکھتے ہوں۔ (الترغیب والترہیب: الترہیب من التہاجر: ۳/۴۶۲)

❑❑❑

باب چہارم:

دوسروں کی تحقیر و اہانت

دوسروں کی تحقیر واہانت

اللہ رب العزت نے اپنے اہل ایمان بندوں اور بندیوں کو کرامتِ انسانی اور کرامتِ ایمانی دونوں اعزازات سے نوازا ہے اور بے حد عالی رتبہ بنایا ہے، پھر ہر مسلمان کو پابند کیا ہے کہ وہ دیگر تمام اہل ایمان کا انسانی اور ایمانی دونوں رشتوں کے لحاظ سے اکرام اور خیال کرے، اور کسی مرحلۂ زندگی میں ان کی تحقیر وتذلیل کا مرتکب نہ ہو، قرآن میں واضح فرمایا گیا ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِيْ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلاً. (الاسراء: ۷۰)

اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی ہے، اور انہیں خشکی اور سمندر دونوں میں سواریاں مہیا کی ہیں، اور ان کو پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا ہے، اور ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت عطا کی ہے۔

اسلام کا بنیادی امتیاز اور حضور اکرم ﷺ کا عظیم احسان ''احترامِ انسانیت'' کا وہ اصول ہے جو شریعت محمدی کی تعلیمات میں ہر مرحلے میں ملحوظ رکھا گیا ہے، ایک صاحب ایمان کا احترام اس کی انسانیت اور ایمان دونوں کی تکریم ہے جب کہ کسی مسلمان کی تحقیر اس کی انسانیت کی بھی توہین ہے اور ایمان کی بھی ناقدری ہے۔

❑❑❑

قرآنی ہدایات

(۱) سورۃ الحجرات کی گیارہویں آیت میں ایک ترتیب سے تین ہدایات دی گئی ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَومٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسَى أَن يَكُونُوا خَيْراً مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَى أَن يَكُنَّ خَيْراً مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الاِسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ. (الحجرات: ۱۱)

اے ایمان والو! نہ تو مرد دوسرے مرد کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ (جن کا مذاق اڑا رہے ہیں) خود ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ (جن کا مذاق اڑا رہی ہیں) خود ان سے بہتر ہوں، اور تم ایک دوسرے کو طعنہ نہ دیا کرو، اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارو، ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا بہت بری بات ہے، اور جو لوگ ان باتوں سے باز نہ آئیں، تو وہ ظالم لوگ ہیں۔

واضح رہے کہ مذاق اڑانا، استہزاء کرنا، طعنہ زنی، برے نام ولقب سے پکارنا دراصل دوسرے کی تحقیر اور تذلیل ہے، علامہ قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ کسی شخص کی تحقیر وتوہین کے لئے اس کے کسی عیوب کو اس طرح ذکر کرنا جس سے لوگ ہنسنے لگیں، استہزاء کہلاتا ہے، یہ زبان کے علاوہ ہاتھ پیر وغیرہ سے اس کی نقل اتارنے یا اشارہ کرنے سے بھی ہوتا ہے، اور یہ تمام صورتیں حرام ہیں۔ (تفسیر قرطبی: ۸/۳۲۴)

اسی طرح دوسروں میں عیب نکالنا، طعنہ زنی کرنا اور لعن طعن کرنا درحقیقت اہانت اور تذلیل ہے، اسی طرح برے نام ولقب سے پکارنا اور موسوم کرنا، یا جس گناہ سے انسان توبہ کر چکا ہے اسے اسی گناہ کی نسبت سے آواز دینا بھی اس کی توہین ہے، اور یہ سب شرعاً حرام اور ممنوع ہے۔

(۲) ارشاد قرآنی ہے:

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ. (الهمزة: ۱)

بڑی تباہی ہے، ہر اس شخص کے لئے جو غیبت کرنے والا عیب ٹٹولنے والا ہو۔

کسی کے غائبانے میں اس کا برا تذکرہ، اور کسی کی موجودگی میں اسے طعنہ دینا اور برا کہنا، دونوں حرام عمل ہیں، اور ان میں دوسروں کی توہین اور تذلیل کا جرم ہوتا ہے، اسی لئے ان پر تباہی اور جہنم کے بدترین عذاب کی وعید آئی ہے۔

(۳) قرآن میں ذکر آیا ہے کہ منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی نے اہل ایمان کو ”الأذل“ (ذلت والا) قرار دیا تھا اور انہیں مدینہ سے باہر نکال دینے کا عزم کیا تھا، قرآن نے اس کے جواب میں فرمایا:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ. (المنافقون:۸)

حالانکہ عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کو حاصل ہے، لیکن منافقین سمجھتے نہیں ہیں۔

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اہل ایمان کو ایمان ویقین کی نعمت ودولت کی وجہ سے کرامت وعزت حاصل ہوتی ہے، اور اس کو جو بھی چیلنج کرتا ہے انجام کار ذلیل ورسوا ہوتا ہے۔

(۴) اکرام مسلم کا مضمون بیان کرتے ہوئے قرآن نے ارشاد فرمایا ہے:

وَلَأَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ. (البقرة: ۲۲۱)

یقیناً ایک مؤمن باندی کسی بھی مشرک عورت سے بہتر ہے، خواہ وہ مشرک عورت تمہیں پسند آ رہی ہو۔

مزید فرمایا:

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ. (البقرة: ۲۲۱)

اور یقیناً ایک مؤمن غلام کسی بھی مشرک مرد سے بہتر ہے، خواہ وہ مشرک مرد تمہیں پسند آ رہا ہو۔

معلوم ہوا کہ کوئی مرد یا عورت سماجی، معاشرتی اور مالی پس منظر کے اعتبار سے چاہے جس مقام وحیثیت کے سمجھے جاتے ہوں، مگر ایمان ویقین کی نعمت انہیں ان تمام افراد کے بالمقابل عزت، کرامت اور برتری عطا کر دیتی ہے جو ایمان سے محروم ہوں خواہ وہ سماجی اور مالی لحاظ سے کتنے بلند پایہ کیوں نہ سمجھے جاتے ہوں۔

(۵) ارشاد ربانی ہے:

أَوَ مَنْ كَانَ مَيْتاً فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُوراً يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا كَذَلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ. (الانعام: ۱۲۲)

ذرا بتاؤ کہ جو شخص مردہ ہو، پھر ہم نے اسے زندگی دی ہو، اور اس کو ایک روشنی مہیا کر دی ہو، جس کے سہارے وہ لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہو، کیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کا حال یہ ہو کہ وہ اندھیروں میں گھرا ہوا ہو جن سے کبھی نہ نکل پائے؟ (کیا مسلمان اور کافر برابر ہو سکتے ہیں؟)

اس آیت میں مردہ سے مراد کفر کی حالت میں ہونا ہے اور زندہ کرنے کا مفہوم ایمان کی توفیق ملنا ہے، جس طرح مردہ انسان چیزوں کے حقائق کے ادراک سے محروم ہوتا ہے اور زندہ

انسان تمام اشیاء کو دیکھ اور سمجھ سکتا ہے، اسی طرح محرومِ ایمان شخص غیبی حقائق (خالق کے وجود، محاسبۂ آخرت، جنت وجہنم وغیرہ) کو سمجھنے سے عاجز رہتا ہے، جب کہ صاحب ایمان ان حقائق کو مانتا بھی ہے اور سمجھتا بھی ہے، آیت میں ایمان کو روشنی اور کفر کو تاریکی کے مجموعے سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

ایمان اور صاحب ایمان کو زندہ، نور اور منور سے تعبیر کئے جانے میں اس کی عظمت و کرامت کا واضح اعلان واظہار بھی ہے، اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اہل ایمان کی تحقیر کرنے والا بدترین مجرم ہوتا ہے۔

(٦) فرمایا گیا:

أَفَمَن كَانَ مُؤْمِناً كَمَنْ كَانَ فَاسِقاً لَّا يَسْتَوُونَ. (السجدة:١٨)

جو شخص مسلمان ہے، کیا وہ اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو نافرمان ہے؟ یہ برابر نہیں ہوسکتے۔

واضح کیا گیا ہے کہ صاحب ایمان اور فاسق ونافرمان دونوں کبھی برابر نہیں ہوسکتے، اس میں بھی اہل ایمان کی عظمت وکرامت کا مضمون بیان ہوگیا ہے۔

(٧) قرآن میں انصار مدینہ کے اس امتیازی وصف کا ذکر آیا ہے کہ وہ ایثار کے خوگر تھے، اور دوسروں کو خصوصاً مہاجرین کو اپنے اوپر ترجیح دیا کرتے تھے:

وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ. (الحشر:٩)

اور ان کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، چاہے ان پر تنگ دستی کی حالت گزر رہی ہو۔

غور کیا جائے تو اس ایثار کی پشت پر جو جذبات، عوامل اور محرکات کارفرما تھے ان میں اکرام مسلم بنیادی اور نمایاں ہے۔

(٨) سورۂ عبس ان قرآنی مقامات میں سے ہے جن میں اللہ نے حضور اکرم ﷺ کو

محبوبانہ عتاب فرمایا ہے۔

''آپ ﷺ کے پاس مشرکین کے کچھ سردار آئے ہوئے تھے، آپ نے یہ محسوس کیا کہ چونکہ یہ بااثر اور سردار لوگ ہیں، اگر ان کی اصلاح ہو جائے تو ان کے ذریعہ پوری قوم کی اصلاح کا راستہ کھل سکتا ہے، اس لئے آپ کے دل میں ان کو تبلیغ کرنے اور دعوت اسلام دینے کی زیادہ اہمیت پیدا ہوگئی، اس لئے آپ ان کی طرف زیادہ متوجہ ہوگئے، اسی دوران حضرت عبد اللہ بن ام مکتومؓ جو نابینا صحابی تھے، جنہیں حضور اکرم ﷺ نے مسجد نبوی میں مؤذن بھی مقرر فرمایا تھا، وہ حضور کی خدمت میں آگئے، اور حضور سے کوئی مسئلہ پوچھنے لگے، آنحضرت ﷺ نے محسوس کیا کہ یہ تو اپنے ہی آدمی ہیں، روزانہ ملاقات ہوتی ہے، اگر ان کو اس وقت مسئلہ نہ بتایا تو بعد میں بتادیں گے، اس لئے آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم ذرا سا ٹھہر جاؤ، اور مشرکین کے جو سردار تھے، ان کے ساتھ گفتگو میں مشغول رہے، تاکہ ان کو اسلام کی توفیق ہو جائے، اس لئے کہ اگر یہ مسلمان ہو جائیں گے تو پوری قوم کے مسلمان ہونے کا راستہ کھل جائے گا، بس اتنا ہی واقعہ پیش آیا، لیکن اللہ جل جلالہ نے اس پر بھی تنبیہ فرمائی، اور یہ آیات نازل ہوئیں:

عَبَسَ وَتَوَلَّى. أَنْ جَاءَهُ الْأَعْمَى. وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكَّى. أَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرَى. أَمَّا مَنِ اسْتَغْنَى. فَأَنْتَ لَهُ تَصَدَّى. وَمَا عَلَيْكَ أَلَّا يَزَّكَّى. وَأَمَّا مَنْ جَاءَكَ يَسْعَى. وَهُوَ يَخْشَى. فَأَنْتَ عَنْهُ تَلَهَّى. (عبس: ۱-۱۰)

(پیغمبر نے) منہ بنایا اور رخ پھیر لیا، اس لئے کہ ان کے پاس وہ نابینا آگیا تھا، اور (اے پیغمبر) تمہیں کیا خبر؟ شاید وہ سدھر جاتا، یہ وہ نصیحت قبول کرتا، اور نصیحت کرنا اسے فائدہ پہنچاتا، وہ شخص جو بے پروائی دکھا رہا تھا اس کے تو تم پیچھے پڑتے ہو، حالانکہ اگر وہ نہ سدھرے تو تم پر کوئی ذمہ داری نہیں آتی، اور جو محنت کر کے تمہارے پاس

آیا ہے، اور وہ دل میں اللہ کا خوف رکھتا ہے اس کی طرف سے تم بے پروائی برتتے ہو۔

یہ حضور نبی کریم ﷺ کو ایک محبوبانہ عتاب فرمایا گیا، ظاہر ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا ہرگز یہ منشا نہیں تھا کہ یہ کمزور آدمی ہے، اور وہ طاقتور ہیں، لہٰذا ان سے اعراض کریں، اور طاقتور کی طرف متوجہ ہو جائیں، بلکہ آپ کے ذہن میں یہ مصلحت تھی کہ یہ تو اپنا آدمی ہے، ان سے تو بعد میں بھی بات ہوسکتی ہے، اور یہ لوگ پتہ نہیں پھر دوبارہ آئیں یا نہ آئیں، لہٰذا ان کو حق کا کلمہ پہنچا دیا جائے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی گوارہ نہیں فرمایا، اور فرمایا کہ یہ شخص جو طلب لے کر آیا ہے وہ اس شخص پر مقدم ہے جو طلب کے بغیر بیٹھا ہے، اور استغناء کا اظہار کرتا ہے، اس کی طرف زیادہ متوجہ ہونے کی ضرورت نہیں، جو طلب لے کر آیا ہے اس کی طرف توجہ کریں۔

ان آیات میں اگرچہ حضور ﷺ کو خطاب ہے، لیکن آپ کے واسطے سے پوری امت کو یہ تاکید فرمائی گئی ہے کہ بظاہر معمولی حیثیت کے آدمی کو حقیقت میں معمولی مت سمجھو، کیا پتہ کہ اللہ تبارک وتعالی کے یہاں اس کا کیا درجہ ہے، لہٰذا اس کے ساتھ عزت واکرام سے پیش آؤ۔ (اسلام اور ہماری زندگی: ۴/ ۷۵-۷۷)

❑❑❑

احادیث نبویہ

احادیث نبویہ میں اہل ایمان کی عظمت، کرامت اور اکرام کا مضمون بار بار آیا ہے اور مختلف پیرایوں میں اہل ایمان کی تحقیر وتذلیل کی ہر صورت سے سختی سے منع فرمایا گیا ہے، ذیل میں اس موضوع کی چند احادیث پیش کی جاتی ہیں:

(۱) حضرت جابر بن سلیمؓ فرماتے ہیں کہ میں نے خدمت نبوی میں عرض کیا کہ مجھے نصیحت فرمادیجئے، یہ سن کر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا تَسُبَّنَّ أَحداً.

تم کبھی کسی کو گالی مت دینا۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:

فَمَا سَبَبْتُ بَعْدَهُ حُرًّا وَلا عَبْدًا وَلا بَعِيرًا وَلا شَاةً.

میں نے اس کے بعد نہ کسی آزاد کو گالی دی، نہ کسی غلام کو، نہ کسی اونٹ کو اور نہ کسی بکری کو۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

وَلا تَحْقِرَنَّ شَيْئًا مِنَ الْمَعْرُوفِ وَأَنْ تُكَلِّمَ أَخَاكَ وَأَنْتَ مُنْبَسِطٌ إِلَيْكَ وَجْهُهُ، إِنَّ ذٰلِكَ مِنَ الْمَعْرُوفِ.

نیکی کے کسی کام کو کبھی حقیر اور معمولی سمجھ کر مت چھوڑنا، اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے بات کرو، یہ بھی نیکی میں داخل ہے۔

(ابوداؤد: اللباس: باب ماجاء فی إسبال الازار: ۴۰۸۴)

گالی دینا تحقیر واہانت کا عمل ہے، اس سے سختی سے روکا گیا ہے، خندہ پیشانی سے ملنا اور بات کرنا اکرام کا تقاضا ہے، اس لئے اس کی تلقین کی گئی ہے۔

(۲) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ خواتین سے خطاب کر کے فرماتے تھے:

يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ! لا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا، وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةً. (مسلم: الزکاة: باب الحث علی الصدقة: ۲۳۷۹)

اے مسلمان خواتین! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کے ہدیے کو حقیر نہ سمجھے، اگرچہ وہ بکری کے کھر کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔

جب بہ ظاہر بہت معمولی اور کم تر نظر آنے والی چیز کے لین دین کو حقیر سمجھنے سے روکا جارہا ہے، تو اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ دوسروں کو ذاتی طور پر حقیر اور کم تر سمجھنے کی شناعت اور قباحت کتنی زیادہ ہوگی۔

(۳) حضرت سعید بن زیدؓ نے یہ ارشاد نبوی نقل کیا ہے:

إِنَّ مِنْ أَرْبَى الرِّبَا الإِسْتِطَالَةَ فِي عِرْضِ الْمُسْلِمِ بِغَيْرِ حَقٍّ. (ابو داؤد: الادب: باب فی الغیبة: ٤٨٧٦)

بلاشبہ سب سے بڑا سود کسی مسلمان کی آبرو پر ناحق حملہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے آپ ﷺ کی یہ حدیث ذکر کی ہے:

إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ إِسْتِطَالَةَ الْمَرْءِ فِي عِرْضِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقٍّ. (ایضاً: ٤٨٧٧)

سب سے بدتر گناہوں میں بلاشبہ کسی مسلمان کی عزت پر ناحق حملہ کرنا ہے۔

حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

وَأَرْبَى الرِّبَا إِسْتَطَالَةُ الرَّجُلِ فِي عِرْضِ أَخِيهِ. (المعجم الأوسط للطبرانی: ٧١٥١)

بدترین سود اپنے مسلمان بھائی کی آبروریزی ہے۔

معلوم ہوا کہ کسی بھی مسلمان کی عزت کو کسی بھی طرح نقصان پہنچانا خواہ غیبت کے ذریعے ہو یا طعنہ زنی یا تحقیر کے کسی اور انداز کے ذریعے حرام ہے، جس طرح سود میں دوسرے کا مال حرام طور پر لے کر اسے نقصان پہنچایا جاتا ہے اسی طرح کسی مسلمان کی آبروریزی اور تحقیر میں اس کی عزت وکرامت کو نقصان پہنچایا جاتا ہے، اور چونکہ مسلمان کی عزت وآبرو مال سے زیادہ محترم ہے، اسی لئے آبروریزی اور تحقیر کو بدترین سود بتایا گیا ہے۔

(۴) حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آپ ﷺ کے سامنے حضرت صفیہؓ کی پست قامتی کا ذکر اس انداز میں کر دیا جس سے تحقیر کا پہلو نکلتا تھا، اس پر آپ نے سخت تنبیہ فرمائی اور فرمایا:

لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَتْ بِمَاءِ الْبَحْرِ لَمَزَجَتْهُ. (ابوداؤد: الادب: باب في الغيبة: ٤٨٧٥)

تم نے ایسا جملہ کہا ہے کہ اگر اسے سمندر کے پانی میں ملا دیا جائے تو اسے بھی خراب کر دے۔

(۵) روایات میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ مدینہ کے یہود کے سب سے بڑے عالم سمجھے جاتے تھے، ہجرت کے بعد انہوں نے آپ ﷺ کے دستِ حق پرست پر قبول اسلام کر لیا، انہوں نے یہود کی مزاجی کیفیات سے آپ ﷺ کو باخبر کیا، پھر ان کے کہنے پر آپ ﷺ نے کچھ ذمہ دار یہودیوں کو اپنے پاس بلایا، حضرت عبداللہ بن سلامؓ گھر کے اندرونی حصے میں چلے گئے، ابھی تک یہودیوں کو ان کے حلقہ بہ گوش اسلام ہونے کا علم نہیں تھا، آپ ﷺ نے یہودیوں سے سوال کیا کہ تم میں عبداللہ بن سلام کیسے آدمی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا:

خَيْرُنَا وَ ابْنُ خَيْرِنَا وَأَفْضَلُنَا وَ ابْنُ أَفْضَلِنَا.

وہ ہم میں سب سے بہتر ہیں اور سب سے بہتر آدمی کے بیٹے ہیں اور ہم

میں سب سے افضل ہیں اور سب سے افضل آدمی کے بیٹے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو؟ یہودیوں نے بیک زبان کہا:

أَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ.

اللہ انہیں اس سے محفوظ رکھے۔

آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن سلامؓ کو آواز دی، وہ اندر سے باہر آئے اور علانیہ اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا، یہ سنتے ہی چند لمحے قبل ان کو سب سے بہتر اور افضل قرار دینے والے یہودی ان کی توہین، تحقیر اور تنقیص پر اتر آئے اور کہنے لگے:

شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا. (بخاری: المناقب: ۳۹۳۸)

تم ہم میں سب سے برے ہو اور سب سے برے آدمی کے بیٹے ہو۔

(٦) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

لا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ ذَرَّةٌ مِنْ كِبْرٍ.

جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

پھر آپ ﷺ نے تکبر کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:

اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ. (مسلم: الإيمان: باب تحريم الكبر وبيانه: ٢٦٥)

تکبر حق کے انکار اور انسانوں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔

ایک روایت میں الفاظ ہیں:

وَلَكِنَّ الْكِبْرَ مَنْ بَطَرَ الْحَقَّ وَازْدَرَى النَّاسَ. (الترغيب والترهيب: الترغيب في التواضع والترهيب من الكبر: ٣/٥٦٧، بحواله المستدرك للحاكم)

لیکن اصل متکبر وہ ہے جو حق کا انکار کردے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔

واضح کر دیا گیا کہ دوسروں کی تحقیر وتذلیل ہی دراصل وہ تکبر اور غرور ہے جو انسان کو تباہ وبرباد کر ڈالتا ہے۔

(۷) حضرت جندب بن عبداللہؓ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک آدمی نے قسم کھا کر کسی کے بارے میں کہا کہ خدا کی قسم! اللہ اس کی مغفرت نہیں فرمائے گا، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَتَأَلَّی عَلَیَّ أَنْ لا أَغْفِرَ لِفُلانٍ: إِنِّی قَدْ غَفَرْتُ لَهُ وَأَحْبَطْتُ عَمَلَکَ. (مسلم: البر والصلة: باب النهی عن تقنیط الإنسان من رحمة الله تعالیٰ: ۶۶۸۱)

کون ہے جو مجھ پر قسم کھا رہا ہے کہ میں فلاں کی مغفرت نہیں کروں گا، بے شک میں نے اس کی مغفرت کر دی اور تیرا عمل برباد کر دیا۔

اپنی عبادت پر گھمنڈ کرتے ہوئے دوسرے کے گناہوں کی وجہ سے اسے حقیر سمجھ کر یہ قسمیہ بیان دینا کہ اللہ اس کی مغفرت نہیں فرمائے گا، تکبر کا ایسا بول تھا جو اللہ کو ناپسند ہوا، پھر اللہ نے اپنی رحمت کی وسعت کے پیش نظر گنہ گار کی مغفرت فرما دی، اور تکبر وتحقیر کی سزا کے طور پر عبادت گذار کا سب کیا کرایا برباد کر دیا۔

اس سے یہ سبق ملا کہ اپنی نیکیوں پر غرور نہیں ہونا چاہئے، دوسروں کو حقیر نہیں سمجھنا چاہئے، اور کسی کو اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں کرنا چاہئے۔

(۸) حضرت ابوہریرہؓ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

اَلْمُسْلِمُ أَخُ الْمُسْلِمِ، لا یَظْلِمُهُ وَلا یَخْذُلُهُ، وَلا یَحْقِرُهُ، التَّقْوٰی هٰهُنَا، وَیُشِیْرُ إِلَی صَدْرِهِ ثَلاثَ مِرَارٍ، بِحَسْبِ امْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ یَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ، کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ: دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ. (مسلم: البر والصلة: باب تحریم ظلم المسلم وخذله واحتقاره الخ: ۶۵۴۱)

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، لہٰذا نہ مسلمان پر ظلم کرے، نہ بے یار و مددگار چھوڑے اور نہ حقیر سمجھے، آپ ﷺ نے اپنے دل کی طرف اشارہ کر کے تین بار فرمایا: تقوی یہاں ہے، آدمی کے برے ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے، ہر مسلمان کی جان، مال اور آبرو دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔

اس حدیث میں مسلمان کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ وہ دوسروں کو کبھی حقیر نہیں سمجھتا، آپ ﷺ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تقویٰ کا تعلق قلب سے ہوتا ہے، اس لئے کسی عارضی یا ظاہری چیز اور علامت دیکھ کر کسی کی تحقیر نہیں ہونی چاہیے، کیا پتہ اس کا دل تقویٰ سے لبریز ہو اور وہ عند اللہ عزت وکرامت کا حامل ہو، آپ ﷺ نے مسلمان کی تحقیر کرنے والے کو بدترین شر کا حامل قرار دے کر اس عمل کی سنگینی اور قباحت کو اجاگر فرما دیا ہے، اور بتا دیا ہے کہ ہر مسلمان کے لئے دوسرے مسلمان کی جان اور مال کے احترام کی طرح آبرو کا احترام بھی فرض ہے، اس لئے دوسرے کی آبرو پر حملہ اور اسے حقیر سمجھنا کسی بھی صورت روا نہیں ہے۔

(۹) حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ.

(بخاری: الإيمان: باب من الإيمان أن يحب لأخيه الخ: ۱۳)

تم میں سے کوئی مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے لئے الگ اور دوسروں کے لئے الگ پیمانہ نہیں ہونا چاہیے، پیمانہ ایک ہونا اور مساوات کا معاملہ کرنا ایمان کے معتبر ہونے کی دلیل ہے، اسی ذیل میں یہ بھی شامل ہے کہ جیسے اپنی عزت وکرامت کا تحفظ عزیز ہوتا ہے اور جیسے اپنی تحقیر واہانت

ناپسند ہوتی ہے ایسے ہی دوسروں کی عزت وکرامت کا تحفظ ہونا چاہئے اور دوسروں کی تحقیر وتذلیل سے مکمل اجتناب ہونا چاہئے، اس کے بغیر ایمان مقبول، مستند اور کامل نہیں ہو سکے گا۔

(۱۰) حضرت معرورؒ کا بیان ہے کہ مقام ربذہ میں میری ملاقات حضرت ابوذرؓ سے ہوئی، ان کا اور ان کے غلام کا لباس ایک جیسا تھا، میں نے دریافت کیا: ایسا کیوں ہے؟ انہوں نے فرمایا: ایک مرتبہ میں نے ایک شخص کو برا بھلا کہا اور اسے اس کی ماں کے حوالے سے عار دلائی اور طعنہ دے دیا، آپ ﷺ نے یہ واقعہ سنا تو فرمایا: اے ابوذر! کیا تم نے اسے ماں کے حوالے سے عار دلائی ہے، تم میں ابھی بھی جاہلانہ نخوت کا اثر باقی ہے، تمہارے ماتحت لوگ تمہارے بھائی ہیں ان کے ساتھ اچھا سلوک رکھو۔ (بخاری: الایمان: باب المعاصی من أمر الجاہلیۃ: ۳۰)

معلوم ہوا کہ عار دلانا اور طعنہ دینا تحقیر وتذلیل کی بدترین صورت ہے اور بہر حال قابل اجتناب ہے۔

(۱۱) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا سَمِعْتُمُ الرَّجُلَ يَقُوْلُ: هَلَكَ النَّاسُ فَهُوَ أَهْلَكُهُمْ.

(الترغيب والترهيب: الترهيب من احتقار المسلم الخ: ۳/۶۱۱)

جب تم کسی کو یہ کہتے ہوئے سنو کہ لوگ ہلاک و برباد ہو گئے ہیں، تو جان لو کہ ایسا کہنے والا ہی سب سے زیادہ برباد و ہلاک ہونے والا ہے۔

امام مالکؒ کے بقول اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جب کوئی شخص غرور و تکبر کی بنیاد پر دوسروں کی تحقیر وتذلیل کے جذبے سے یہ بات کہتا ہے تو وہ اپنی بربادی پر مہر لگا دیتا ہے۔ (ایضاً)

(۱۲) حضرت حسنؒ نے آپ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

إِنَّ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ بِالنَّاسِ يُفْتَحُ لِأَحَدِهِمْ فِي الْآخِرَةِ بَابٌ مِنَ الْجَنَّةِ، فَيُقَالُ لَهُ، هَلُمَّ، فَيَجِيْءُ بِكَرْبِهِ وَ غَمِّهِ، فَإِذَا جَاءَ أُغْلِقَ دُوْنَهُ، ثُمَّ يُفْتَحُ لَهُ بَابٌ آخَرُ، فَيُقَالُ لَهُ، هَلُمَّ هَلُمَّ، فَيَجِيْءُ بِكَرْبِهِ

وَ غَمِّهِ ، فَإِذَا جَاءَهُ أُغْلِقَ دُونَهُ، فَمَا يَزَالُ كَذَالِكَ حَتَّى إِنَّ أَحَدَهُمْ لَيُفْتَحُ لَهُ الْبَابُ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، فَيُقَالُ لَهُ هَلُمَّ، فَمَا يَأْتِيهِ مِنَ الْإِيَاسِ. (الترغيب و الترهيب:الترهيب من احتقار المسلم:۳/۶۱۱-۶۱۲)

لوگوں کو مذاق کا نشانہ بنانے والے کے ساتھ قیامت میں یہ معاملہ ہوگا کہ اس کے لئے جنت کا ایک دروازہ کھولا جائے گا اور آواز دی جائے گی: آؤ، وہ اپنے رنج وغم کے ساتھ آئے گا، قریب پہونچے گا تو دروازہ بند کردیا جائے گا، پھر جنت کا دوسرا دروازہ کھولا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا: آؤ، پھر وہ آئے گا، قریب پہونچے گا تو وہ دروازہ بھی بند کردیا جائے گا، اسی طرح ہوتا رہے گا، آخر میں پھر اس کے لئے جنت کا ایک دروازہ کھولا جائے گا اور اسے بلایا جائے گا، مگر وہ مایوسی کی وجہ سے نہیں آئے گا، ایسا سزا کے طور پر ہوگا۔

دوسرے کا مذاق اڑانا اس کی تذلیل وتحقیر بھی ہے، اسے اذیت پہنچانا اور نفسیاتی طور پر صدمہ دینا بھی ہے اور دوسروں کے سامنے اس کی تضحیک بھی ہے، اس لئے اسے بدترین جرم قرار دیا گیا ہے اور اس کے برے انجام ونتائج سے آگاہ کیا گیا ہے۔

(۱۳) حضرت ابوذر غفاریؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں مخاطب کرکے فرمایا:

أُنْظُرْ فَإِنَّكَ لَسْتَ بِخَيْرٍ مِنْ أَحْمَرَ وَلا أَسْوَدَ إِلَّا أَنْ تَفْضُلَهُ بِتَقْوَىً. (الترغيب والترهيب: الترهيب من احتقار المسلم الخ: ۳/۶۱۲)

دیکھو! تم اپنی ذات سے نہ کسی گورے سے بہتر ہو اور نہ کسی کالے سے، تم کو فضیلت صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہی مل سکتی ہے۔

اس طرح آپ ﷺ نے رنگ ونسل کی بنیاد پر کسی بھی تفریق وتحقیر کا دروازہ بند کردیا۔

(۱۴) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ہمیں خطبہ

دیتے ہوئے فرمایا:

یَا أَیُّهَا النَّاسُ! إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ، وَلَا لِأَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ، إِلَّا بِالتَّقْوَى، إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ. (ایضاً)

اے لوگو! بلاشبہ تمہارا رب بھی ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے، سنو! کسی عربی کو کسی عجمی پر، اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، اور کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے، برتری کا معیار صرف تقوی ہے، یقیناً اللہ کی نگاہ میں تم میں سب سے زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ تقوی والا ہے۔

یہ الفاظ واضح طور پر مساوات کا اعلان ہیں اور ان میں لونی ونسلی تمام بنیادوں پر باہم امتیاز اور ان کی وجہ سے کسی کی تحقیر واہانت پر سختی سے قدغن لگادی گئی ہے۔

(۱۵) حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ أَنْسَابَكُمْ هٰذِهِ لَيْسَتْ بِسِبَابٍ عَلَى أَحَدٍ، وَإِنَّمَا أَنْتُمْ وُلْدُ آدَمَ، طَفُّ الصَّاعِ، لَمْ تَمْلَؤُوْهُ، لَيْسَ لِأَحَدٍ فَضْلٌ عَلَى أَحَدٍ إِلَّا بِالدِّيْنِ، أَوْ عَمَلٍ صَالِحٍ. (ایضاً)

خاندان ونسب ایسی چیز نہیں ہیں جن کی وجہ سے کسی کو برا کہا جائے، اور عار دلائی جائے، تم سب آدم کی اولاد ہو، تمہاری مثال اس صاع (پیمانے) کی ہے جسے تم نے نہ بھرا ہو، (یعنی تم میں کوئی کامل نہیں ہے، ہر ایک میں کچھ نہ کچھ نقص اور کمی ضرور ہے) تم میں سے کسی کو کسی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے، ہاں دین یا نیک عمل کی وجہ سے آدمی دوسرے سے برتر ہوسکتا ہے۔

اس روایت سے بھی آشکارا ہوجاتا ہے کہ خاندانی اور نسبی بنیادوں پر دوسروں کو برا کہنا، عار دلانا، طعنہ دینا اور تحقیر کرنا کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔

(۱۶) حضرت ابوہریرہؓ نے یہ ارشاد نبوی نقل کیا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ أَذْهَبَ عَنكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَفَخْرَهَا بِالآبَاءِ، اَلنَّاسُ بَنُوْ آدَمَ، وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ، مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ، وَفَاجِرٌ شَقِيٌّ، لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ يَفْتَخِرُوْنَ بِرِجَالٍ إِنَّمَا هُمْ فَحْمٌ مِنْ فَحْمِ جَهَنَّمَ، أَوْ لَيَكُوْنُنَّ أَهْوَنَ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الْجُعْلَانِ الَّتِي تَدْفَعُ النَّتْنَ بِأَنْفِهَا. (ایضاً: ۳/ ۶۱۴)

بلاشبہ اللہ نے تم سے دور جاہلیت کی نخوت وتکبر اور آباء واجداد پر فخر کو کالعدم قرار دے دیا ہے، تمام انسان آدم کی اولاد ہیں، اور آدم کی تخلیق مٹی سے ہوئی تھی، دنیا میں بس دو طرح کے لوگ ہیں: (۱) پرہیزگار مؤمن (۲) بدنصیب مجرم، وہ لوگ اپنی حرکتوں سے ضرور باز آجائیں جو اپنے ان آباء واجداد پر فخر کرتے ہیں جو جہنم کا کوئلہ بنیں گے یا اللہ کی نگاہ میں اپنی ناک سے نجاست دھکیلنے والے کیڑوں سے زیادہ بدتر ہوں گے۔

واضح ہوا کہ ایمان اور تقویٰ ہی اصل معیار فضیلت ہے، خاندان ونسل یا کسی اور وجہ سے اپنے کو افضل اور دوسروں کو حقیر جاننا حرام ہے۔

(۱۷) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أَمَرَ اللّٰهُ مُنَادِيًا يُنَادِيْ: أَلَا إِنِّي جَعَلْتُ نَسَبًا، وَجَعَلْتُمْ نَسَبًا، فَجَعَلْتُ أَكْرَمَكُمْ أَتْقَاكُمْ، فَأَبَيْتُمْ إِلَّا أَنْ تَقُوْلُوْا: فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ خَيْرٌ مِنْ فُلَانِ ابْنِ فُلَانٍ، فَالْيَوْمَ أَرْفَعُ نَسَبِيْ، وَأَضَعُ نَسَبَكُمْ، أَيْنَ الْمُتَّقُوْنَ؟ (ایضاً: ۳/ ۶۱۳)

قیامت کے دن اللہ کے حکم سے ندا دی جائے گی: سنو! میں نے ایک معیار مقرر کیا، اور تم نے ایک معیار مقرر کیا، میرا معیار یہ ہے کہ تم میں وہی سب سے باعزت ہے جو سب سے زیادہ خداترس ہو، مگر تم نے اس کے بجائے حسب ونسب کو معیار بنایا اور کہا کہ فلاں ابن فلاں، فلاں ابن فلاں سے بہتر ہے، آج میرا معیار اصل ہوگا اور اسی بنیاد پر فیصلے ہوں گے، اور تمہارا معیار غلط قرار پائے گا، کہاں ہیں اللہ کے خداترس بندے؟ (آج انہیں کو عزت ملے گی)۔

اس حدیث نے صاف کردیا کہ خاندانی بنیاد پر کسی کو برتر اور کسی کو حقیر سمجھنے کا عمل بے انتہا مبغوض عمل ہے۔

(۱۸) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ: الطَّعْنُ فِي النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ. (مسلم: الإيمان: باب إطلاق اسم الكفر الخ: ٢٢٧)

لوگوں میں دو باتیں کفر کی ہیں: (۱) نسب میں طعنہ زنی (۲) مردے پر نوحہ خوانی۔

اس حدیث میں نسب وخاندان کی وجہ سے دوسروں کو طعنہ دینے اور حقیر سمجھنے کے عمل کو کفر تک پہنچانے والا طرز عمل قرار دے کر اس کی شناعت اور سنگینی کو اجاگر کیا گیا ہے۔

(۱۹) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ. (مسلم: الإيمان: باب بيان قول النبي: سباب المسلم الخ: ٢٢١)

مسلمان کو گالی دینا بدترین نافرمانی ہے، اور اس سے لڑائی کرنا کفر (تک پہنچانے والا عمل) ہے۔

گالی دینا اور لڑائی دونوں تحقیر واہانت پر مبنی کام ہیں، شریعت نے انہیں حرام قرار دے کر ان کی خطرناکی کی طرف متوجہ کیا ہے۔

(۲۰) حضرت عیاض بن حمادؓ آپ ﷺ سے نقل کرتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ أَوْحىٰ إِلَىَّ أَنْ تَوَاضَعُوْا، حَتَّى لا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ، وَلا يَبْغِي أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ. (الترغيب والترهيب: الترغيب فى التواضع: ۳/۵۵۸)

اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی کے ذریعہ حکم فرمایا ہے کہ تم تواضع اختیار کرو تاکہ کوئی کسی پر نہ بیجا فخر کرے اور نہ ظلم وزیادتی۔

اس حدیث میں تواضع کی تاکید کی گئی ہے اور بے جا فخر، ظلم اور تحقیر واہانت سے روک دیا گیا ہے۔

(۲۱) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ تَوَاضَعَ لِأَخِيهِ الْمُسْلِمِ رَفَعَهُ اللّٰهُ، وَمَنِ ارْتَفَعَ عَلَيْهِ وَضَعَهُ اللّٰهُ. (ایضاً: ۳/۵۶۱)

جو اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ تواضع کا معاملہ کرتا ہے اللہ اسے عظمت ورفعت سے سرفراز فرمادیتا ہے، اور جو مسلمان بھائی کو حقیر سمجھ کر اکڑتا اور بڑا بنتا ہے، اللہ اسے ذلت وخواری سے دوچار کردیتا ہے۔

اس حدیث میں تکبر اور تحقیر واہانت کے ہولناک انجام کا ذکر ہے کہ وہ انسان کے لئے ذلت ورسوائی کا باعث ثابت ہوتا ہے۔

(۲۲) حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے آپ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ كَبَّهُ اللّٰهُ لِوَجْهِهِ فِي النَّارِ. (ایضاً: ۳/۵۶۶)

جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا اللہ اس کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دے گا۔

معلوم ہوا کہ تکبر (جس کی حقیقت میں دوسروں کی تحقیر واہانت داخل ہے) انسان کو بدترین عذاب سے دوچار کرنے والی چیز ہے۔

(۲۳) حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خانۂ کعبہ پر نظر ڈالی اور تعجب سے لا الہ الا اللّٰہ پڑھا اور فرمایا:

مَا أَطْيَبَكِ وَأَطْيَبَ رِيحَكِ، وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكِ، وَالْمُؤْمِنُ أَعْظَمُ حُرْمَةً مِنكِ، إِنَّ اللّٰهَ تَعَالىٰ جَعَلَكِ حَرَامًا، وَحَرَّمَ مِنَ الْمُؤْمِنِ مَالَهُ وَدَمَهُ وَعِرْضَهُ، وَأَنْ نَظُنَّ بِهِ ظَنًّا سَيِّئاً.

(مجمع الزوائد: ۳/ ۶۳۰)

اے کعبہ! تو کس قدر پاکیزہ ہے، اور تیری خوشبو کتنی عمدہ ہے اور تیری عظمت کتنی زیادہ ہے، مگر مؤمن کی عظمت تجھ سے بھی بڑھی ہوئی ہے، اللہ نے تجھ کو قابل احترام بنایا ہے، اور مؤمن کے مال، جان اور آبرو کو بھی محترم بنایا ہے، اور یہ بھی حرام قرار دیا ہے کہ ہم مؤمن کے بارے میں ذرا بھی بدگمانی کریں۔

اس ارشاد نبوی سے مؤمن کی عظمت وتکریم بالکل نمایاں ہوتی ہے، اور مؤمن کی تحقیر و اہانت کا حرام ہونا بھی واضح ہوجاتا ہے۔

(۲۴) حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

رُبَّ أَشْعَثَ أَغْبَرَ ذِي طِمْرَيْنِ مُصَفَّحٍ عَنْ أَبْوَابِ النَّاسِ، لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ. (مجمع الزوائد: ۱۰/ ۴۶۶)

بہت سے پراگندہ بال، غبار آلود، پرانی چادروں میں ملبوس ایسے لوگ

جن کی خستہ حالی کی وجہ سے انہیں دروازوں سے ہٹادیا جاتا ہے، اللہ کے ہاں ایسے مقبول ہوتے ہیں کہ اگر وہ اللہ کے بھروسے پر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم ضرور پوری فرمادے۔

معلوم ہوا کہ کسی کی ظاہری خستہ حالی، غربت اور فقر کو دیکھ کر اسے حقیر و کم تر نہیں سمجھنا چاہیے، عین ممکن ہے کہ ایسے حال میں رہنے والے افراد اللہ کے مقرب اور مقبول بندوں میں سے ہوں۔

(۲۵) حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص آپ ﷺ کے سامنے سے گذرا، آپ نے اپنی مجلس میں موجود ایک صاحب سے دریافت کیا:

مَا رَأْيُكَ فِي هَذَا؟

اس شخص کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟

ان صاحب نے عرض کیا:

رَجُلٌ مِنْ أَشْرَافِ النَّاسِ، هَذَا وَاللّٰهِ حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ يُنْكَحَ، وَ إِنْ شَفَعَ أَنْ يُشَفَّعَ.

یہ معزز لوگوں میں سے ہے، یہ بخدا اس قابل ہے کہ اگر کہیں پیغام نکاح دے تو پیغام قبول کیا جائے، اور کسی کی سفارش کرے تو سفارش قبول کی جائے۔

یہ سن کر آپ ﷺ خاموش ہوگئے، کچھ دیر کے بعد ایک اور شخص وہاں سے گذرا، آپ نے انہیں صاحب سے پوچھا:

مَا رَأْيُكَ فِي هَذَا؟

اس شخص کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟۔

ان صاحب نے عرض کیا:

هَـذَا رَجُـلٌ مِـنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ، هَذَا حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ لا يُنْكَحَ، وَ إِنْ شَفَعَ أَنْ لا يُشَفَّعَ، وَ إِنْ قَالَ أَنْ لا يُسْمَعَ لِقَوْلِهِ.

اے اللہ کے رسول: یہ فقیر وغریب مسلمان ہے، یہ اس لائق سمجھا جاتا ہے کہ اگر کہیں نکاح کا پیغام دے تو پیغام قبول نہ کیا جائے، کسی کی سفارش کرے تو سفارش قبول نہ کی جائے، اگر کوئی بات کہے تو اس کی بات نہ سنی جائے۔

یہ سن کر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

هَذَا خَيْرٌ مِنْ مِلْئِ الْأَرْضِ مِثْلَ هَذَا.

پہلے شخص جیسوں سے پوری دنیا بھر جائے تو بھی یہ غریب شخص ان سب سے بہتر ہے۔ (بخاری: الرقاق: باب فضل الفقر: ۶۴۴۷)

اس واقعہ سے سمجھا جاسکتا ہے کہ کسی کی غربت اور بدحالی کی وجہ سے اسے حقیر، معمولی اور ناقابل اعتناء سمجھنا اسلامی تعلیمات اور انسانی اخلاق دونوں کے سراسر خلاف ہے۔

(۲۶) حضرت مصعب بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ ان کے والد حضرت سعدؓ کا گمان یہ تھا کہ دولت مندی، شجاعت اور جنگی کارناموں کی وجہ سے انہیں ان مسلمانوں پر برتری حاصل ہے جو اس لحاظ سے ان سے کم درجے کے ہیں، ظاہر ہے کہ اس گمان سے کم زور مسلمانوں کی تحقیر کا خطرہ ہوسکتا تھا، اس لئے آپ ﷺ نے اصلاح فرمادی اور ارشاد فرمایا:

هَـلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ. (بخاری: الجهاد: باب من استعان بالضعفاء الخ: ۲۸۹۶)

تمہارے کم زوروں کی وجہ سے ہی تمہاری مدد کی جاتی ہے اور انہیں کی برکت سے تمہیں رزق عطا کیا جاتا ہے۔

(۲۷) کم زور اور بے کس مسلمانوں کی وقعت دلوں میں بٹھانے کے لئے اور دیگر

اہل ایمان کو ان کی تحقیر واہانت سے محفوظ رکھنے کے لئے ایک موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کے ناقل حضرت ابوالدرداءؓ ہیں:

إِبْغُوْنِی الضُّعَفَاءَ فَإِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ وَتُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَاءِكُمْ.

(ابو داؤد: الجهاد: باب فی الانتصار الخ: ٢٥٩٤)

مجھے کم زوروں میں تلاش کیا کرو، اس لئے کہ تمہارے کم زوروں کی وجہ سے تم کو روزی دی جاتی ہے اور تمہاری مدد کی جاتی ہے۔

(۲۸) حضرت حارثہ بن مصعبؓ نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا:

أَلا أَدُلُّكُمْ عَلَى أَهْلِ الْجَنَّةِ؟ كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعِّفٍ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ، وَأَهْلُ النَّارِ كُلُّ جَوَّاظٍ عُتُلٍّ مُسْتَكْبِرٍ. (بخاری:

الايمان والنذور: باب قول الله تعالى: وأقسمو بالله الخ: ٦٦٥٧)

کیا میں تمہیں جنتی لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ہر وہ شخص جو کمزور ہو (معاملات اور سلوک میں سخت نہیں بلکہ متواضع اور نرم خو ہو) لوگ بھی اسے کم زور سمجھتے ہوں (اور حقیر سمجھ کر دباتے ہوں) مگر اللہ سے اس کا تعلق ایسا ہو کہ اگر وہ کسی بات پر اللہ کی قسم کھالے تو اللہ اس کی لاج رکھ کر وہ بات ضرور پوری فرمادے، اور جہنمی ہر وہ شخص ہے جو مال جمع کر کے رکھنے والا بخیل، سخت مزاج، مغرور ومتکبر ہو۔

اس حدیث سے ایک طرف یہ معلوم ہو رہا ہے کہ دوسروں کے ساتھ تحقیر وتکبر کا معاملہ کرنے والا جہنمی ہے، دوسری طرف یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جس صاحب ایمان کو حقیر سمجھ کر دبایا جاتا ہے وہ اللہ کی جنت ورحمت کے حق داروں میں ہوتا ہے۔

(۲۹) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے جہنم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

أَهْلُ النَّارِ كُلُّ جَعْظَرِيٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ جَمَّاعٍ مَنَّاعٍ، وَأَهْلُ الْجَنَّةِ الضُّعَفَاءُ الْمَغْلُوبُوْنَ. (مجمع الزوائد: ۱۰/ ۷۲۱)

اہل جہنم میں ہر وہ شخص شامل ہے جو سخت طبیعت، حرام خور، اترا کر چلنے والا، متکبر، مال و دولت جمع کر کے اسے روکے رکھنے والا بخیل ہو، اور جنتی وہ لوگ ہیں جو کمزور ہوں اور انہیں دبایا (حقیر سمجھا) جاتا ہو۔

(۳۰) حضرت ثوبانؓ نے آپ ﷺ سے نقل کیا ہے:

إِنَّ مِنْ أُمَّتِي مَنْ لَوْ جَاءَ أَحَدَكُمْ يَسْأَلُهُ دِيْنَاراً لَمْ يُعْطِهِ، وَلَوْ سَأَلَهُ دِرْهَماً لَمْ يُعْطِهِ، وَلَوْ سَأَلَهُ فِلْسًا لَمْ يُعْطِهِ، وَلَوْ سَأَلَ اللّٰهَ الْجَنَّةَ أَعْطَاهُ إِيَّاهَا، ذِيْ طِمْرَيْنِ، لا يُؤْبَهُ لَهُ، لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ. (ایضاً: ۱۰/٤٦٦)

میری امت میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ ان میں سے کوئی اگر تم میں سے کسی کے پاس آکر ایک دینار مانگے تو آدمی اسے حقیر سمجھ کر نہ دے، بلکہ اگر ایک درہم مانگے تو بھی نہ دے، حد یہ ہے کہ اگر ایک پیسہ مانگے تو بھی نہ دے، مگر اللہ کے ہاں اس کا مقام یہ ہے کہ اگر وہ اللہ سے جنت مانگ لے تو اللہ اسے جنت عطا فرمادے، وہ ایسا رہتا ہے کہ اس کے بدن پر صرف دو پرانی چادریں ہوتی ہیں، اس کی مطلق پروا نہیں کی جاتی، مگر وہ اللہ کے بھروسے پر اگر قسم کھا بیٹھے تو اللہ ضرور اس کی قسم پوری فرمادیں گے۔

(۳۱) حضرت ثوبانؓ ہی سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ حَوْضِي مَا بَيْنَ عَدَنَ إِلَى عَمَّانَ، أَكْوَابُهُ عَدَدُ النُّجُوْمِ، مَاؤُهُ أَشَدُّ بَيَاضاً مِنَ الثَّلْجِ، وَأَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ، أَوَّلُ مَنْ يَرِدُهُ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِيْنَ، قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: صِفْهُمْ لَنَا، قَالَ: شُعْثُ

الرُّؤُوسِ، دُنُسُ الثِّيَابِ، الَّذِينَ لا يَنْكِحُونَ الْمُتَنَعِّمَاتِ، وَلا تُفَتَّحُ لَهُمُ السُّدَدُ، الَّذِيْنَ يُعْطُونَ مَا عَلَيْهِمْ، وَلا يُعْطَونَ مَا لَهُمْ. (مجمع الزوائد: ۱۰/ ٤٥٧)

میرے حوض کی جگہ عدن سے عمان تک کی مسافت کے برابر ہے، اس کے پیالے آسمان کے تاروں کی طرح بے شمار ہیں، اس کا پانی برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے، اس حوض پر سب سے پہلے فقراء مہاجرین آئیں گے، ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمیں بتائیے کہ وہ لوگ کیسے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: بکھرے بالوں والے، میلے کپڑوں والے، جو ناز ونعمت میں رہنے والی عورتوں سے نکاح نہیں کر سکتے، جن کے لئے دروازے نہیں کھولے جاتے (جن کو حقیر سمجھا جاتا ہے اور قابلِ استقبال نہیں سمجھا جاتا) جو اپنے ذمے کے تمام حقوق ادا کرتے ہیں جب کہ ان کے حقوق ادا نہیں کئے جاتے۔

(۳۲) حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے وصیت فرمائی:

أُوصِي الْخَلِيفَةَ مِنْ بَعْدِي بِتَقْوَى اللّٰهِ، وَأُوصِيهِ بِجَمَاعَةِ الْمُسْلِمِينَ أَنْ يُعَظِّمَ كَبِيرَهُمْ وَيَرْحَمَ صَغِيرَهُمْ وَيُوَقِّرَ عَالِمَهُمْ وَأَنْ لا يَضْرِبَهِمْ فَيُذِلَّهُمْ، وَلا يُوحِشَهُمْ فَيُكَفِّرَهُمْ، وَأَنْ لا يُغْلِقَ بَابَهُ دُونَهُمْ فَيَأْكُلَ قَوِيُّهُمْ ضَعِيفَهُمْ. (السنن الكبرى: كتاب قتال أهل البغي: باب ما على السلطان الخ: ۸/۳۹٦: ١٦٦٤٤)

میں اپنے بعد والے خلیفہ کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، اور اسے مسلمانوں کی جماعت کے بارے میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کے بڑوں کی تعظیم کرے (تحقیر نہ کرے) ان کے چھوٹوں پر رحم کرے، ان

کے علماء کی عزت وقدر کرے (ناقدری نہ کرے) ان کو ایسا نہ مارے کہ ان کو ذلیل کردے، ان کو ایسا نہ ڈرائے کہ ان کو کافر بنادے، اور اپنا دروازہ ان کی فریاد کے لئے بند نہ کرلے کہ اس کی وجہ سے طاقتور کمزور کو کھا جائے (ظلم عام ہوجائے)۔

(۳۳) حضرت عبداللہ بن عمرؓ آپ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں:

لا تُؤْذُوا الْمُسْلِمِيْنَ وَلا تُعَيِّرُوْهُمْ وَلا تَطْلُبُوْا عَثَرَاتِهِمْ.

(صحيح ابن حبان: ۱۳/۷۵)

مسلمانوں کو ستایا مت کرو، انہیں عار مت دلاؤ اور ان کی لغزشیں مت تلاش کیا کرو۔

ایذا رسانی، عار دلانے اور لغزشیں اور کمیاں تلاش کرنے تینوں میں تحقیر وتوہین کا جذبہ مخفی ہوتا ہے، اسی لئے ان سے سختی سے روکا جارہا ہے۔

(۳۴) حضرت ابوالدرداءؓ نے آپ ﷺ سے روایت کی ہے:

مَنْ ذَكَرَ امْرَءً بِشَيْءٍ لَيْسَ فِيْهِ لِيَعِيْبَهُ بِهِ حَبَسَهُ اللّٰهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ حَتَّى يَأْتِيَ بِنَفَاذِ مَا قَالَ فِيْهِ. (مجمع الزوائد: ۴/۳۶۳)

جو شخص کسی کو بدنام کرنے (تحقیر واہانت) کے لئے اس میں ایسی برائی بیان کرے جو اس میں نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے دوزخ کی آگ میں قید کردے گا جب تک وہ اپنی بات ثابت نہ کردے (اور وہ کبھی ثابت نہ کرسکے گا)۔

(۳۵) حضرت ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ منبر پر چڑھے اور بلند آواز سے فرمایا:

يَا مَعْشَرَ مَنْ أَسْلَمَ بِلِسَانِهِ، وَلَمْ يُفْضِ الإِيْمَانُ إِلَى قَلْبِهِ! لا تُؤْذُوا الْمُسْلِمِيْنَ، وَلا تُعَيِّرُوْهُمْ، وَلا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ، فَإِنَّهُ مَنْ

تَتَبَّعَ عَوْرَةَ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ تَتَبَّعَ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ تَتَبَّعَ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ وَلَوْ فِي جَوْفِ رَحْلِهِ.

اے وہ لوگوں جو صرف زبان سے مسلمان ہوئے ہو اور دلوں تک ایمان نہیں پہنچا! مسلمانوں کو مت ستاؤ، اور ان کو عار مت دلاؤ، اور ان کے عیوب مت ڈھونڈو، کیونکہ جو شخص کسی مسلمان بھائی کا عیب ڈھونڈتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا عیب ڈھونڈتے ہیں، اور جس کا عیب اللہ تعالیٰ ڈھونڈتے ہیں اسے اس کے گھر میں رسوا کردیتے ہیں۔

حضرت نافع کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے ایک دن کعبہ شریف پر نظر ڈالی اور فرمایا:

مَا أَعْظَمَكِ، وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكِ، وَالْمُؤْمِنُ أَعْظَمُ حُرْمَةً عِنْدَ اللّٰهِ مِنْكِ.

تیرا مرتبہ کس قدر بڑا ہے، اور تیرا احترام کس قدر زیادہ ہے، مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک مؤمن کا احترام تجھ سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ (ترمذی: البر والصلۃ: باب ماجاء فی تعظیم المؤمن: ۲۰۳۰)

(۳۶) حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ ایک خاتون کبھی کبھار مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتی تھیں، وہ سیاہ فام تھیں، کئی دنوں تک وہ آپ ﷺ کو نظر نہیں آئیں تو آپ نے صحابہ سے ان کے بارے میں دریافت کیا، صحابہ نے بتایا کہ ان کا تو انتقال ہوگیا، آپ ﷺ نے فرمایا:

أَفَلَا كُنْتُمْ آذَنْتُمُونِي؟

تم نے مجھے ان کے انتقال کے بارے میں کیوں نہیں بتایا؟

صحابہ نے اس کے جواب میں زبان سے تو کچھ نہ کہا، مگر انداز ایسا اختیار کیا جس سے یہ بتانا مقصود تھا کہ وہ تو معمولی درجے کی خاتون تھیں، ان کے انتقال کی خبر ایسی ضروری اور اہم نہ تھی جو آپ کو بتائی جاتی، مگر آپ ﷺ نے ان خاتون کی عظمت کے اظہار کے لئے صحابہ سے

فرمایا کہ مجھے ان کی قبر کا پتہ بتاؤ، پھر آپ صحابہ کے ساتھ ان کی قبر پر تشریف لے گئے اور وہاں جا کر دعا بھی کی اور نماز جنازہ بھی ادا کی، پھر فرمایا:

إِنَّ هَـذِهِ الْقُبُـورَ مَـمْـلُـوَّةٌ ظُلْمَةً عَلَى أَهْـلِهَا، وَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلاتِیْ عَلَيْهِمْ. (مسلم: الجنائز: باب الصلاة علی القبر: ۲۲۱۵)

یہ قبریں اپنے مکینوں کے لئے ظلمت سے بھری ہوتی ہیں، اور اللہ میری نماز کی برکت سے ان قبروں میں نور پیدا کر دیتے ہیں۔

واضح رہے کہ قبر پر نماز جنازہ آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے تھی، اور آپ نے یہ عمل اس بات پر تنبیہ کرنے کے لئے انجام دیا کہ کسی بھی صاحب ایمان کو حقیر نہ سمجھا جائے، بہت ممکن ہے کہ جسے معمولی سمجھا جا رہا ہو وہ اللہ و رسول کی نگاہ میں بہت بلند مرتبہ ہو۔

(۳۷) حضرت سہیل بن حنیفؓ اور حضرت قیس بن سعدؓ قادسیہ میں بیٹھے ہوئے تھے، ایک جنازہ گذرا تو یہ دونوں اس کے احترام میں کھڑے ہو گئے، بتایا گیا کہ یہ تو غیر مسلم کا جنازہ ہے، ان دونوں نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس سے ایک یہودی کا جنازہ گذرا تھا، آپ کھڑے ہو گئے تھے، آپ سے عرض کیا گیا تھا: یہ یہودی کا جنازہ ہے، آپ نے یہ سن کر فرمایا:

أَلَيْسَتْ نَفْساً؟ (بخاری: الجنائز: باب من قام لجنازة یهودی: ۱۳۱۲)

کیا یہ انسان نہیں تھا؟

یعنی اس کے انسان ہونے کے احترام میں آپ کھڑے ہوئے، غور کیا جائے: جب غیر مسلم کے جنازے کو دیکھ کر کھڑے ہونے کا ذکر ہے تو مسلمان کے جنازہ کے احترام کو ملحوظ رکھنا کس قدر ضروری ہوگا۔

(۳۸) حضرت ابوامامہؓ نے آپ ﷺ سے نقل کیا ہے:

إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِاللّٰهِ مَنْ بَدَأَهُمْ بِالسَّلامِ. (ابوداؤد: الادب: باب فی فضل من بدأ بالسلام: ۵۱۹۷)

بلاشبہ تمام انسانوں میں اللہ کے قرب کا سب سے زیادہ مستحق وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔

ایک حدیث میں الفاظ ہیں:

اَلْبَادِئُ بِالسَّلامِ بَرِیْءٌ مِنَ الْكِبْرِ. (شعب الإيمان للبيهقي: باب في مقاربة أهل الدين وموادتهم وافشاء السلام بينهم: ٦/٤٣٣)

سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے بری ہے۔

سلام میں پہل کرنا سنت ہے اور جواب دینا واجب ہے، سنت ہونے کے باوجود پہل کرنے کا اجر جواب دینے کے مقابلے میں اس لئے زیادہ ہے کہ یہ دوسرے کا اکرام ہے اور اس میں تکبر سے حفاظت ہے، جواب کو واجب اس لئے رکھا گیا ہے کہ جواب نہ دینا انسان کے تکبر کی علامت اور مخاطب کی تحقیر کا عمل ہے، اور تکبر و تحقیر کبیرہ اور مہلک گناہ ہیں، جواب دینے کی صورت میں ان گناہوں سے حفاظت ہوتی ہے اس لئے اسے ضروری قرار دیا گیا ہے۔

سلف کے فرمودات اور کردار کی روشنی

سلف امت کے فرمودات اور اقوال میں اکرام مسلم کی اہمیت اور تحقیر مسلم کی شناعت کے حوالے سے متعدد رہ نمائیاں ملتی ہیں، ذیل میں چند اقوال ذکر کئے جاتے ہیں:

(۱) حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں:

لا يَحْقِرَنَّ أَحَدٌ أَحَداً مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، فَإِنَّ صَغِيْرَ الْمُسْلِمِيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ كَبِيْرٌ. (مواعظ الصحابة: صالح احمد الشامی: ٥٤)

کوئی مسلمان ہرگز کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھے، کیونکہ چھوٹا (اور حقیر سمجھا جانے والا) مسلمان اللہ کی نگاہ میں بڑا (اور بلند مرتبہ ہوسکتا) ہے۔

(۲) منقول ہے کہ کسی موقع پر حضرت ابوموسیٰؓ نے اپنے پاس آنے والے ایک گروہ میں عرب حضرات کو عطیے دیئے اور عجمی افراد کو چھوڑ دیا، یہ سن کر حضرت عمرؓ نے ان کے پاس لکھا کہ تم نے تمام آنے والوں میں برابری کیوں نہیں رکھی؟ آدمی کی شرارت کے لئے یہ بات کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ (حیاۃ الصحابۃ: ۲/ ۴۷۷ بحوالہ کنز العمال)

(۳) حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے مواعظ میں ہے کہ حضرت خضر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وصیت فرمائی تھی کہ: کسی گنہ گار کو اس کے گناہ پر کبھی عار مت دلاؤ اور اسے حقیر مت سمجھو۔ (کشکول: ۹۸)

(۴) حضرت امام احمدؒ نے طلبہ کو نصیحت فرمائی کہ طالب علم اس وقت تک عقل مند نہیں کہلاسکتا جب تک اپنے آپ کو تمام مسلمانوں سے کم تر نہ سمجھے۔ (ایضاً)

معلوم ہوا کہ دوسروں کی تحقیر کی کسی بھی حال میں گنجائش نہیں ہے۔

(۵) حضرت ابوحازمؒ کا قول ہے:

لا تَکُوْنُ عَالِماً حَتّٰی یَکُوْنَ فِیْکَ ثَلاثُ خِصَالٍ: لا تَبْغِ عَلٰی مَنْ فَوْقَکَ، وَلا تَحْتَقِرُ مَنْ دُوْنَکَ، وَلا تُؤْثِرُ عَلٰی عَمَلِکَ دُنْیاً. (سنن الدارمی: ۱/ ۱۰۰، نضرة النعیم: ۹/ ۴۱۳۸)

تم اس وقت تک عالم نہیں بن سکتے جب تک تم میں تین خصلتیں نہ پیدا ہو جائیں: (۱) جو لوگ تم سے بڑے اور برتر ہیں ان پر ظلم مت کرو، (۲) اپنے سے چھوٹوں کو حقیر مت سمجھو، (۳) اپنے علم پر دنیا کو ترجیح مت دو۔

(۶) امام ابن کثیرؒ نے آیت قرآنی "یَاأَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا لا یَسْخَرْ قَوْمٌ الخ" کی تفسیر میں لکھا ہے:

یَنْھٰی تَعَالیٰ عَنِ السُّخْرِیَّةِ بِالنَّاسِ وَاحْتِقَارِھِمْ وَالإِسْتِھْزَاءِ بِھِمْ کَمَا ثَبَتَ فِی الصَّحِیْحِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: الْکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَ غَمْطُ النَّاسِ، وَالْمُرَادُ مِنْ ذٰلِکَ إِحْتِقَارُھُمْ وَاسْتِصْغَارُھُمْ وَھٰذَا حَرَامٌ، فَإِنَّہُ قَدْ یَکُوْنُ الْمُحْتَقَرُ أَعْظَمَ قَدْراً عِنْدَ اللّٰہِ تَعَالیٰ وَأَحَبَّ إِلَیْہِ مِنَ السَّاخِرِ مِنْہُ الْمُحْتَقِرِ لَہُ وَلِھٰذَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ: ھَمَّازٍ مَشَّاءٍ بِنَمِیْمٍ، أَیْ أَنَّہُ یَحْتَقِرُ النَّاسَ وَ یَھْمِزُھُمْ طَاغِیًا عَلَیْھِمْ وَیَمْشِیْ بَیْنَھُمْ بِالنَّمِیْمَةِ. (تفسیر ابن کثیر: ۴/ ۲۱۲، نضرة النعیم: ۹/ ۴۱۳۸)

اللہ تبارک وتعالیٰ لوگوں کا تمسخر کرنے، انہیں حقیر سمجھنے اور ان کا مذاق اڑانے سے منع فرماتے ہیں، جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے صحیح روایت

میں ثابت ہے کہ تکبر نام ہے حق کے انکار اور لوگوں کے حقیر سمجھنے کا، اس آیت کا مفہوم ہے کہ لوگوں کو حقیر اور کمتر سمجھنا حرام ہے کیونکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس کو حقیر سمجھا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں حقیر سمجھنے والے اور مذاق اڑانے والے کے مقابلے میں کہیں زیادہ بلند مرتبہ اور محبوب ہوتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے برے اوصاف کے حاملین کا تذکرہ کرتے ہوئے اس شخص کا تذکرہ کیا ہے جو طعنے دینے کا عادی ہو اور چغلیاں لگاتا پھرے اور اس طرح تکبر اور سرکشی کرتا ہوا لوگوں کو حقیر سمجھتا ہو۔

(۷) علامہ سفارینیؒ فرماتے ہیں:

إِنَّ كُلَّ مَنِ افْتَخَرَ عَلَى إِخْوَانِهِ وَ احْتَقَرَ أَحداً مِنْ أَقْرَانِهِ وَ أَخْدَانِهِ أَوْ سَخِرَ أَوِ اسْتَهْزَأَ بِأَحَدٍ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَقَدْ بَاءَ بِالْإِثْمِ وَالْوِزْرِ الْمُبِيْنِ. (غذاء الالباب:١٣٤)

بلاشبہ ہر وہ شخص جو اپنے بھائیوں پر فخر کرے اور اپنے ہم عصروں اور دوستوں میں سے کسی کو حقیر سمجھے یا کسی صاحب ایمان کے ساتھ تمسخر کرے یا مذاق اڑائے وہ بہت سنگین اور کھلا ہوا گناہ کرنے والا مجرم ہوتا ہے۔

(۸) علامہ ابن حجر ہیثمیؒ کا قول ہے:

لا تَحْتَقِرْ غَيْرَكَ عَسَىٰ أَنْ يَكُوْنَ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْراً مِنْكَ وَأَفْضَلَ وَأَقْرَبَ. (الزواجر:٢/٨)

دوسرے کو ہرگز حقیر مت سمجھو، ممکن ہے کہ وہ اللہ کی نگاہ میں تم سے کہیں زیادہ بہتر، افضل اور مقرب ہو۔

(۹) حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے ملفوظات میں مذکور ہے:

’’میں اپنے آپ کو ہر مسلمان سے فی الحال اور ہر کافر سے فی المآل والاحتمال کم تر سمجھتا ہوں۔‘‘ (اسلام اور ہماری زندگی:۴/ ۸۷)

احتمال کا مطلب یہ ہے کہ اگر چہ وہ (کافر) اس وقت کفر کے اندر مبتلا ہے، لیکن کیا پتہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو توبہ کی توفیق عطا فرمادے اور وہ کفر کی مصیبت سے نکل جائے اور پھر اللہ تعالیٰ اس کے درجات اتنے بلند کرے کہ وہ مجھ سے بھی آگے بڑھ جائے اور جو شخص مسلمان ہے صاحب ایمان ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو ایمان کی دولت عطا فرمائی ہے، کیا پتہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے کیا معاملات ہیں، کیونکہ ہر انسان کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختلف معاملات ہوتے ہیں، کسی کے بارے میں ہم کیا رائے ظاہر کریں کہ وہ ایسا ہے، اس لئے میں ہر مسلمان کو اپنے سے افضل سمجھتا ہوں۔ (اصلاحی مضامین:۵۲، ۵۳)

(۱۰) ایک مرتبہ حضرت تھانویؒ کے خلیفہ خاص حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ نے حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ سے کہا کہ حضرت تھانوی صاحبؒ کی مجلس میں بیٹھتا ہوں تو مجھے ایسا لگتا ہے کہ جتنے لوگ مجلس میں بیٹھے ہیں، سب مجھ سے افضل ہیں، اور میں ہی سب سے زیادہ نکما اور ناکارہ ہوں، حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ نے سن کر فرمایا کہ میری بھی یہی حالت ہوتی ہے، پھر دونوں نے مشورہ کیا کہ ہم حضرت تھانویؒ کے سامنے اپنی یہ حالت ذکر کرتے ہیں، معلوم نہیں کہ یہ حالت اچھی ہے یا بری، چنانچہ یہ دونوں حضرات حضرت تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی حالت بیان کی کہ حضرت آپ کی مجلس میں ہم دونوں کی یہ حالت ہوتی ہے، حضرت تھانویؒ نے جواب میں فرمایا کہ کچھ فکر کی بات نہیں، اس لئے کہ تم دونوں اپنی یہ حالت بیان کرر ہے ہو، حالانکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب میں بھی مجلس میں بیٹھتا ہوں تو میری بھی یہی حالت ہوتی ہے کہ اس مجلس میں سب سے زیادہ نکما اور ناکارہ میں ہی ہوں، یہ سب مجھ سے افضل ہیں۔ (ارشادات اکابر:۴۲-۴۳)

(۱۱) حضرت مولانا تھانویؒ کے ملفوظات میں مذکور ہے:

حاجی (امداداللہ مہاجر مکیؒ) صاحب فرماتے تھے کہ ان کے استاذ حضرت مولانا قلندر صاحب جو جلال آباد میں رہتے تھے، وہ 'صاحبِ حضوری' تھے، عوام محاورے میں ایسے بزرگ کو صاحب حضوری کہتے ہیں جس کو روز سرور عالم ﷺ کی زیارت ہوتی ہو، حضرت مولانا قلندر صاحب کو بھی روز خواب میں زیارت ہوا کرتی تھی، جب مدینہ شریف جارہے تھے تو کسی غلطی پر اپنے جمّال (اونٹ والے) کو جو ایک نوجوان شخص تھا، تھپڑ مار دیا، وہ سید تھا، بس اسی روز سے زیارت بند ہوگئی اور انہیں اس کا بڑا غم ہوا، اسی غم میں جب مدینہ منورہ پہنچے تو وہاں کے مشائخ سے رجوع کیا کہ کیا تدبیر کی جائے، سب نے کہا کہ ہمارے قابو سے باہر ہے، البتہ ایک عورت مجذوبہ ہے، وہ کبھی کبھی روضۂ اقدس کی زیارت کے لئے آتی ہے اور اگر کبھی وہ آئے تو اس سے کہو، وہ اگر توجہ کرے گی تو پھر ان شاءاللہ زیارت نصیب ہونے لگے گی، وہ اس مجذوبہ کے منتظر رہے، ایک دن وہ بی بی آئیں، ان سے انہوں نے عرض کیا تو انہیں ایک جوش ہوا اور اسی جوش میں انہوں نے روضۂ اقدس کی طرف اشارہ کر کے کہا: دیکھ، انہوں نے جو اس طرف نظر کی تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضور ﷺ تشریف فرما ہیں، جاگتے میں حضور علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے اور اپنی آنکھوں سے حضور علیہ السلام کو دیکھ لیا پھر اس کے بعد وہی کیفیت جو حضوری کی جاتی رہی تھی پھر حاصل ہوگئی اور جو خواب میں زیارت ہونا بند ہوگئی تھی، وہ پھر جاری ہوگئی، گو تھپڑ مارنے کے بعد مولانا قلندر صاحب نے اس لڑکے سے معافی بھی مانگ لی تھی اور اس نے معاف بھی کر دیا تھا، لیکن پھر بھی اس حرکت کا یہ وبال ہوا، بعد کو تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ لڑکا سید تھا۔ (جواہر پارے اول: ۱۴-۱۵ بحوالہ الافاضات الیومیۃ: ۷/۲۶۰)

(۱۲) حضرت عبدالوہاب بن عبدالمجید ثقفیؒ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک جنازہ دیکھا جسے تین مرد اور ایک عورت اٹھائے جارہے تھے، میں نے عورت کی جگہ لے لی، ہم سب قبرستان پہنچے اور نماز جنازہ پڑھ کر اسے دفن کر دیا، میں نے اس عورت سے دریافت کیا: تیرا اس

میت سے کیا رشتہ تھا؟ اس نے جواب دیا کہ یہ میرا بیٹا تھا، میں نے پھر پوچھا: کیا آپ کے پڑوسی نہیں ہیں؟ کہنے لگی: ہیں تو مگر انہوں نے اسے حقیر سمجھا، میں نے پھر پوچھا: یہ کیا تھا؟ عورت نے جواب دیا: یہ مخنث (ہیجڑا) تھا، عبد الوہابؒ فرماتے ہیں کہ مجھے اس پر رحم آیا، میں اسے اپنے گھر لے گیا اور میں نے اسے پیسے، گندم اور کپڑے دیے، جب رات کو سویا تو خواب میں ایک شخص آیا جس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح تھا اور اس نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے، اس نے میرا شکریہ ادا کیا، میں نے پوچھا: تو کون ہے؟ جواب دیا: میں وہی مخنث ہوں جسے تم نے آج دفن کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لئے بخش دیا کہ لوگ مجھے حقیر جانتے تھے۔ (جواہر پارے اول: ۱۵-۱۶ بحوالہ رسالہ قشیریہ)

(۱۳) حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

حضرت حسن بصریؒ نہایت جامع بزرگ تھے، محدّث بھی، مفسر بھی، صوفی بھی، قاری بھی، ایک بار حضرت حبیب عجمیؒ شب کو نفل پڑھ رہے تھے، حضرت حسن بصریؒ ادھر کو گزرے، خیال ہوا کہ ان کے ساتھ شریک ہو جاؤ، پھر ان کا قرآن سن کر ان کی اقتداء نہیں کی، کیونکہ وہ عجمی تھے، رات کو خواب میں حق تعالیٰ کی زیارت کی، عرض کیا:

دُلَّنِیْ عَلٰی أَقْرَبِ الطُّرُقِ إِلَیْکَ؟

اپنے وصال کا قریب ترین راستہ بتلا دیجئے؟

جواب ملا:

اَلصَّلٰوۃُ خَلْفَ الْحَبِیْبِ الْعَجَمِیِّ.

حبیب عجمی کے پیچھے نماز پڑھنا۔ (جواہر پارے اول: ۱۶-۱۷)

(۱۴) حضرت جنیدؒ نے مسجد میں ایک شخص کو دیکھا کہ خوب قوی اور تندرست موٹا تازہ ہے اور بھیک مانگتا ہے، انہوں نے اپنے دل میں اس پر طعن اور اعتراض کیا، رات کو خواب میں

دیکھا کہ کوئی مردے کا گوشت کھانے کو کہتا ہے، اوران کے انکار پر کہتا ہے کہ تم نے آخراس کی غیبت کر کے مردے کا گوشت کھایا نہیں تھا، انہوں نے کہا کہ میں نے تو اس کو کچھ نہیں کہا، جواب ملا کہ کیا غیبت دل میں نہیں ہوتی؟ بلکہ اول تو دل ہی میں پیدا ہوتی ہے:

إِنَّ الْكَلامَ لَفِى الْفُؤَادِ وَإِنَّمَا
جُعِلَ اللِّسَانُ عَلَى الْفُؤَادِ دَلِيْلاً

بیشک کلام تو دل ہی میں ہوتا ہے، البتہ زبان کو دل کا ترجمان بنایا گیا ہے۔

آپ بیدار ہو کر چلے معاف کرانے کے لئے، اس شخص نے آپ کو آتے دیکھ کر دور ہی سے آیت پڑھی:

وَهُوَ الَّذِىْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ. (الشوریٰ: ۲۵)

وہی ہے جو قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں کی۔

اور پھر فرمایا کہ پھر ایسا نہ کرنا۔ (جواہر پارے اول: ۱۷-۱۸)

(۱۵) جناب مولانا سید احمد صاحبؒ نے امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ:

جس سال ہماری بخاری و ترمذی حضرت شاہ صاحب کے یہاں زیر درس تھیں، دار العلوم دیو بند میں ایک عجیب مجہول شخصیت طالب علم کی حیثیت سے داخل ہوئی، یہ شخصیت پنجاب کی تھی، میلے کچیلے کپڑے، پھٹا پرانا لباس، یہ طالب علم صرف درس میں نظر آتا باقی تمام اوقات مطالعہ میں گزارتا، عصر سے تا مغرب اکثر طلبہ تفریح کے لئے نکل جاتے مگر یہ کبھی تفریح میں نظر نہیں آیا، محنتی اور شوقین طلبہ بھی کبھی اپنی ضرورت کے لئے بازار جاتے لیکن اسے دیو بند کے بازار میں نہیں دیکھا گیا، حد تو یہ ہے کہ دار العلوم میں اجتماعات یا وقتی و ہنگامی جلسوں میں بھی اس کی صورت نظر نہ پڑتی، میلے کچیلے کپڑے جن پر جوئیں گشت کرتی رہتیں، طلبہ اس کے

قریب بیٹھنے یا اپنے قریب بٹھانے سے گریز کرتے، اس کا معمول تھا کہ کھانے کے اوقات میں مٹی کا ایک پیالہ لئے ہوئے مطبخ آتا، کھانا لینے کے بعد وہیں بیٹھ کر کھالیتا، اسی پیالہ کو لئے ہوئے مولسری کے کنویں پر پہنچتا، پیالہ کھنگال کر اسی میں پانی پیتا اور پھر بدستور داخل حجرہ، ایک آدھ مرتبہ اس کے کمرے میں جھانک کر دیکھا تو ایک بوریا اور ایک اینٹ جس سے یہ تکیہ کا کام لیتا، اس کے سوا کمرے میں کوئی چیز نہیں تھی، میں اور میرے رفیقِ درس مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب نے ایک روز خلاف معمول اس طالب علم کو دیکھا کہ اپنی مخصوص نشست چھوڑ کر ہمارے ساتھ سامنے والی نشست پر آبیٹھا، پھٹا پرانا لباس اس پر چلتی ہوئی جوئیں، اپنی کوفت سے زیادہ یہ احساس تکلیف کا باعث بن رہا تھا کہ حضرت استاذ کو بھی اذیت ہوگی، حضرت شاہ صاحب تشریف لا چکے تھے، آپؒ کی تقریر روانی کے ساتھ جاری تھی، حافظ ابن تیمیہ، ابن حجر عسقلانی، ابن ہمام، بدرالدین عینی وغیرہ کے حوالے، بلند پایہ تحقیقات اور اس پر ردوقدح کے دوران حضرت استاذ کی مسکراہٹ، میں نے یہ سمجھ کر کہ آپ کی تمام تر توجہ اس وقت متعلقہ مسئلہ کی جانب ہے، نہایت ہی خفی لہجے میں اس طالب علم سے کہا کہ تمہیں شرم نہیں آتی، اتنے غلیظ ہوکر یہاں آبیٹھے ہو، میں مطمئن تھا کہ میری آواز حضرت کے کان تک نہیں پہنچی ہوگی، گردن اٹھا کر دیکھا تو شاہ صاحب کی کشادہ پیشانی پر ناگواری کی شکنیں پڑی ہوئی تھیں اور تقریر کا انبساط بھی رخصت ہو چکا تھا، سبق قبل از وقت ختم کیا اور درسگاہ سے رخصت ہوتے ہوئے مجھے اشارے سے بلایا، جب میں قیام گاہ پر پہنچا تو محسوس ہوا کہ آپ شدید ناگواری میں ہیں، فرمایا کہ: مولوی صاحب آپ بہت نظیف ہیں کہ ایک غریب طالب علم کی آپ نے دل شکنی فرمائی، یہ تواضع کے قطعاً خلاف اور کبر کی علامت ہے، آپ کو کیا معلوم جس طالب علم کو آپ نے سخت وسست کہا وہ عرصہ کے بعد واحد طالب علم ہے جو میری تقریر کو مکمل سمجھ رہا ہے، جائیے اس سے معافی مانگئے، حضرت استاذ کے اس حکم کی تعمیل کی گئی، لیکن یہ شبہ باقی رہا کہ حضرت نے

اس طالب علم کے متعلق ایسے وقیع کلمات کس لئے استعمال کئے، ایک روز امتحان کی غرض سے اس طالب علم کے کمرہ میں پہنچ کر ایک اہم روایت کے متعلق سوال کیا اور میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس کی زبان سے شاہ صاحب کی تقریر اس طرح سنی کہ الفاظ کی بھی تبدیلی نہیں تھی۔

(نقشِ دوام: حضرت مولانا انظر شاہ مسعودیؒ: ۹۴-۹٦)

❑❑❑

تحقیر کے نمایاں نقصانات

دوسروں کو حقیر سمجھنے اور ان کی توہین و تذلیل کے نقصانات اور مضرات بے حد وانتہا ہوتے ہیں، تحقیر کے عمل کا ضرر عالم دنیا سے بھی متعلق ہوتا ہے اور عالم برزخ وآخرت سے بھی، یہ انسان کی دنیا کو بھی نقصان پہنچاتا ہے اور آخرت کو بھی، اس کے نقصانات ذاتی زندگی میں بھی ظاہر ہوتے ہیں اور معاشرتی واجتماعی زندگی میں بھی۔

ان بے شمار نقصانات میں چند نمایاں امور یہ ہیں:

(۱) ایمان سے محرومی کا خطرہ: حضرت عروہؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میدان عرفات سے روانگی میں حضرت اسامہ بن زیدؓ کی وجہ سے کچھ تاخیر فرمائی، تھوڑی دیر کے بعد حضرت اسامہؓ آئے، انہیں دیکھ کر وہاں موجود اہل یمن نے تبصرہ کیا کہ کیا اسی کالے کلوٹے شخص کی وجہ سے جس کی ناک چپٹی ہے ہمیں روکا گیا تھا؟ ظاہر ہے کہ ان کا یہ تبصرہ حضرت اسامہؓ کی کھلی ہوئی تحقیر تھا، حضرت عروہؒ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد اہل یمن کے مرتد ہوجانے کا واقعہ ان کے اسی حقارت آمیز تبصرے کا وبال اور نتیجہ تھا۔ (حیات الصحابة: ۲/۴۷۶-۴۷۷ بحوالہ طبقات ابن سعد)

اس واقعے سے یہ سبق ملتا ہے کہ بسا اوقات اللہ کی طرف سے کسی صاحب ایمان کی تحقیر کی سزا اس طور پر بھی ملتی ہے کہ ایمان کی دولت سے محروم کردیا جاتا ہے۔

(۲) تکبر: دوسروں کو حقیر سمجھنا دراصل تکبر، غرور، عجب اور گھمنڈ کی کھلی علامت اور دلیل ہے جس کا انجام صرف رسوائی ہوتا ہے۔

(۳) ایذارسانی: تحقیر اہل ایمان کو ایذا دینا ہے جس کی تباہ کاری بالکل عیاں ہے۔

(۴) اختلاف ونفرت: تحقیر وتذلیل کا عمل سماج سے محبت، وحدت اور اجتماعیت کی روح کو نکال دیتا ہے اور اختلاف وانتشار اور نفرت کی جڑیں مضبوط کر دیتا ہے۔

(۵) نیکیوں کی بربادی: دوسروں کو حقیر سمجھنا ایسا گناہ ہے جس سے انسان کی اپنی نیکیاں برباد اور اعمال صالحہ ضائع ہو جاتے ہیں۔

(۶) جہالت کی نشانی: تحقیر وتذلیل کا عمل درحقیقت انسان کی جہالت کی نشانی اور صحیح علم سے محرومی کی دلیل ہے۔

(۷) بداعتمادی اور تنفر: جس شخص میں تحقیر کا روگ ہوتا ہے، معاشرے کے شرفاء اس کے تئیں بداعتماد اور اس سے متنفر ہو جاتے ہیں، اور اس سے راہ ورسم رکھنے کے بجائے فاصلہ رکھنے ہی میں خیر سمجھتے ہیں۔

❑❑❑

تحقیر کے اسباب اور اس سے اجتناب کی تدبیریں

دوسروں کی تحقیر وتذلیل کے مختلف اسباب وعوامل ہوتے ہیں، جن میں چند نمایاں محرکات درج ذیل ہیں:

(۱) اللہ سے بے خوفی اور آخرت سے بے فکری

(۲) تکبر، انانیت، احساس برتری، تعلّی، خودغرضی اور دوسروں کے جذبات اور عزت نفس کا لحاظ اور خیال بالکل نہ ہونا

(۳) صحیح علم سے محرومی

(۴) صالح تربیت کا فقدان

(۵) غلط صحبت اور رفاقت

(۶) بے جا غصہ اور طیش

(۷) انتقام کا جذبہ اور جوش

(۸) اقتدار اور دولت کا نشہ

(۹) حسد اور جلن

(۱۰) کینہ، بغض اور عداوت

(۱۱) معاصرت اور ہم پیشگی

(۱۲) اپنی عالی نسبی کا غرور

(۱۳) حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

''یہ حقیر سمجھنے کی بات ان لوگوں میں خاص طور پر پیدا ہوجاتی ہے جو لوگ دین کی

طرف پلٹتے ہیں، مثلاً شروع میں ان کے حالات دین کے اعتبار سے ٹھیک نہیں تھے، بعد میں دین کی طرف آئے اور نماز روزے کے پابند ہو گئے، اور وضع قطع اور لباس پوشاک شریعت کے مطابق بنالیا، مسجد میں آنے لگے، نماز باجماعت کے پابند ہو گئے، ایسے لوگوں کے دلوں میں شیطان یہ بات ڈالتا ہے کہ تم تو اب سیدھے راستے پر آ گئے، اور یہ سب لوگ جو گناہوں میں منہمک ہیں یہ سب تباہ حال ہیں، اور پھر اس کے نتیجے میں یہ لوگ ان کو حقیر اور کمتر سمجھنے لگتے ہیں، اور حقارت سے ان کو دیکھتے ہیں، اور ان پر دلخراش انداز میں اعتراض کرنے لگتے ہیں، پھر اس کے نتیجے میں شیطان ان کو عجب میں، بڑائی میں، تکبر میں اور خود پسندی میں مبتلا کر دیتا ہے، اور جب انسان کے اندر اپنی بڑائی اور خود پسندی آ جائے تو یہ چیز انسان کے سارے اعمال کو ضائع کرنے والی ہے، اس لئے کہ جب انسان کی نظر اس طرف جانے لگے کہ میں بڑا نیک ہوں اور دوسرے برے ہیں تو بس انسان عجب میں مبتلا ہو گیا، اور عجب کے نتیجے میں اس کے سارے اعمال اکارت ہو گئے، اس لئے کہ وہ عمل مقبول ہے جو اخلاص کے ساتھ اللہ کے لئے کیا جائے اور جس عمل کے بعد انسان اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اس نے مجھے اس کی توفیق عطا فرمائی، اس لئے کسی کے ساتھ حقارت کا معاملہ نہیں کرنا چاہئے اور کسی کافر اور فاسق و فاجر کو بھی حقیر نہیں سمجھنا چاہئے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب انسان دوسرے کو کسی بیماری کے اندر مبتلا دیکھے تو یہ دعا پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاهُ بِهِ، وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلاً۔ (ترمذی: الدعوات: باب ما یقول إذا رأی مبتلیٰ: ۳۳۵۳)

اے اللہ! آپ کا شکر ہے کہ آپ نے مجھے اس بیماری سے عافیت عطا فرمائی جس بیماری میں یہ مبتلا ہے، اور بہت سے لوگوں پر آپ نے مجھے فضیلت عطا فرمائی۔

یعنی بہت سے لوگ بیماریوں میں مبتلا ہیں، لیکن آپ نے مجھے صحت عطا فرمائی ہے، کسی بیمار کو دیکھ کر یہ دعا پڑھنا سنت ہے، آپ ﷺ نے اس کی تلقین فرمائی ہے،

ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب بھی کسی ہسپتال کے پاس سے گزرتا ہوں تو الحمدللہ یہ دعا پڑھ لیتا ہوں اور ساتھ میں یہ دعا بھی کرتا ہوں کہ یا اللہ! ان بیماروں کو صحت عطا فرما دیجئے۔

ہمارے ایک استاذ فرمایا کرتے تھے کہ یہ دعا جو حضور اقدس ﷺ نے بیمار کو دیکھ کر پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے، میں تو جب کسی شخص کو کسی گناہ یا معصیت میں مبتلا دیکھتا ہوں تو اس وقت بھی یہی دعا پڑھ لیتا ہوں، مثلاً راستے میں گزرتے ہوئے بعض اوقات دیکھتا ہوں کہ لوگ سینما دیکھنے کے لئے یا اس کا ٹکٹ خریدنے کے لائن میں کھڑے ہیں ان کو دیکھ کر یہی دعا پڑھ لیتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے اس گناہ سے محفوظ رکھا، اس دعا کو پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح بیمار ترس کھانے کے قابل ہے، اسی طرح جو شخص گناہ میں مبتلا ہے وہ بھی ترس کھانے کے قابل ہے کہ وہ اس مصیبت میں مبتلا ہے، اور اس کے لئے بھی دعا کرنا چاہئے کہ یا اللہ! اس کو اس مصیبت سے نکال دیں، کیا معلوم کہ آج جو لوگ گناہ کی لائن میں لگے ہوئے ہیں اور آپ ان کو حقیر اور ذلیل سمجھ رہے ہیں، کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ ان کو توبہ کی توفیق دے دیں اور پھر وہ تم سے آگے نکل جائیں، اس لئے کس بات پر تم اتراتے ہو؟ لہٰذا جب اللہ تعالیٰ نے تم کو گناہوں سے بچنے کی توفیق دے دی ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، اگر ان کو گناہوں سے بچنے کی توفیق نہیں ہوئی تو تم ان کے حق میں دعا کرو، کہ یا اللہ! ان کو ہدایت عطا فرما دے اور ان کو اس بیماری سے نجات عطا فرما دے، آمین، بہرحال، کفر سے نفرت ہو، گناہ سے، معصیت اور نافرمانی سے نفرت ہو، لیکن آدمی سے نفرت مت کرو، بلکہ اس کے ساتھ محبت اور شفقت کا معاملہ کرو، اور جب اس سے کوئی بات کہنی ہو تو نرمی اور شفقت سے کہو، ہمدردی اور محبت سے کہو، تاکہ اس پر اثر انداز بھی ہو، ہمارے سارے بزرگوں کا یہی معمول رہا ہے۔'' (اسلام اور ہماری زندگی: ۴/۱۰۴-۱۰۶)

تحقیر واہانت کے روگ کا علاج بڑی بیدار مغزی، فکرمندی اور مجاہدے کا طالب ہے، اور اس علاج میں بنیادی چیز اللہ کا خوف اور آخرت کی جوابدہی کی فکر کا استحضار ہے، اسی کے

ساتھ یہ بھی لازم ہے کہ انسان کی نظر دوسروں کے عیوب کے بجائے اپنے عیوب پر رہے، اپنے عیوب پر نظر رکھنے والے دوسروں کو حقیر نہیں سمجھتے، اپنی اصلاح کی فکر میں لگے رہتے ہیں، بقول شاعر ؎

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنے خبر
رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر
تو جہاں میں کوئی برا نہ رہا

اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ کسی کے عیوب اور گناہوں کو دیکھ کر اس سے نفرت نہ کی جائے اور اسے حقیر نہ سمجھا جائے، گناہوں سے نفرت ہونی چاہئے، گنہ گاروں سے نہیں، اور یہ استحضار بھی ہونا چاہئے کہ جس کو حقیر سمجھا جارہا ہے بہت ممکن ہے کہ وہ مقام ورتبے میں اللہ کے ہاں بہتر وبرتر ہو اور اس کو حسن خاتمہ کی قابل رشک دولت میسر آجائے، معاشرے میں سلام کا رواج بھی تحقیر واہانت کے روگ کو ختم کرنے کی ایک مؤثر تدبیر ہوتی ہے، نیز ان تمام محرکات و عوامل پر بند لگانے کی کوشش کی جائے جن سے تحقیر واہانت کا دروازہ کھلتا ہے اور انسان ہلاکت وبربادی کے قریب پہنچ جاتا ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا ایک ملفوظ ہے:

’’اگر کسی بات میں دوسرے کو گھٹا ہوا دیکھو تو اس وقت یہ سوچو کہ ہم بھی کسی بات میں اس سے گھٹے ہوئے ہیں یا نہیں؟ ہر شخص میں خوبیاں بھی ہوتی ہیں اور برائیاں بھی، اگر اس شخص میں ایک برائی ہے تو ممکن ہے کہ ہم میں بہت سی برائیاں ہوں، یا ہم میں ایک ہی برائی ہو لیکن اس برائی سے بدتر ہو جو اس کے اندر ہے، پھر کس طرح ہم اس کو گھٹا ہوا سمجھتے ہیں اور کیوں دوسرے کو اپنے آپ سے کم درجہ سمجھتے ہیں اور کیوں سلام میں ابتداء کرنے سے عار آتی ہے۔‘‘ (اسلام اور ہماری زندگی: ۸/۳۰۲)

❑❑❑

کتابیات

(۱) القرآن المجید

(۲) الجامع لاحکام القرآن — امام ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبیؒ

(۳) تفسیر القرآن العظیم — امام عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقیؒ

(۴) جامع البیان عن تاویل آی القرآن — امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبریؒ

(۵) مفاتیح الغیب: التفسیر الکبیر — شیخ الاسلام فخر الدین الرازیؒ

(۶) الدرالمنثور — علامہ جلال الدین سیوطیؒ

(۷) مدارک التنزیل وحقائق التاویل — شیخ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفیؒ

(۸) فتح البیان فی مقاصد القرآن — نواب صدیق حسن خاں القنوجیؒ

(۹) بدائع الفوائد — امام ابوعبداللہ بن ابی بکر بن ایوب ابن القیم الجوزیہؒ

(۱۰) معارف القرآن — حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ

(۱۱) توضیح القرآن (آسان ترجمۂ قرآن) — حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب

(۱۲) سورۂ یوسف کے ۱۰۱ فوائد — حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی

(۱۳) ضیاء القرآن — پیر محمد کرم شاہ ازہری

(۱۴) احسن القصص — مولانا انوار احمد خیر آبادی

(۱۵) التبیان فی حملۃ القرآن — امام ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف النوویؒ

(۱۶) مفردات الفاظ القرآن — علامہ راغب الاصفہانیؒ

(۱۷) صحیح البخاری — امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاریؒ

(۱۸) صحیح مسلم — امام مسلم بن الحجاج القشیریؒ

(۱۹)	جامع الترمذی	امام محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ
(۲۰)	سنن ابی داوٗد	امام سلیمان بن الاشعث السجستانیؒ
(۲۱)	سنن نسائی	امام احمد بن علی بن شعیب النسائیؒ
(۲۲)	سنن ابن ماجہ	امام محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینیؒ
(۲۳)	مسند احمد	امام احمد بن حنبلؒ
(۲۴)	موطا امام مالک	امام مالک بن انسؒ
(۲۵)	سنن الدارمی	امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمیؒ
(۲۶)	السنن الکبریٰ	امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقیؒ
(۲۷)	المعجم الاوسط	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانیؒ
(۲۸)	الترغیب والترہیب	علامہ ابومحمد عبدالعظیم زکی الدین المنذریؒ
(۲۹)	المستدرک علی الصحیحین	امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیسا فوریؒ
(۳۰)	مجمع الزوائد ومنبع الفوائد	علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان الہیثمیؒ
(۳۱)	کنز العمال	شیخ علی متقی ہندیؒ
(۳۲)	شعب الایمان	امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقیؒ
(۳۳)	صحیح ابن حبان	امام محمد بن حبانؒ
(۳۴)	مصنف ابن ابی شیبہ	امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہؒ
(۳۵)	معارف الحدیث	حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ
(۳۶)	تحفۃ القاری	حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوریؒ
(۳۷)	تحفۃ الالمعی	حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوریؒ
(۳۸)	عمدۃ القاری	علامہ بدرالدین عینیؒ
(۳۹)	ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری	علامہ احمد بن محمد القسطلانیؒ
(۴۰)	کشف الباری	حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ
(۴۱)	فتح الباری	حافظ ابن حجر عسقلانیؒ

(۴۲)	ریاض الصالحین	امام ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف النووی ؒ
(۴۳)	الزواجر عن اقتراف الکبائر	علامہ ابن حجر المکی الہیثمی ؒ
(۴۴)	النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر	مجد الدین ابوالسعادات المبارک بن محمد الجزری المعروف بابن الاثیر ؒ
(۴۵)	کتاب الزہد	شیخ عبداللہ بن المبارک المروزی ؒ
(۴۶)	جامع بیان العلم وفضلہ	علامہ یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر القرطبی المالکی ؒ
(۴۷)	فیض القدیر	علامہ محمد عبدالرؤوف المناوی ؒ
(۴۸)	الادب المفرد	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری ؒ
(۴۹)	جامع العلوم والحکم	حافظ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن احمد البغدادی المعروف بابن رجب الحنبلی ؒ
(۵۰)	شرح ریاض الصالحین	شیخ محمد بن صالح العثیمین ؒ
(۵۱)	مواعظ الصحابۃ	صالح احمد الشامی
(۵۲)	حیاۃ الصحابۃ	حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی ؒ
(۵۳)	کتاب الطبقات	علامہ محمد ابن سعد ؒ
(۵۴)	الرسالۃ القشیریۃ	علامہ ابوالقاسم عبدالکریم القشیری ؒ
(۵۵)	غذاء الالباب	علامہ محمد بن احمد بن سالم سفارینی ؒ
(۵۶)	مساوی الاخلاق	علامہ ابوبکر محمد بن جعفر الخرائطی ؒ
(۵۷)	نضرۃ النعیم فی مکارم اخلاق الرسول الکریم	لجنۃ العلماء تحت اشراف الشیخ صالح بن حمید
(۵۸)	التعریفات	علامہ علی بن محمد الجرجانی ؒ
(۵۹)	موسوعۃ الاخلاق	لجنۃ العلماء تحت اشراف: شیخ علوی بن عبدالقادر السقاف
(۶۰)	روح کی بیماریاں اور ان کا علاج	حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب ؒ
(۶۱)	احیاء علوم الدین	امام ابوحامد محمد الغزالی ؒ
(۶۲)	اصلاحی خطبات	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب
(۶۳)	اصلاحی مجالس	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب
(۶۴)	اسلام اور ہماری زندگی	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب

(۶۵)	اصلاحی مضامین	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب
(۶۶)	ارشادات اکابر	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب
(۶۷)	اپنی اصلاح کا مکمل نصاب	قطب الدین ملا صاحبؒ
(۶۸)	مجالس حکیم الامت	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ
(۶۹)	اشکر حسادک	ڈ/ عائض القرنی
(۷۰)	روزن تاریخ سے	قاری عبدالرحمٰن
(۷۱)	سیرۃ الحسن	صالح احمد الشامی
(۷۲)	روضۃ العقلاء	حافظ ابوحاتم محمد بن حبان البستیؒ
(۷۳)	الرسائل	عمرو بن بحر بن محبوب الکنانی الجاحظ
(۷۴)	العقد الفرید	احمد بن محمد بن عبدربہ الاندلسیؒ
(۷۵)	دلیل السائلین	انس اسماعیل ابوداؤد
(۷۶)	المستطرف فی کل فن مستظرف	شہاب الدین محمد بن احمد الابشیہیؒ
(۷۷)	ندائے منبرومحراب	مولانا محمد اسلم شیخوپوری
(۷۸)	صالحین کرام کے دلچسپ اور ایمان افروز واقعات	ابومسعود عبدالجبار سلفی
(۷۹)	حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء	حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصفہانیؒ
(۸۰)	مہلک روحانی امراض	حضرت مولانا پیرذوالفقار احمد صاحب نقشبندی
(۸۱)	سیرت النبی	علامہ سید سلیمان ندویؒ
(۸۲)	تحفۃ الائمہ	مولانا محمد حنیف عبدالمجید
(۸۳)	شریعت وطریقت	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۸۴)	ادب الدین والدنیا	ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردیؒ
(۸۵)	بیانات مولانا یوسف	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
(۸۶)	انفاس عیسیٰ	افادات حضرت تھانویؒ: مرتبہ: حضرت مولانا سید محمد عیسیٰ الٰہ آبادیؒ
(۸۷)	دعا اور دم کے ذریعہ مسنون علاج	ڈاکٹر سعید بن علی القحطانی، ترجمہ: طارق جاوید عارفی

(۸۸)	ائمہ اربعہ	حضرت مولانا قاضی اطہر مبارک پوریؒ
(۸۹)	امام ابوحنیفہؒ کے حیرت انگیز واقعات	مولانا عبدالقیوم حقانی
(۹۰)	ابوحنیفہ النعمان	وہبی سلیمان غاوجی
(۹۱)	علمائے احناف کے حیرت انگیز واقعات	مولانا عبدالقیوم حقانی
(۹۲)	سنہرے فیصلے	عبدالمالک مجاہد
(۹۳)	سنہرے اوراق	عبدالمالک مجاہد
(۹۴)	واقعات پڑھئے اور عبرت لیجئے	مولانا مفتی شعیب اللہ خان صاحب
(۹۵)	جواہر پارے	مولانا نعیم الدین
(۹۶)	تاریخ دعوت وعزیمت	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
(۹۷)	تحاسد العلماء	شیخ عبداللہ بن حسین الموجان
(۹۸)	صید الخاطر	امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد المعروف بابن الجوزیؒ
(۹۹)	منصب تدریس اور حضرات مدرسین	حضرت مولانا اعجاز احمد اعظمیؒ
(۱۰۰)	تحفۂ مدارس	حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ
(۱۰۱)	العلم والعلماء	افادات حضرت تھانویؒ: مرتبہ: مفتی محمد زید صاحب
(۱۰۲)	سیرت امام بخاریؒ	مولانا عبدالرحمٰن چیمہ
(۱۰۳)	اللہ والوں کی مقبولیت کا راز	حضرت مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری
(۱۰۴)	شادی سے شادیوں تک	ام عبدالرحمٰن ہرش فیلڈ روام یاسمین رحمان: ترجمہ: محمد یحییٰ خان
(۱۰۵)	عوارف المعارف	علامہ شہاب الدین عمر السہروردیؒ
(۱۰۶)	سیرت حلبیہ	شیخ علی بن ابراہیم الحلبیؒ
(۱۰۷)	مختصر السیرۃ النبویۃ	شیخ عبدالملک بن ہشامؒ
(۱۰۸)	زاد المعاد	امام ابوعبداللہ بن ابی بکر بن ایوب ابن القیم الجوزیہؒ
(۱۰۹)	الفوائد	امام ابوعبداللہ بن ابی بکر بن ایوب ابن القیم الجوزیہؒ
(۱۱۰)	الجواب الکافی	امام ابوعبداللہ بن ابی بکر بن ایوب ابن القیم الجوزیہؒ

(۱۱۱) تنبیہ الغافلین — فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمر قندیؒ
(۱۱۲) بہجۃ المجالس — شیخ یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر القرطبی المالکیؒ
(۱۱۳) خلق المسلم — شیخ محمد الغزالیؒ
(۱۱۴) التوقف علی مہمات التعاریف — علامہ محمد عبدالرؤوف المناویؒ
(۱۱۵) الصواعق المرسلۃ — امام ابوعبداللہ بن ابی بکر بن ایوب ابن القیم الجوزیہؒ
(۱۱۶) سیرت عثمان — د/محمد علی الصلابی
(۱۱۷) مذاق العارفین ترجمہ احیاء علوم الدین — مترجم: محمد احسن صدیقی
(۱۱۸) امہات المومنین — مولانا انوار احمد خیر آبادی
(۱۱۹) کلمات اکابر — مولانا محمد اسحاق بنارسیؒ
(۱۲۰) الحسد — عبدالملک قاسم
(۱۲۱) الافاضات الیومیۃ — حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۱۲۲) مناجات مقبول — حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۱۲۳) مناجات الصالحین — مولانا امداد اللہ نور
(۱۲۴) نقش دوام — حضرت مولانا انظر شاہ مسعودی کشمیریؒ
(۱۲۵) دیوان الطغرائی — مؤید الدین ابو اسماعیل الحسین بن علی الدؤلی الکنانیؒ
(۱۲۶) دیوان الشافعی — امام محمد بن ادریس الشافعیؒ

مصنف کی مطبوعہ علمی کاوشیں

● اسلام میں عفت وعصمت کا مقام

یہ کتاب عفت وعصمت کے موضوع پر انتہائی تفصیلی اور اہم پیش کش ہے، اپنے مندرجات کی جامعیت اور نصوص کی کثرت کی بنیاد پر اپنے موضوع پر اردو زبان میں انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے، ملک و بیرونِ ملک کے اکابر علماء کے تأثرات وتقریظات سے آراستہ ہے۔ مختصر سے عرصہ میں اس کے پانچ ایڈیشن منظر عام پر آچکے ہیں، یہ کتاب بجا طور پر اس قابل ہے کہ عوام وخواص، علماء وعوام، مرد وعورت سبھی اس کو اپنے مطالعہ میں رکھیں۔

● بیانات سیرت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ کتاب موجودہ حالات میں سیرت نبویہ کے فکر انگیز پیغام اور گوشوں کو واضح کرنے والی مکمل، مدلل، مرتب، جامع اور موثر سیرت طیبہ سے متعلق چار مفصل بیانات پر مشتمل ہے، اور قرآن وحدیث کی روشنی میں حسن ترتیب کے ساتھ پوری سیرت کو اس کتاب میں سمیٹنے کی کوشش کی گئی ہے، عوام وخواص ہر ایک کے لئے یکساں طور پر افادیت کی حامل اور قابل مطالعہ ہے۔

● تجلیاتِ سیرت

یہ کتاب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمایاں امتیازات، عظیم احسانات، اسوۂ حسنہ، بنیادی حقوق (محبت، عظمت اور اطاعت واتباع)، توہین رسالت اور امت کی ذمہ داریاں نیز ہجرت نبویہ جیسے اہم موضوعات کو محیط ہے۔

● اتحادِ امت سورۃ الحجرات کی روشنی میں

اس کتاب میں سورۃ الحجرات کا مطالعہ وحدتِ امت اور اجتماعیت کے مرکزی موضوع کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے، اور اسلام کے نظامِ اخوت اور صلح ومصالحت کی بنیادی ہدایات کی تفصیلات کے ساتھ ساتھ وحدت واخوت کو نقصان پہنچانے والے امور اور گناہوں (استہزاء، لعن طعن، برے نام سے پکارنا، بدگمانی، تجسس، غیبت اور نسلی بنیادوں پر تحقیر وغیرہ) کا مفصل تذکرہ کیا گیا ہے۔

● اسلام میں صبر کا مقام

یہ کتاب صبر کے موضوع پر ایک انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے، فاضل مصنف نے اس کتاب میں جدید اسلوب میں قرآن وحدیث، آثار صحابہ کی روشنی میں صبر کے مقام، اس کی اہمیت اور ضرورت کے متعدد پہلوؤں کو

کافی شرح وبسط کے ساتھ واضح کیا ہے،صبر وشکر کے تقابلی تجزیے پر مصنف نے بے حد قیمتی باتیں تحریر کی ہیں، دور حاضر کے ہر نوجوان کو اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیئے۔

● ترجمان الحدیث

اس کتاب میں اصلاح معاشرہ اور تعمیر سیرت واخلاق کے متعلق ڈیڑھ سو صحیح ترین احادیث نبویہ کی مدلل اور عام فہم اسلوب میں عالمانہ تشریح کی گئی ہے۔ یہ کتاب بجا طور پر اس قابل ہے کہ اپنے مواد کی علمیت اور افادیت کی وجہ سے اسے مساجد اور اجتماعی مجالس میں سنایا اور پڑھایا جائے۔

● اسلام کی سب سے جامع عبادت نماز

اس کتاب میں نماز کی اہمیت، اقسام وانواع، خشوع کی شرعی حیثیت، خشوع کے مختلف طریقوں کا ذکر قرآن وسنت کی روشنی میں بڑی تفصیل سے کیا گیا ہے۔خشوع کے موضوع پر جو فاضلانہ اور عالمانہ مفصل ومدلل بحث کی گئی ہے وہ اردو دنیا میں اپنی نوعیت کی منفرد چیز ہے، یہ کتاب ہر خاص وعام کے مطالعہ میں جگہ پانے کی اولین مستحق ہے۔

● اسلام اور زمانے کے چیلنج

موجود معاصر حالات کے تناظر میں مصنف کے اشہب قلم سے نکلی ہوئی پر سوز، پر درد اور واقعیت پسندی پر مبنی فکری تحریروں کا یہ مجموعہ موجودہ صورتِ حال میں ہر مسلمان کے لئے راہبر اور فکری غذا فراہم کرتا ہے، جو بات بھی لکھی گئی ہے با حوالہ اور نصوص کی روشنی میں ہے۔

● سیرتِ نبویہ قرآنِ مجید کے آئینے میں

یہ کتاب قرآن کی روشنی میں سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع اور روشن پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے، قرآنی سیرت کے موضوع پر یہ اردو زبان میں پہلی با ضابطہ کتاب ہے، جس میں سیرت طیبہ کو تاریخی ترتیب کے ساتھ قرآنی بیان کے آئینہ میں پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے، اسلوبِ بیان بے حد پر کشش اور اچھوتا ہے۔کتاب کے متعدد ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں۔

● عظمتِ عمر کے تابندہ نقوش

یہ کتاب عربی کے مشہور ادیب شیخ علی طنطاوی کی پر اثر تحریر ''قصۃ حیاۃ عمر'' کی ترجمانی ہے۔مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے مقدمے سے مزین ہے، کتاب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عظمت وعبقریت کے نمایاں پہلو بہت دل نشیں اور ساحرانہ اسلوب میں اجاگر کئے گئے ہیں، سیرتِ عمر پر یہ کتاب عمدہ اور قابل قدر اضافہ ہے۔

● گناہوں کی معافی کے طریقے اور تدبیریں

یہ کتاب صحیح ترین احادیث نبویہ کی روشنی میں گناہوں کی معافی کے مختلف طریقوں کو محیط ہے، اس میں

گنہ گاروں کو مایوسی سے بچنے کی تاکید اور توبہ کی تحریک اور عمل صالح کی ترغیب ملتی ہے، ہر مسلمان نوجوان کو اس کتاب کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔

● گلہائے رنگارنگ

تین جلدوں پر مشتمل یہ وقیع کتاب قرآن وسنت کی انقلابی تعلیمات، اصلاحِ قلب ونفس ومعاشرہ، اسلام کے خلاف پھیلائے گئے مغالطوں اور شکوک وشبہات کی مکمل اور مدلل تردید کو محیط عام فہم اور دل نشیں اسلوب میں بیش قیمت اور فکر انگیز تحریروں کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن بہت جلد مقبول ہوا، اب دوسرا ایڈیشن زیر طباعت ہے۔

● مفکر اسلام؛ جامع کمالات شخصیت کے چند اہم گوشے

یہ کتاب مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نور اللہ مرقدہٗ کی حیات وخدمات اور ان کی تابندہ زندگی کے روشن نقوش اور نمایاں امتیازات کی جامع اور مکمل تصویر کشی ہے۔ کتاب حضرت مولانا انظر شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ کے بیش قیمت مقدمات سے مزین ہے، متعدد اہل قلم کے تأثر کے مطابق مفکر اسلام کی شخصیت پر لکھی جانے والی کتابوں میں یہ کتاب اپنے مواد کی جامعیت، اسلوب کی دل کشی اور حسن بیان کے اعتبار سے انفرادی شان رکھتی ہے۔

● علوم القرآن الکریم

یہ کتاب حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی کی اردو تصنیف علوم القرآن کا عربی ترجمہ ہے۔ مترجم نے بہت سلیس اور شگفتہ عربی زبان میں کتاب کو اردو سے منتقل کیا ہے، شروع میں حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ کا مقدمہ زینت کتاب ہے۔

● اسلام میں عبادت کا مقام

یہ کتاب عبادت کے موضوع پر انتہائی جامع اور محیط کتاب ہے، جس میں عبادت کے تمام پہلوؤں کا کتاب وسنت اور اقوال سلف کی روشنی میں تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے۔ عوام اور خواص سب کے لئے یکساں مفید ہے۔

● اصلاح معاشرہ اور تعمیر سیرت واخلاق

یہ کتاب معاشرتی اصلاح اور سیرت وکردار کی تعمیر کے تعلق سے بے حد مفید اور جامع کتاب ہے، جس میں اس موضوع کے مختلف پہلوؤں کا ذکر بڑی تفصیل سے اور وضاحت کے ساتھ کیا گیا ہے، دور حاضر میں ہر مسلمان کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔

● اسلام دین فطرت

یہ کتاب مذہب اسلام کے امتیازات اور اس کی انسانیت نواز تعلیمات کو واضح کرتی ہے، اس میں اسلام

کی جامعیت، واقعیت، حقیقت پسندی، ربانیت، امن و اسلامتی، اخوت و وحدت، مساوات و اجتماعیت جیسے متعدد اہم گوشوں پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ ہر باذوق کے لئے قابل مطالعہ ہے۔

● دیگر کتب:

- اختر تاباں (تذکرہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحبؒ)
- والد ماجد (تذکرہ حضرت مولانا محمد باقر حسین صاحبؒ)
- شیخ الہند: حیات، خدمات و امتیازات
- مقام صحابہ اور غیر مقلدین
- اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن عناوین
- سچ اور جھوٹ کتاب وسنت کی روشنی میں ایک جائزہ
- اسلام کا جامع اور مؤثر ترین تعزیری نظام
- کچھ یادیں کچھ باتیں (تذکرہ حضرت مولانا مفتی محمد افضل حسین صاحبؒ)
- اسلام اور دہشت گردی
- بنیادی دینی اور تاریخی معلومات (اردو، ہندی)
- منشیات اور شراب: اسباب ومحرکات، شرعی ہدایات، سدباب کی تدبیریں
- موجودہ حالات اور ہماری ذمہ داریاں
- اسلام میں عفو ودرگذر کا مقام

● عربی کتب:

- علوم القرآن الكريم ○ وان المساجد لله
- لمعات من الاعجاز القرآني البديع ○ بحوث علمية فقهية
- اصول المعاش الاسلامى فى ضوء نصوص الكتاب والسنة......
- نظرة عابرة على القضاء والقضاة فى الاسلام

مصنف کی اہم تالیفات

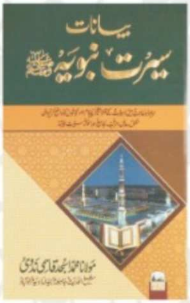

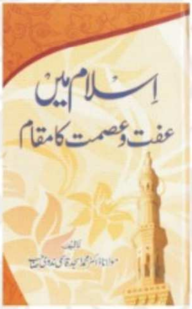

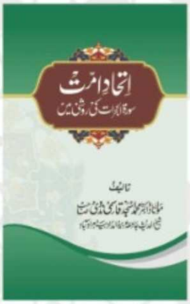

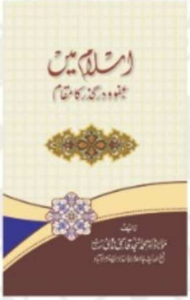

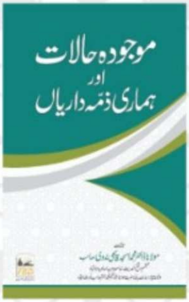

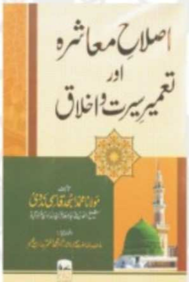

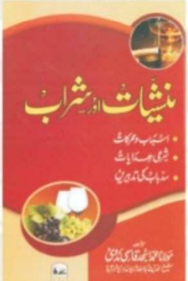

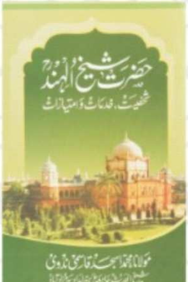

مکتبہ ضیاء الکتب
خیرآباد ضلع مئو (یوپی) 274603
Ph. No. 9235327576